کہ جب جاہلوں میں سے نہیں ہوں تو کہاں ہوں گا اور یہ کہنا کہ میں عالموں میں
سے ہوں، یہ علم کی توہین تھی اس لئے یہ کُلِ علم تھے اور یہ کہہ نہیں سکتے تھے اس
لئے کہ مَیں نہیں آتی ان کی گفتگو میں، غرور نہیں آتا ان کی گفتگو میں، اس لئے یہ
کہا جاہلوں میں سے نہیں ہوں تو اُس نے کہا کہ اگر میں تم سے کچھ مسائل
پوچھوں جواب دو گے، کہا پوچھ لے جو دل چاہے پوچھ لے، کہا تمہارے اسلام
کے کچھ عقائد ہیں میں وہی پوچھنا چاہتا ہوں کہا پوچھ لو۔ یہ بتایئے کہ آپ کا یہ
عقیدہ ہے کہ جنّت میں نہ دن ہوگا نہ رات ہوگی تو ساعت کون سی ہوگی اس کی
کوئی مثال دنیا میں موجود ہے، کہا ہاں موجود ہے جنّت میں نہ دن ہوگا نہ رات
ہوگی تو نے کبھی صبحِ صادق دیکھی ہے کہ جو نہ دن میں ہے نہ رات میں ہے اور
اُس کے لئے مشہور یہ ہے کہ انجیل میں یہ ہے کہ وہ وقت جو ہے زندہ وقت ہے
سانس لیتا ہے اور وہ ہی وقت ہے کہ جب رات بھر کے جاگے ہوئے مریض کو
اُس وقت نیند آ جاتی ہے۔ وہی صبحِ صادق ہے جو جنّت میں ٹھہرا رہے گا وہی
وقت رہے گا اُس کی مثال دنیا میں ہے جواب مل گیا۔ اب پوچھتا ہے آپ یہ
کہتے ہیں کہ جنّت میں ایک ہی برتن میں بہت سے کھانے رکھے ہوں گے
اور میوے رکھے ہوں گے آپس میں ملیں گے نہیں آپس میں مخلوط نہیں ہوں گے
کیا اُس کی کوئی مثال ہے دنیا میں، کہا تو نے مرغی کے انڈے کو نہیں دیکھا، بیضہ
کو نہیں دیکھا کہ اُس انڈے میں زردی بھی ہے سفیدی بھی ہے دونوں الگ
الگ رہتے ہیں ملتے نہیں، اس طرح جنّت میں ایک ہی ظرف میں تمام کھانے
ہوں گے ملیں گے نہیں اب اُس نے پوچھا اچھا یہ بتایئے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ
آپ کا یہ عقیدہ ہے جنّت میں درخت جو ہیں میووں کے لوگ اُن سے کھاتے

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.
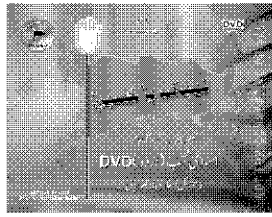
منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

جائیں گے لیکن میووں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ کیا کوئی اس کی مثال دنیا میں موجود ہے، کہا ہاں موجود ہے کہا ایک شمع جلا لے اُس سے ایک اور شمع جلا لے پھر ایک اور شمع جلا لے ہزاروں شمع جلا لے کبھی اس کی لَو میں کمی نہیں پائے گا۔ کسی لَو میں تجھے کمی نظر نہیں آئے گی۔ اب ایک اور سوال اُس نے پوچھا، اُس نے کہا یہ بتائیے کہ دو بھائی جڑواں پیدا ہوئے ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ ہی ایک دن موت آئی لیکن ایک کی عمر پچاس سال کی تھی اور دوسرے بھائی کی ایک سو پچاس سال کی، ساتھ پیدا ہوئے ساتھ مرے تو مولا نے فرمایا ہاں اس کی مثال موجود ہے قرآن میں بھی موجود ہے اور تیری انجیل میں بھی۔ یہ وہ پیغمبر تھے اُن کا نام عزیر تھا اور ایک کا نام عزیز تھا۔ دونوں سگے بھائی تھے ایک ہی دن پیدا ہوئے ساتھ ساتھ پیدا ہوئے یعنی ایک بھائی عُزیر جو تھے وہ سفر پر چلے اور اُس وقت پچاس سال کی عمر تھی، دونوں کی تو عزیز جو تھے وہ گھر پر رہے عُزیر جو تھے وہ سفر پر چلے اپنے صحابیوں کے ساتھ اور گدھے کی سواری پر سوار تھے اور جا رہے تھے راستے میں وہ صحرا میں پہنچے ایک درخت کے نیچے ٹھہرے ایسے میں نیند آ گئی اور سورج جو تھا وہ ڈوبنے والا تھا، نیند آ گئی اب جو نیند آئی تو قدرت نے ملک الموت سے یہ کہا کہ ان سب پہ موت طاری کر دے، عُزیر کو موت آ گئی، صحابیوں کو بھی موت آ گئی، گدھے کو بھی موت آ گئی، کہا سب مر گئے، سوتے رہے ایک سو سال کے بعد اللہ نے سب کو زندہ کر دیا۔ قرآن میں ذکر ہے اور انجیل میں بھی ذکر ہے اور امام فرما رہے ہیں۔ جب زندہ کر دیا تو یہ نبی جو ہے ایک سو پچاس سال کا ہو گیا کون جو گھر پر موجود ہے یعنی سو سال گزر چکے اور پچاس سال کی عمر تھی تو اب ڈیڑھ سو سال کے ہو گئے اور وہ جب

زندہ ہوئے تو پچاس سال کے سوئے تھے پچاس سال کے زندہ ہوئے گھر
واپس آئے اور یہ ڈیڑھ سو سال کا بھائی جو ہے اپنے بھائی کو پچاس سال کا دیکھ
کر حیران ہوا۔ یعنی زندگی جو تھی جوانی تھی، یعنی پچاس سال کی ہوتی تو پچاس
سال کے رہے۔ اب حیران نہ ہونا کہ ہر آدمی جنت میں جوان ہو کر کیسے جائے
گا۔ اللہ کی قدرت ہے کہ وہ بوڑھا نہیں اُٹھاتا، جوان کو بوڑھا کر کے نہیں اُٹھاتا،
بلکہ جوان اُٹھائے گا مُردے کو اور وہ جوان تھے۔ اب پوچھا اللہ نے کہا عُزیر
کب تک سوئے تو سورج کی طرف دیکھ کر کہا کہ جب میں سویا سورج ڈوبنے
والا تھا اب طلوع ہو رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا ارے کچھ پتہ بھی ہے سو سال سوئے
کہا اچھا مالک کائنات، کہا اگر یقین نہیں آتا تو ذرا اپنے ساتھی کو پہلو میں دیکھ لو
اب جو ساتھی کو دیکھا گدھا جو تھا اُس کا ڈھانچہ پڑا ہوا تھا، کہا دیکھا یقین آیا سڑ
کر پنجر بن چکا ہے اور اب عُزیر کے سامنے سارے ساتھی کو نبی کے ساتھ زندہ
کیا تا کہ نبی اپنی آنکھ سے زندہ ہوتے دیکھے تا کہ اُسے اپنی زندگی پر موت کے
بعد یقین آ جائے جب نبی کی آنکھوں کے سامنے گدھے کے ڈھانچے پر گوشت
آیا اور اُس پر کھال آئی اور اپنی مخصوص آواز میں بولتا ہوا اُٹھ کے کھڑا ہو گیا تو
آپ نے دیکھا کہ نبی کا ساتھی نبی کی نگاہوں کے سامنے پہلو میں جو تھا زندہ کر
کے نبی کے سامنے اُٹھا دیا گیا اور اللہ سے یہ کہیئے کہ بھئی نبی کے پہلو میں سو رہا
تھا اور اب اُٹھایا ہے تو نے اس کو بھی کچھ اور بنا دے تو اللہ یہی کہے گا کہ بھئی جو
جس حالت میں سوئے گا وہ اُسی حالت میں اُٹھایا جائے گا۔ نبی نبی اُٹھے گا اور
پہلو میں رہنے والا جو ہے اُس ہی طرح اُٹھے گا۔ بھئی اس سے زیادہ کیا کہوں
بچوں کو سمجھانے کے لئے جو زیارتِ امیر المومنین پڑھتے ہیں کہ ہم یہ کہا کرتے

ہیں زیارت میں کہ سلام ہو اُس پر کہ جس کے پہلو میں آدمؑ اور نوحؑ جیسے ساتھی آرام کر رہے ہوں۔ اگر فضیلت لے گئے خانۂ کعبہ میں پیدا ہونے کی تو یہ فضیلت بھی پائی کہ پہلو میں آدمؑ و نوحؑ جیسے نبی ہیں۔ پچھلے سال کسی مجلس میں یہ واقعہ سنایا تھا بات آ گئی اس لئے بچوں کو یاد رہ جائے یہ بات۔ ایک سادھو مہاراج تھے مذہبی پیشوا ہندوؤں کا جو ہوتا ہے اُسے سادھو مہاراج کہتے ہیں، لمبی داڑھی گیروا کرتا پہنے ہوئے جٹائیں بڑھی ہوئی بڑی بڑی، وہ ان کا مذہبی پیشوا ہوتا ہے وہ اپنے چیلوں کے ساتھ، شاگردوں کے ساتھ جا رہا تھا تبلیغ کرنے کے لئے ایک گاؤں میں پہنچے تو گاؤں والوں سے کہا کہ ہم تمہارے یہاں رُکنا چاہتے ہیں تو گاؤں والوں نے خوب بُرا بھلا کہا اور کہا ہم خود ہی مر رہے ہیں بھوکے ہم تمہیں کیا کھلائیں گے۔ یہاں تو تمہیں کوئی جگہ نہیں ملے گی، بھاگ جائیں یہاں سے تو جب چلنے لگے تو ہاتھ اُٹھا کر کہا کہ مالک ان گاؤں والوں کو اِسی گاؤں میں آباد رکھ یہ باہر نہ جانے پائیں۔ اب دوسرے گاؤں میں پہنچے تو گاؤں والے دوڑے اور قدموں پر گر پڑے اور کہا مہاراج ہمارے یہاں ٹھہریئے کھانا آیا، پینا آیا اور خاطریں ہوئیں جب سادھو کے چیلوں کے مزے آ گئے کھا پی کے جب کئی ہفتے کے بعد چلنے لگے تو پھر ہاتھ اُٹھائے کہ اے میرے ایشورائے میرے بھگوان اس گاؤں والوں کو ساری دنیا میں منتشر کر دے، پھیلا دے۔ اب چیلے بہت پریشان ہوے اور کہا کہ جنہوں نے برائی کی ہمارے ساتھ اُن کو تو دعا دیتے رہے اور جنہوں نے بھلائی کی اُنہیں بددعائیں دیتے جا رہے ہو۔ سادھو مہاراج نے کہا تم سمجھے نہیں شاگرد اور ہوتا ہے استاد اور ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں بھی موسیٰؑ کا قصہ موجود ہے کہا شاگرد اور

ہے استاد اور ہے ضروری نہیں ہے کہ استاد کے ہر رنگ کو شاگرد سمجھ لے۔ وہ بددعا تھی یہ دعا ہے کہا کیسے کہا سنو وہ سب بُرے لوگ تھے تو میں نے یہ کہا کہ یہ گاؤں سے نہ نکلنے پائیں یہیں مرجائیں یعنی برائی یہیں ختم ہو جائے، پھیلنے نہ پائے یہ اچھے لوگ تھے تو میں نے دعا کی ہے کہ اچھائی ساری کائنات میں پھیلے اور نیکیاں لے کر پوری دنیا میں جائیں یہ دعا ہے وہ بددعا ہے اِسی طرح کا ایک واقعہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منسوب ہے۔

سمجھے آپ رسولؐ نے یہ کہا کہ ہماری اولاد جو ہے وہ کوئی نجف میں دفن ہو کوئی مشہد میں دفن ہو کوئی کربلا میں دفن ہو، کوئی بغداد میں دفن ہو کوئی سامرا میں دفن ہو، یہ سب دُور دُور جائیں اور یہ جو عیب دار ہیں یہ سب پہلو میں رہیں یعنی برائی یہاں رہے نیکی ساری کائنات میں پھیل جائے۔

نیکی کائنات میں پھیل جائے اس لئے اس تحریک میں نہ نواسوں کو بلایا نہ داماد کو بلایا نہ پوتوں کو بلایا نیکی پھیلے اور بُرائی جو ہے اُسے ہم برداشت کرلیں گے یہیں پر رہے باہر نہ پھیلنے پائیں۔ خدا کی قسم اگر کہیں باہر بن جاتا مزار تو پھر مزارِ رسولؐ پر کوئی نہ جاتا۔ قوالیاں ہوتیں وہاں، حج بھی ہوتا وہیں وہ تو کہیے رسولؐ نے بچالیا بدعتوں سے مسلمانوں کو۔ اب دنیا نے بدلا صرف اتنا لے لیا کہ زیادہ امام جس کو ملے اس میں نشان مٹا دیجئے۔ برسوں سے یہ سلسلہ چل رہا ہے وہ سارے معصوم بقیع میں زہراؑ بھی جنّت البقیع میں، امام حسنؑ بھی جنّت البقیع میں، زین العابدینؑ بھی جنّت البقیع میں محمد باقرؑ بھی جنّت البقیع میں، امام صادقؑ بھی جنّت البقیع میں جو باہر چلے گئے اُن کے روضوں کی شان دیکھئے جو عربوں کے پاس رہ گئے ذرا اُن کی بے کسی دیکھئے یہ اپنے ہیں عرب اور کیسا مسمار کیا

روضوں کو اور اُن کو خیر کیا کہیں یوں تو ہم کہتے رہیں گے کہ یہ کیا کیا۔ اب ذرا اپنوں کی سنیے ہم کئی برس سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ صاحب نعرے جو لگتے ہیں کہ بیت المقدس فتح کرلو، پوسٹر لگتے ہیں کراچی میں چلو چلو بیت المقدس چلو۔ خدا کی قسم اب تک کسی جوان کو یہ نہ دیکھا کہ کوئی جنت البقیع کا پوسٹر چھاپ کر یہ کہتا کہ چلو چلو سعودی عرب روضے بنوانے۔ وہ جو قبلہ بدل گیا اُس سے تو بڑی محبت ہے اور اپنے امام اور رسولؐ کی بیٹی کے مدفن کی کوئی پروا نہیں کہ کوئی اپیل کریں، خطوط لکھیں، باقاعدہ ایک کمیٹی بنا کر یہ کہے ہر اسلامی ملک سے کہ بھئی کب تک بے سایہ قبریں رہیں گی تو جوانو! بس یہ سوچ لو یہی فکر یہی دینا چاہتا ہوں کہ بیت المقدس تمہارے کام نہیں آئے گا، محشر میں بھی کام نہیں آئے گا، دنیا میں بھی کام نہیں آئے گا۔ ہاں اگر کام آئے اور اگر تم نے فکر کی زہراؑ کی قبر کے بارے میں تو وہ عمل یہاں بھی کام آئے گا محشر میں بھی کام آئے گا اس لئے کام آئے گا کہ محشر میں خاتونِ محشر جو ہیں وہ زہراؑ ہوں گی۔ تمہاری بخشش کا سہارا حسینؑ کی دُکھیاری ماں ہوگی اور یہی وجہ تھی کہ جب علی اکبرؑ نے اجازت حاصل کی، آج اُمِّ لیلیٰؑ کا ذکر ہے علی اکبرؑ کے حوالے کے ساتھ تو جب ذکر کیا رخصت کا تو علی اکبرؑ نے دادی کا حوالہ دیا، فاطمہؑ کا حوالہ دیا ابھی ذکر کروں گا حضرت اُمّ لیلیٰ قبیلۂ بنی ثقیف کے سردار کی بیٹی ہیں۔

ایسا بیٹا گود میں آیا کہ جو شبیہِ رسولؐ ہے۔ اُمِّ لیلیٰؑ کو اب اس سے بڑا کیا انعام قدرت کی طرف سے مل سکتا تھا اور تاریخ یہ لکھتی ہے کہ جب بچّہ پیدا ہوا اور حسینؑ کو اطلاع ملی کہ اللہ نے اُمِّ لیلیٰ کو چاند سا بیٹا عطا کیا ہے تو حجرے میں آئے اور آتے ہی بچّے کو گود میں لے لیا، بچّے کی آنکھیں بند ہیں باپ کی

خوشبو پا کر بچّے کو آنکھیں کھول دینی چاہئیں لیکن آنکھیں نہیں کھولیں اور بے اختیار آواز دی فضہ کدھر ہیں میری بہن زینبؑ شہزادی زینبؑ پہلی آواز پر بھائی کے قریب آئیں اور جب قریب آ گئیں کہا تم نے میرے لعل کو دیکھا یہ کہہ کر گود میں دے دیا تو بے اختیار پھوپھی نے کہا کہ یہ تو شبیہِ رسولؐ ہے۔ بھیّا نام کیا رکھا، کہا زینبؑ تمہیں تو معلوم ہے کہ مجھے اپنے بابا سے اتنی محبت ہے کہ میں ہر بیٹے کا نام علیؑ رکھوں گا۔ حسینؑ نے اپنے ہر بیٹے کا نام علیؑ رکھا۔ ہر بیٹی کا نام فاطمہؑ رکھا تو اس کا نام بھی علیؑ رکھا گیا۔ وہ علیؑ ابن الحسینؑ یہ علیؑ اکبر ہیں اور سب سے چھوٹے یہ علی اصغرؑ ہیں علی اکبرؑ نام کیوں ہو گیا کہ سیّد الساجدینؑ کا نام بھی علیؑ ہے اور ان کا نام بھی علیؑ اور علی اکبرؑ بھی علی ہیں تینوں علی لیکن علی اکبرؑ سید الساجدینؑ ہوئے تو ان کو علی اکبرؑ کیوں کہا جاتا ہے یہ بیچ والے ہیں تو بات یہ ہے کہ دو علیؑ شہید ہوئے، شہید ہونے والوں میں جو اکبر ہے وہ علیؑ اکبرؑ۔ جو زندہ رہے وہ علی ابن الحسینؑ ہیں اور شہید ہونے والوں میں وہ علی اکبرؑ یہ علیؑ اصغر تو یہ پہچان بن گئی۔ میدان میں دو علیؑ آئے ایک اکبرؑ ہے ایک اصغرؑ ہے اور علی اکبرؑ پھوپھی اور ماں کی محبتوں کے سائے میں پروان چڑھنے لگے۔ علی اکبرؑ ذرا بڑے ہوئے۔ منظر یہ ہے کہ ایک طرف اُمِّ کلثومؑ کھڑی ہیں، ایک طرف زینبؑ ہیں ایسے میں حسینؑ آئے اور علی اکبرؑ کے دونوں ہاتھوں کو تھاما اور تھام کر پیروں سے چلانا شروع کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ اچانک چھوڑ دیئے اور کہا اکبرؑ کو اپنا پہلا قدم اُٹھانے دو میں کہوں گا کہ حسینؑ قریب تھے علی اکبرؑ گرتے تو سنبھال لیتے لیکن پھوپھی کو یہ منظور نہیں۔ اب محبتوں کا عالم دیکھئے حسینؑ جب گھر سے جاتے علی اکبرؑ ساتھ جانے کی ضد کرتے، حسینؑ علی اکبرؑ سے چھپ کر چلے جاتے علی اکبرؑ

رونے لگتے، جب واپس آتے تو زینبؑ کہتی تھیں بھیا علی اکبرؑ کو ساتھ کیوں نہیں لے جاتے تو حسنؑ کہتے تھے زمانے کی بُری نگاہوں سے ڈرتا ہوں کہیں میرے لعل کو کسی کی نظر نہ لگ جائے۔ علی اکبرؑ کو نگاہوں سے بچا کر کس کے لئے رکھ رہے ہیں اور اب دیکھ رہے ہیں کہ اٹھائیس رجب کو بیٹا گھوڑے پر سوار ہو رہا ہے ماں نے یہ منظر دیکھا کہ سب سے آخر میں بیٹا گھوڑے پر سوار ہوا لیکن حسینؑ نے کہا جاؤ علی اکبرؑ صغراؑ سے تو رخصت ہولو علی اکبرؑ گھوڑے سے اُترے عصمت سرا میں پردے کو ہٹا کر گئے، صغراؑ کے قریب گئے کہا صغراؑ ہم جا رہے ہیں بہن نے سر کو بھائی کے سینے پر رکھ دیا کہا بھیا یہ گھر کی روشنی کم ہو جائے گی یہ چاند سا چہرہ چُھپ جائے گا گھر میں اندھیرا ہو جائے گا۔ اچھا بھیا اگر جا رہے ہو تو اتنا وعدہ کرو کہ اگر کہیں بابا نے بستی بسائی، قافلہ ٹھہرے گا تو صغراؑ کو لینے آؤ گے۔ سینے سے سر کو لگا کر کہا صغراؑ وعدہ کرتا ہوں میں تم کو لینے آؤں گا۔ ہائے علی اکبرؑ کا وعدہ آپ دیکھیں یہ وعدہ علی اکبرؑ کو کہاں یاد آیا، عاشور کے دن رخصتِ آخر کے لئے جب آئے تو سیدِ سجادؑ غش سے چونکے پوچھا فِضہ شور کیسا ہے فضہ نے کہا شہزادہ علی اکبرؑ جا رہا ہے، آواز دی کہا ٹھہرو علی اکبرؑ پہلے بھائی سے مل لو، بھائی قریب آیا، علی اکبرؑ کچھ کہنا ہے، کہا ہاں بھیا جلدی ہے رخصت کی جلدی ہے چند باتیں کرنی ہیں جلدی سے سُن لو ایک تو یہ کہ قبر بابا کے پیروں کے پاس بنانا اور دوسری بات یہ جب صغراؑ کے پاس جانا تو کہنا کہ بھائی نرغۂ اعدا میں گھر گیا وعدہ پورا نہ کرسکا اور اُس منزل تک لانا چاہ رہا ہوں، جہاں اُمِ لیلیٰؑ کی سیرت دکھانا چاہ رہا ہوں اور اب علی اکبرؑ رخصت کے لئے باہر آئے اور کہا بابا اجازت دیجئے میدانِ جنگ کی تو بے اختیار کہا علی اکبرؑ میں رخصت اگر کر بھی دوں تو یہ بتاؤ ہم

سے زیادہ پالنے والی کا حق ہے جس نے اٹھارہ سال پالا ہے وہ اُمِ لیلیٰؑ وہ زینبؑ اُن سے رخصت لو جب تک ماں سے رخصت نہیں لوگے جب تک پھوپھی سے رخصت نہیں ملے گی اس لئے بے اختیار کہا بابا پھوپھی سے آپ چل کر رخصت دلوا دیجئے، کہا اچھا علیؑ اکبر اگر اس امتحان میں باپ کو ڈالنا چاہتے ہو تو یہ کام بھی حسینؑ کرے گا آؤ ہاتھ کو تھاما بہن کے خیمے میں گئے بہن نے منظر دیکھا کہ اٹھارہ سال کا بھتیجا اور بوڑھا باپ ساتھ ساتھ آ رہے ہیں تو پکار کر کہا علی اکبرؑ میں مقصد سمجھ گئی تمہارا، بھائی قریب آیا اور کہا زینبؑ مجھے معلوم ہے کہ میں نے ماں کے بعد تمہیں زہراؑ کی جگہ سمجھا ہے۔ کہا اس میں کوئی شک نہیں۔ کہا زینبؑ کبھی ایسا ہوا کہ تم نے کوئی بات کہی ہو اور حسینؑ نے اُس بات کو ٹال دیا ہو، کہا نہیں بھیا تم نے ہر بات کو مکمل کیا تو کہا زینبؑ آج بھائی تم سے ایک چیز مانگ رہا ہے، کہا بھیا مانگو کیا مانگنا ہے، بہن کے پاس جو کچھ ہوگا وہ تمہارے سامنے نذرانے میں پیش کر دے گی۔ کہا زینبؑ علی اکبرؑ کو میدانِ جنگ کی اجازت دے دو، کہا جاؤ میرے لعل پھوپھی صبر کرے گی۔ خدا حافظ، علی اکبرؑ نانا کے دین سے اور بھائی کی نصرت سے تمہیں پیارا نہیں سمجھوں گی۔ اب یہاں پہ راوی حمید بن مسلم نے لکھا کہ خیمے کا پردہ اُٹھتا تھا اور گرتا تھا، یہ وہ مقام ہے کیونکہ بہن سینے سے لپٹی ہوئی ہے، زینبؑ نے نہیں روکا، چھوٹی بہن نے روکا، زینبؑ کی سیرت یہ نہیں کہ مرنے والے مجاہد کو روک لیں اس لئے خیمے کا پردہ اُٹھ رہا تھا اور گر رہا تھا لیکن اللہ رے صبرِ زینبؑ آگے بڑھیں اور ایک بار سکینہؑ کو گود میں لے لیا اور کہا علی اکبرؑ مرنے میں دیر نہ کرو۔ جاؤ میرے لعل خدا حافظ۔ علی اکبرؑ خیمے سے نکلے تو اب چاہتے تھے گھوڑے پر سوار ہو جائیں اور حسینؑ نے ایک بار چہرے کو

دیکھا کہا جانے کی جلدی ہے علی اکبرؑ اُمِ لیلیٰؑ سے اجازت نہیں لو گے جاؤ علی اکبرؑ ماں سے اجازت لے لو، علی اکبرؑ نے کہا بابا تو پھر آپ چل کر ماں سے بھی اجازت دلوا دیں، کہا علی اکبرؑ سنو وہ میرا امتحان تھا زینبؑ سے میں نے اجازت دلائی یہ اب تمہارا امتحان ہے دیکھوں ماں سے کیسے اجازت لیتے ہو۔ علی اکبرؑ جس گود میں زینبؑ پلی ہے اُسی گود میں مَیں بھی پلا ہوں میں اُس کے مزاج سے آشنا ہوں اُس نے میری بات سمجھی اجازت دے دی اُمِ لیلیٰؑ غیر گھر کی بیٹی ہے اور ایک جملہ کہا ماں سے حسینؑ یہ نہ کہہ سکے گا جوان بیٹے کو مرنے کے لئے بھیج دو۔ علی اکبرؑ اب یہ تمہارا کام ہے دیکھوں ماں سے کیسے اجازت لیتے ہو، یہ علی اکبرؑ کا بھی امتحان ہے یہ اُمِ لیلیٰؑ کا بھی امتحان ہے اس طرح سر کو جھکائے ہوئے خیمے کی جانب بڑھے، خیمے کے پردے کو ہٹا کر اندر داخل ہوئے دیکھا ماں بالوں کو بکھرائے بیٹھی ہے آنکھ میں آنسو ہیں، گھٹنوں پر سر ہے یہ جوان بیٹا گیا اور جا کر سر کو لیلیٰؑ کے قدموں میں رکھ دیا ماں نے بیٹے کے سر کو اُٹھا کر سینے پہ رکھ لیا کہا کل رات کے گئے اب آئے میرے لعل میں تو آواز کو ترس گئی تھی۔ میرے لعل اتنی دیر میں کیوں آئے میں تو بڑی دیر سے منتظر تھی۔ کہا اماں بہت جلدی میں ہوں اور علی اکبرؑ کے پاس وقت نہیں ایک بات پوچھنے آیا ہوں کہا پوچھو میرے لعل کہا پوچھنا یہ ہے اماں کہ محشر کے روز میرے جد رسولِ خداؐ لوائے حمد کے نیچے کھڑے ہوں گے اور میرے دادا علیؑ مرتضیٰ بھی ہوں گے اتنے میں میری دادی فاطمہؑ کی سواری آئے گی اور کربلا کی ایک ایک بی بی آئے گی زینبؑ کہیں گی کہ مادرِ گرامی آپ کے بیٹے پر سے میں نے اپنے بیٹے قربان کر دیئے، پھر اُمِ فروہؑ آئیں گی اور کہیں گی میں نے قاسمؑ کو آپ کے بیٹے حسینؑ پر قربان

کردیا، پھر زوجہ مسلمؑ آئیں گی اور کہیں گی شہزادیٔ کونینؑ میں نے اپنے بیٹوں کو آپ کے بیٹے حسینؑ پر قربان کردیا، یہ بتایئے آپ قیامت کے دن میری دادی سے کیا کہیں گی، حضرت اُمّ لیلیٰؑ نے فرمایا میرے لال میں تمہارا مقصد سمجھ گئی بیٹا میں تمہاری دادی کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی میں بھی فخر سے کہوں گی میں نے اپنے اٹھارہ سال کے بیٹے کو آپ کے بیٹے حسینؑ پر قربان کردیا، جاؤ علی اکبرؑ خدا حافظ۔ یہ اُمّ لیلیٰ کا کردار ہے، یہ اُمّ لیلیٰؑ کی سیرت ہے۔

❀❀❀

چھٹی مجلس

وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

سیرتِ امام جعفر صادق علیہ السلام، ذکرِ جنابِ اُمّ رباب سلام اللہ علیہا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
تمام تعریفیں اللہ کے لئے درودو سلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ ثانی کی چھٹی تقریر ''سیرتِ معصومینؑ'' کے موضوع پر آپ حضرات امام بارگاہِ شہدائے کربلا میں سماعت فرمارہے ہیں۔

سچ بولنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے، قرآن میں سچ بولنے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور جھوٹ بولنے والوں پر لعنت کی گئی ہے لیکن یہ حکم نہیں آیا کہ جھوٹ نہ بولا کرو اس لئے کہ دنیا کا سب سے مشکل کام ہے سچ بولنا اور جھوٹ سے پرہیز کرنا۔ قرآن نے آسان ترکیب یہ بتائی کہ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۂ توبہ آیت ۱۱۹) سچوں کے ساتھ ہوجاؤ''۔ انسان جب سچوں کو اپنا آئیڈیل بنالے گا تو سچ بولنے لگے گا اور جھوٹ سے نفرت کرتے ہوئے جھوٹ بولنے سے اجتناب کرے گا۔

آئمہ طاہرین کے ارشادات ہیں کہ اللہ نے جس جماعتِ صادقین یعنی سچوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے وہ سچے، جماعتِ صادقین ہم ہیں۔

رسولؐ اللہ نے سلمان فارسی سے بیان کیا کہ اہلِ ایمان کو سچوں کے ساتھ ہوجانے کا جو حکم دیا گیا ہے اس آیت میں "صادقین" سے مراد میرا بھائی علیؑ اور قیامت تک آنے والے میرے اوصیاء ہیں۔

مولا علیؑ نے شوریٰ کے موقعے پر اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا تھا یہ آیت کہ "سچوں کے ساتھ ہوجاؤ" ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ قرآن میں مجھے اسم صادق سے مخصوص کیا گیا ہے۔ خبردار قرآن میں جو میرے اسما آئے ہیں اُن ناموں میں قابض ہونے کی جسارت نہ کرنا ورنہ تم اپنے دین سے گمراہ ہوجاؤ گے اللہ کا فرمان ہے وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اور وہ صادق میں ہوں" امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے ایمان والوں تم علی ابنِ ابی طالبؑ کے ساتھ ہوجاؤ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے دعائے غدیر میں یہ دعا کی ہے پروردگار تُو نے حکم دیا ہے کہ "صادقین" کے ساتھ ہوجاؤ تُو نے صاحبانِ امر جو تیرے مقرر کردہ ہیں اُن کی اطاعت کا حکم دیا ہے"۔

گویا صادقین کے ساتھ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ائمہ طاہرین کو اُولی الامر سمجھ کر اُن کی اطاعت کی جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورۂ النساء آیت ۵۹)

"اے ایمان والوں تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اور جو تم میں صاحبانِ امر ہوں ان کی اطاعت کرو"۔

ابوحمزہ ثمالی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا فرزندِ رسولؐ میں کون سا عمل بجا

لاؤں جس سے حقیقتِ ایمان کی تکمیل ہو جائے؟ معصوم نے ارشاد فرمایا ہم ائمہ سے محبت رکھنے والا وَ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ کی آیت پر عمل کرنے والا قرار پائے گا۔ امام رازی کی کوشش یہ تھی کہ اس آیت سے ائمہ طاہرین کی امامت اور اطاعت ثابت نہ ہونے پائے۔ اُن کا کہنا ہے کہ وَ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ میں سچوں کے ساتھ ہو جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اطاعت بھی لازم ہو۔

ہمارے معصومین نے اس آیت میں امامت، محبت، ولایت اور اخلاقیات تمام چیزوں کا مفہوم لیا ہے۔ ابن سکیت نے حضرت امام علی رضا سے پوچھا کہ اس وقت مخلوق پر حجت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا عقل خدا کی طرف سے حجت ہے اس کے ذریعے سے انسان خدا پر سچ بولنے والے کو پہچان کر اس کی تصدیق کر سکتا ہے اور خدا پر جھوٹ باندھنے والے کو پہچان کر اس کی تکذیب کر سکتا ہے۔ ابنِ سکیت نے کہا خدا کی قسم اس سے بہترین جواب ہو ہی نہیں سکتا۔

ابی مسترق ایک راوی ہے اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ ہم اپنے مخالفین کے سامنے اہلِ بیتؑ کے فضائل بیان کرتے ہیں کبھی آیت اُولی الامر دلیل میں پیش کرتے ہیں تو ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ یہ آیت فوجی سپہ سالاروں کے متعلق ہے، جب ہم آیۂ ولایت اِنَّما ولیکم سے ولایت علیؑ کا استدلال کرتے ہیں تو ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام مومنین کے لئے ہے اور جب ان کے سامنے آیۂ مودّت قل لا اسئلکم پڑھ کر مودّت کا واجب ہونا ثابت کرتے ہیں تو مخالفین کہتے ہیں یہ آیت مسلمانوں کے رشتے داروں سے محبت کے لئے نازل ہوئی ہے، فرزندِ رسولؐ آخر اس ضد بازی کا کیا علاج ہے؟

امام صادق نے فرمایا "جب ایسا ہو تو پھر انھیں مباہلے کی دعوت دو"۔

راوی نے پوچھا کہ مولا مباہلے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا غسل کر اور روزہ رکھ، پھر ضد بازی کرنے والے مخالف کو ساتھ لے کر جنگل یا صحرا جا اور اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس کے ہاتھ میں ڈال کر ہاتھ مضبوط پکڑ لے پھر بددعا کی ابتدا اپنی ذات سے کر اور یہ الفاظ کہہ "اے سات آسمانوں اور سات زمینوں کے ربّ اپنے غیب و موجود کے جاننے والے اے رحمان و رحیم اللہ اگر میں نے حق کا انکار کیا ہے اور باطل دعویٰ کیا ہے تو مجھ پر آسمان سے بلا اور عذاب نازل فرما اور اگر میرے مخالف دشمنِ اہلِ بیتؑ نے حق کا انکار کیا ہے اور باطل دعویٰ کیا ہے تو اس پر آسمان سے آفت اور دردناک عذاب نازل فرما"۔

امام نے فرمایا تم اس طرح سے مباہلہ کرو گے تو اُسی وقت خدا کی طرف سے فیصلہ ہو جائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے جتنے بھی مخالفینِ اہلِ بیتؑ کو مباہلے کی دعوت دی کسی نے بھی میری دعوت کو قبول کرنے کی جسارت نہ کی اور فرار اختیار کر گئے۔ امام نے فرمایا مباہلے کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا ستر مرتبہ یہ کہو "لعنت اللہ علی الکاذبین" بہتر یہ ہے کہ جب آنکھ میں آنسو آجائیں اُسی وقت بددعا کی جائے۔ ثم نبتھل کے معنی ہیں "ابتہال" اپنی ہتھیلیاں کھول کر چہرے کے سامنے کرلو اور ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرو مباہلہ اس وقت کرو جب رونے کے اسباب موجود ہوں" مباہلہ کرتے وقت ہاتھ سر سے بلند کرو"۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (سورہ یٰسین۔ آیت ۵۲)

قیامت کے دن قبر سے مُردے اُٹھیں گے یہ کہتے ہوئے ہماری خواب گاہ سے کس نے اُٹھایا ہے؟ اس وقت ملائکہ کہیں گے یہی وقت ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا''۔ آلِ محمدؐ کی سچائی اُس دن دنیا دیکھے گی۔

ذکر کرنا چاہتا تھا اس وقت کہ صداقت کیا ہے، سچائی کیا ہے اور سچائی کا اور صداقت کے سب سے بڑے ثبوت میں جو واقعہ پیش کیا جاتا ہے اسلام میں وہ ہے مباہلہ صرف مباہلے کو اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ تاریخِ اسلام کی کتابوں میں ایک چیپٹر آپ کو مل جائے گا مباہلے کا لیکن اگر آپ مکمل مباہلے کو سمجھنا چاہیں کہ واقعہ مباہلہ کیا تھا تو مباہلے پر آپ کو کوئی کتاب نہیں ملے گی۔ ذاکرین کے نقطے تو محفوظ ہوں گے ذہنوں میں جو مباہلے پر نکالے ہیں خطیبوں نے لیکن پس منظر کیا تھا، واقعہ کیوں ہوا، کیسے ہوا اُس کی تفصیلات ہم کو نہیں ملتیں اور میں چاہتا ہوں کہ تمہید میں روزانہ کوئی چیز ایسی بیان کردوں اور اُس کے بعد میں اپنے موضوع پر آجاتا ہوں کہ اگر آپ مباہلے کو دیکھیں گے تو آپ کو نظر آئے گا کہ یہاں سے اگر تفصیل بیان کی جائے کہ یمن میں عیسائیوں کا ایک گھر تھا جسے وہ خانۂ کعبہ کہتے تھے اور وہ عیسائیوں کا مرکز تھا اور وہی نجران ایک مقام تھا جہاں اُن کے بڑے بڑے راہب پادری رہتے تھے جو اُن کے مذہبی سربراہ تھے۔ رسولؐ اللہ نے فتحِ مکہ کے بعد تمام ملکوں میں خطوط بھیجے سب سے کہا گیا تھا کہ اسلام قبول کرو، ایک خط نجران پہنچا عیسائیوں کے پاس تو وہ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور اُن کے جو بڑے بڑے پادری تھے اُن میں ایک کا نام سیّد تھا، ایک کا نام عاقب تھا اور چرچ کے ایک بڑے وسیع ہال میں عیسائیوں کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی اور وہ خط پڑھ کر سنایا

گیا ختمی مرتبتؐ کا اور آپس میں بحث شروع ہوئی تو اُس میں ایک بوڑھے راہب نے یہ کہا کہ دیکھو ہم کو یہ شک ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کا ذکر انجیل میں ہے اس لئے اس کے خلاف کوئی کام نہ کرنا یا تو جزیہ دے دو یا پھر یہ فیصلہ کرو کہ اسلام قبول کرنا ہے یا نہیں، ایسے میں ایک بوڑھا پادری پلکیں اُس کی سفید جھکی ہوئی، ریش بڑھی ہوئی، گردن کو جھکائے ہوئے داخل ہوا اور کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ فیصلہ اس طرح ہو کہ آج وہ انجیل نکالی جائے جو تہہ خانے میں رکھی ہے، جیسے ہی اُس کی زبان پر یہ آیا وہ انجیل نکالی جائے جو تہہ خانے میں رکھی ہے تو تمام پادری بگڑ گئے اور کہا کہ وہ انجیل نہیں آئے گی۔ اُس نے کہا دیکھو اگر تباہی سے بچنا چاہتے ہو تو آج وہ انجیل نکلوالو اور وہ انجیل کیا تھی وہ انجیل جو محفوظ تھی اُس دور میں اُس انجیل کے لئے یہ مشہور تھا کہ یہ اصل انجیل ہے اور وہ باہر نہیں آتی تھی اور اُس انجیل میں جنابِ ادریسؑ کے صحیفے، جناب اسحاقؑ، جنابِ یعقوبؑ کے صحیفے، ہر نبی کا صحیفہ اُس میں موجود تھا اور راہب نے کہا اگر وہ انجیل سامنے آجائے تو میں صحیح صورتِ حال بتا دوں گا اور تم خود پڑھ لینا لیکن راہبوں کی اکثریت یہ چاہتی تھی کہ وہ انجیل آنے نہ پائے لیکن مجبوراً انجیل نکالی گئی اور آج بھی یہی عالم ہے کہ وہ اصل انجیل محفوظ ہے برٹش میوزیم میں وہ کسی کو دکھائی نہیں جاتی جب ۱۹۷۹ء میں لندن گیا تو میں نے بعض اسکالر سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اس انجیل کو دیکھنے نہیں دیا جاتا تو جواب یہ ملا کہ اب جو انجیل موجود ہے جہاں جہاں احمدؐ کا لفظ تھا وہ اُس میں موجود ہے اس لئے اُس انجیل کو دیکھنے نہیں دیتے وہاں کے عیسائی اور وہ محفوظ بند رکھی ہوئی ہے اور یوں اگر جائیں برٹش میوزیم میں تو جب انجیل کے شعبے میں آپ پہنچیں گے تو بڑے ہال میں

آپ کو شوکیس میں سینکڑوں ہزاروں انجیلیں نظر آئیں گی، ہر ملک کی انجیل، ہر زبان کی انجیل، ہر سائز کی انجیل با تصویر انجیل یعنی جتنی بھی انجیلیں اب تک چھپ چکی ہیں دنیا میں سب آپ کو ایک جگہ ملیں گی۔ اِسی طرح توریت کا شعبہ ہے، اسی طرح قرآن کا شعبہ ہے اسی طرح ادب کا شعبہ ہے یعنی وہاں جا کے احساس ہوتا ہے کہ یہ علم پسند قوم ہے لیکن وہ انجیل بند ہے وہ نہیں دیکھی جا سکتی۔ بہر حال تہہ خانے سے انجیل آئی اور اُس میں سے راہب نے پڑھ کر سنایا کہ دیکھو ایک نبی آئے گا جس کا نام احمدؐ ہوگا اور اُس کی بیٹی کا نام بتولؑ ہوگا اور اُس کے داماد کا نام ایلیا ہوگا۔ اُس کے دو بیٹے ہوں گے ایک کا نام شبّرؑ ہوگا ایک کا نام شبیرؑ ہوگا کیا تم نے یہ پتہ لگایا کہ احمدؐ نبی کی کوئی بیٹی ہے اُن لوگوں نے کہا ہاں ہم نے سنا ہے کہ کوئی بیٹی ہے اُس کا ایک وزیر بھی ہے جس کا نام ایلیا ہے اور کہا دیکھو ہارون کے بیٹوں کے نام پر اُن کے نام ہوں گے دونوں بیٹے شبّرؑ و شبیرؑ اور اُس کے بعد اُس بوڑھے نے کہا کہ سنو اب تم مباہلہ نہ کرنا، اُن سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ عذاب آ جائے گا اور تم لوگ پچھتاؤ گے اب فیصلہ ہوا اور وہ بوڑھا یہ کہہ کر چلا گیا کہ دیکھو میں تمہیں یہ بتا کر جا رہا ہوں کہ اگر وہ آئے اور اپنے ساتھ اصحاب کو لائے تو ٹھیک ہے مباہلہ کر لینا، اصحاب کو لائے تو مباہلہ کر لینا اور اگر گھر والوں کو لائے تو مباہلہ نہ کرنا بس اس راہب سے یہ پوچھ لیجئے کہ راہب تو نے یہ کیوں کہا ہے کہ اگر اصحاب آئیں گے تو نصرانی کامیاب ہو جائیں گے اور گھر والے اگر آ گئے تو مباہلہ نہ کرنا، یہ کیوں تو نے منع کیا کہ اب تاریخ میں تو نہیں ملتا لیکن جب میں نے تلاش کیا تو پتہ چلا، انجیل پڑھی، توریت پڑھی تو پتہ یہ چلا کہ آدمؑ کے بعد نوحؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک ہر نبی

کے صحابی نے اپنے نبی سے غدّاری کی اور اُن میں اکثریت جھوٹوں کی ہوتی ہے
یہ واقعات انجیل میں بھی درج اورتوریت میں بھی درج تھے نصرانی تاریخِ
صحابیت دیکھ رہے تھے کہ صحابی سچے نہیں ہوا کرتے تھے۔

وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ عیسیٰؑ کے کتنے صحابی عیسیٰؑ کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور
کتنے صحابی تھے کہ جنہوں نے سولی پر چڑھوا دیا عیسیٰؑ کوتو یہ جان رہے تھے کہ
صحابیت میں سچائی نہیں ہوا کرتی، بات وہاں ہو رہی تھی ختمی مرتبتؐ یہاں سن
رہے تھے۔ اب آپ دیکھیں کہ کسی نبی کی صحابیت پر ضرب آ رہی تھی نبی یہ
بتانا چاہتا تھا کہ نوحؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک کے وہ صحابی اور تھے اور میرے صحابی
اور ہیں اِسی لئے سلمانِ فارسیؑ سے کہا کہ جاؤ تم مباہلے کی جگہ پر سُرخ چادر لگا دو
سلمانؑ کوتو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ پارسی قوم سے اِدھر آیا ہے لیکن اہلِ بیتؑ
میں شامل ہو گیا ہے، صحابی ایسا ہوتا ہے۔

اور جب بھی مباہلے پر بحث چھڑی تو آپ یقین کریں ختمی مرتبتؐ کے دَور
سے لے کر گیارھویں امام تک ہر امام سے یہ پوچھا گیا اور بار بار پوچھا گیا کہ
مباہلے کے میدان میں کون کون گیا تھا، جنابِ فاطمہ زہراؑ کے پاس ایک بوڑھی
عورت حلب سے آئی اور کہا بی بی یہ پوچھنے آئی ہوں بہت دُور سے آئی ہوں
حلب سے آئی ہوں صرف پوچھنے آئی ہوں کہ مباہلے میں کتنے افراد گئے تھے تو
شہزادیؑ نے فرمایا میں گئی تھی، میرے بابا گئے تھے، میرے شوہر گئے تھے اور
میرے دونوں بیٹے گئے تھے تو اُس نے کہا بی بی میں نے سنا ہے کہ بیبیوں
میں بھی کچھ بیبیاں گئی تھیں، نبیؐ کی کوئی بی بی گئی تھیں اور صحابیوں میں سے کوئی
صحابی بھی گیا تھا تو فاطمہ زہراؑ نے جلال سے اُسے ڈانٹ کر کہا کہ جو یہ کہتا ہے وہ

جھوٹ بولتا ہے کوئی ساتھ نہیں گیا تھا سلمان فارسیؓ چادر کا شامیانہ لگانے گئے تھے۔ واپس آ گئے تھے اور اُس سے پہلے رسولؐ نے اُمِ سلمیٰؓ کو جھاڑو دینے بھیجا تھا وہ بھی واپس آ گئیں تھیں۔ اُمِ سلمیٰؓ نے زمین صاف کی سلمانؓ نے لال چادر لگائی اور اُس کے بعد جب تیاری ہو چکی تو تاریخوں میں لکھا ہے اصحاب بھی تیار ہو کے آئے تھے، اصحاب بھی سمجھ رہے تھے کہ شاید مجھے لے جائیں اور ازواجِ رسولؐ بھی سمجھ رہی تھیں کہ شاید ہمیں لے جائیں لیکن یہاں اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ تم لاؤ اپنے بیٹوں کو ہم لاتے ہیں اپنے بیٹوں کو، تم لاؤ اپنی عورتوں کو ہم لاتے ہیں اپنی عورتوں کو، تم لاؤ اپنے نفسوں کو ہم لاتے ہیں اپنے نفسوں کو اور سب مل کے جو جھوٹا ہے اُس پر لعنت کرتے ہیں تو یہاں معیار کیا بن رہا ہے جھوٹوں پر لعنت کریں۔ یعنی فیصلہ یہ ہونا ہے کہ صادقین کون ہیں اور اس لئے قرآن نے کہا

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۂ توبہ۔ آیت ۱۱۹) اے صاحبانِ ایمان سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ تو آج فیصلہ ہوگا کہ سچے کون ہیں کہاں ہیں، ساتھ دیا کیسے جائے سچوں کا، جب آیت ہے کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ تو اب اللہ یہ بھی چاہتا ہے کہ سچوں کا فیصلہ بھی ہو جائے تا کہ رہتی دنیا تک سچوں کو دیکھ کر اُن کا ساتھ تو دیا جا سکے اور یہ بھی فیصلہ ہو جائے کہ جو سچوں کے مقابلے پر آتا ہے وہ کاذب ہوتا کیسا ہے۔ اس فیصلے کے لئے یہ مباہلہ ہوا ہے اور ٹکرائے نہیں عیسائی اور عجیب بات ہے کہ عیسائی نے ہی یہ تاریخ میں لکھا کہ اسلام بہ زورِ شمشیر پھیلا۔ لندن کے ایک اخبار نے ختمی مرتبتؐ کی ایک تصویر شائع کر دی اور اُس میں یہ دکھایا کہ

ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن اور نیچے یہ لکھا تھا کہ یہی یعنی قرآن اس سے پھیلا یعنی تلوار سے، بہ زورِ شمشیر لیکن رسولؐ نے تلوار سب کے مقابلے میں اُٹھائی عیسائی کے مقابلے میں کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔ نگاہِ ختمی مرتبتؐ دیکھ رہی تھی کہ الزام عیسائیت کی طرف سے آئے گا اور جب کبھی یہ الزام آئے گا تو خود عیسائی سوچیں گے کہ تلوار تو ہمارے مقابلے میں نکلی نہیں ہے یہ الزام ہم کیوں دے رہے ہیں۔

سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اور آج مباہلے میں فیصلہ ہوگا کہ سچے کون ہیں اور اب گھر سے جو نکلے تو ابنانا میں گنجائش تھی بیٹوں کو لے لو، نسائنا میں گنجائش تھی عورتوں کو لے لو، نفسوں کو لے لو اور یہ عجیب بات ہے کہ جب مباہلہ ہوا تو ختمی مرتبتؐ کا ایک فرزند ماریہ قبطیہ کے بطن سے یعنی جنابِ ابراہیمؑ موجود ہیں گھر پہ، حکم ہوا کہ بیٹے کو لے لو تو اب ہونا یہ چاہئے کہ بیٹے کو لے جائیں یہ عجیب بات کہہ رہا ہوں۔ بیٹا موجود ہے لیکن نواسے جا رہے ہیں، بیٹا نہیں جا رہا تو بات کیا تھی کہ بتانا یہی تھا کہ بار بار جو یہ کہا ہے کہ یا علیؑ فرزند میرے ہیں یعنی تمہارے صلب سے تو آج یہ اعلان بھی ہونا ہے، سورۂ کوثر کی تفسیر بھی یہی ہے وارثوں کا پتہ بھی دینا ہے اور یہ بھی بتانا ہے کہ رسولؐ ابتر نہیں ہے، دو بیٹے لے کر آ رہا ہے، بیٹی بھی آ رہی ہے اور دو بیٹے بھی آ رہے ہیں اور مدینے میں اتنے بیٹے تھے لیکن رسولؐ نے بتایا کہ یہ دو بیٹے ہیں، یہ میرے بیٹے ہیں میں اِن کو لے کر آ رہا ہوں تو مباہلے کے بعد پھر تاریخ میں یہ ملتا ہے کہ مدینے کے ہر فرد نے نام لیا کبھی حسنؑ اور حسینؑ کا تو ہمیشہ یا ابنِ رسولؐ کہہ کر دونوں شہزادوں کو مباہلے کے بعد مخاطب کیا گیا۔ رسولؐ کے بیٹے بھی قرار پا گئے اور مباہلے کے دن رسول اللہؐ باہر

نکلے اِس شان سے کہ آگے آگے رسولؐ گود میں حسینؑ ابنِ علیؑ رسولؐ کے پہلو میں حسن مجتبیٰؑ نانا کی انگلی پکڑے ہوئے پیچھے جنابِ فاطمہؑ زہرا اور سب سے پیچھے علیؑ اور اس ترتیب کے ساتھ مباہلے کے میدان میں چلے اور ترتیب یہ ہے کہ سب سے آگے کون ہے حسینؑ پھر رسولؐ کے پہلو میں حسنؑ عقبِ رسولؐ میں فاطمہؑ اور پھر علیؑ لیکن جب پہنچے وہاں اور بیٹھے زمین پر شامیانے کے نیچے تو اب ترتیب بدل گئی حسنؑ اور حسینؑ سب سے آگے اور اُن کے پیچھے علیؑ اور فاطمہؑ ساتھ اور رسولؐ سب سے پیچھے تو یہ ترتیب کیوں بدل گئی ترتیب اس لئے بدل گئی کہ دکھانا یہ چاہتے تھے کہ آج میں نے شجرۂ طیبہ کی بھی تشریح کر دی ہے پہچان لو میں ہوں مجھ سے زہراؑ اور علیؑ ہیں اور ان سے حسنؑ اور حسینؑ اب جہاں تک شجرہ جائے صادقین کا۔

روز شجرے کو دیکھتے جانا، سچے آتے جائیں گے اور تم سچوں کو ہر دَور میں پہچانتے جاؤ گے مقامِ مباہلہ پر جب پہنچے تو اہلِ بیتؑ سے کہا کہ میں جب دعا مانگوں تو تم سب آمین کہنا لیکن اب اُدھر سے یہ جواب ملا کہ ہم ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں اور تاریخوں میں لکھا ہے کہ ابھی صرف ہاتھ اُٹھے تھے ختمی مرتبتؐ کے کہ طوفان کے آثار آگئے تھے، زمین میں زلزلہ شروع ہوگیا نصرانی ڈر گئے تھے اور صرف یہ کہا کہ ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں اگر یہ کہہ دیں تو پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں۔ یہ جملہ غور طلب ہے اور میں سمجھتا ہوں اس پر اب تک غور نہیں کیا گیا۔ عیسائیوں نے کچھ اور کیوں نہیں کہا نہ یہ کہا کہ اگر یہ کہہ دیں تو آسمان پھٹ پڑے، یہ کہہ دیں تو زمین پھٹ جائے بلکہ یہ اشارہ کیا توریت، انجیل اور زبور پڑھنے والے عیسائی

پہاڑوں کی پوری تاریخ دیکھے ہوئے تھے وہ انجیل اور توریت کے پڑھے ہوئے تھے کہ اللہ نے بار بار یہ کہا ہے کہ یہ پہاڑ جو ہیں یہ زمین کی میخیں ہیں، اگر اللہ چاہے تو ان پہاڑوں کو چلا سکتا ہے تو شانِ ربوبیت دیکھ لیجئے پہاڑ اگر وہ چلا سکتا ہے تو یہ بھی چلا سکتے ہیں۔

نجران کے نصاریٰ جانتے تھے کہ کوہِ طور پہاڑ کس طرح موسیٰ کے کہنے سے بنی اسرائیل پر معلق ہو گیا تھا اپنی جگہ چھوڑ کر، وہ جانتے تھے کہ پہاڑ پر باطل اگر پناہ لے لیتا ہے نوحؑ کے مقابلے میں تو کس طرح پہاڑ ٹوٹ کر چکنا چور ہو جاتا ہے تو پہاڑ جب کبھی بھی حق کے مقابل آیا تو وہ باطل کا اشاریہ بنا ہے تو وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ پہاڑ دنیا کی سب سے بڑی چیز ہے۔ محاورۃً بھی بڑے کام کی تشبیہ پہاڑ سے دی جاتی ہے تو یہ محاورہ استعمال کیا کہ اگر کہہ دیں تو پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں، علما نے یہ تذکرہ کیا کہ یہ جملہ کیوں کہا کہ ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں تو بعض علماء نے لکھا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ روز مسجد نبویؐ میں آ رہے تھے رسولؐ کا چہرہ دیکھ رہے تھے، علیؑ کا چہرہ دیکھ رہے تھے اور فاطمہؑ کا چہرہ دیکھنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا چادر میں چھپا ہوا تھا، وہ کون سے چہرے تھے کہ جن کو دیکھ کر نصرانیوں نے کہا کہ ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں جو پہلی بار دیکھے ہیں تو علماء نے کہا حسنؑ کا چہرہ تھا اور حسینؑ کا چہرہ تھا۔

نجران کے عیسائی پیچھے ہٹ گئے انہوں نے کہا ہم مباہلہ نہیں کریں گے تو نجران کے عیسائی لعنت سے بچ گئے۔ ہم کاذبوں پر لعنت کریں گے وہ مقابلے سے ہٹ گئے، لعنت اُن پر نہیں ہوئی اور یہ فیصلہ ہو گیا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ صادق ہیں اب اِن کے مقابل جو آئے گا وہ جھوٹا اور وہ لعنت کا مرتکب ہوگا۔ اب ان پانچ

میں سے کسی ایک کے مقابل کوئی کبھی بھی آ جائے ، کبھی بھی آ جائے چاہے علیؑ
کے مقابل آئے یا فاطمہؑ کے مقابل یا حسنؑ کے مقابل یا حسینؑ کے تو لعنة الله
علی الکاذبین آج رسولؐ نے فیصلہ کر دیا اب ایک تاریخ کا فیصلہ۔

اور یہ عجیب فیصلہ میں کروانے جا رہا ہوں اور یہ میں صرف پڑھ رہا ہوں
اپنے سنّی لڑکوں کے لئے جو روز آتے ہیں میری تقریر سننے کے لئے اور میرے
بے تکلف دوست اور اُن سے میں یہ زبانی بات بھی کہہ چکا ہوں اور اب میں منبر
سے پڑھ رہا ہوں تو اُن سے یہ بحث ہوئی تھی تو میں نے یہی دلیل دی تھی اور
میں تو دلیل نہیں دوں گا میں آپ پر چھوڑ دوں گا، نہ میں تبرّا پڑھتا ہوں نہ میں
مناظرہ، میں دعوتِ فکر دیا کرتا ہوں اس پہ ذرا سا غور کر لیں آپ۔ تاریخ میں
رسولؐ اللہ نے بہت سے لوگوں سے کہا کہ یہ صادق ہیں اور سچے ہیں لیکن تاریخ
نے تلاش کر کے دیا تو چار نام دیئے کُل چار نام ظاہر ہے کہ سچّوں کے ساتھ جب
ہو جاؤ تو مع الصادقین تو رسولؐ کو یہ بتانا تھا کہ سچے کون ہیں مباہلے میں
فیصلہ ہو چکا لیکن اب میں مسلمانوں کی تاریخ کی بات کر رہا ہوں۔ مباہلے کو
چھوڑ دیجئے مسلمانوں کی تاریخ میں چار سچے نظر آئے جن میں سے دو مرد ہیں
اور دو عورتیں ہیں دو سچے مرد ہیں دو سچی عورتیں مناظرہ نہیں ہے یہ دعوتِ فکر
ہے۔ رسولؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کا صدیقِ اکبر مولائے کائنات علی ابنِ
ابوطالبؑ ہے اور دوسری طرف حدیثوں نے کہا نہیں یہ بھی فرمایا کہ میری اُمت
کا صدیقِ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور صدیقہ کہا اُم المومنین
حضرت عائشہ کو کہ یہ سچی عورت ہے اور فاطمہؑ کے لئے کہا کہ میری بیٹی صدیقہ
طاہرہ ہے تو اب رسولؐ کی زبان سے چار سچے بنے، دو سچے مرد، مسلمانوں کی

تاریخ میں دو سچے ہیں۔ اب میں نے دو حصے کر دیئے ایک تاریخ آلِ محمدؐ میں سچا صادق ہے، یہ علیؑ ہیں اور ایک مسلمانوں کی تاریخ کے سچے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ میں دو سچے ایک صدیقِ اکبر اور ایک صدیقہ۔ آلِ محمدؐ کی تاریخ میں ایک صدیق اکبر ایک صدیقہ۔ اب صاحب ہوا کیا۔ رسولؐ نے کہا تھا کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ صادقین، سچوں کا ساتھ دو اور چار سچے دے دیئے دو سچی عورتیں دے دیں اور دو سچے مرد دیئے یہ عجیب بات ہوئی کہ تاریخِ آلِ محمدؐ کا صدیق اکبر علیؑ جمل میں خلیفۂ وقت تھا اور مسلمانوں کی تاریخ کی صدیقہ سامنے آ کھڑی ہوئی اور فدک میں مسلمانوں کا صدیق اکبر تخت پر تھا آلِ محمدؐ کی صدیقہ سامنے کھڑی تھی۔ یہ اِن کو جھوٹا کہہ رہے تھے وہ اُن کو جھوٹا کہہ رہے تھے۔ فدک میں ایک صدیق اکبر کو صدیقہ نے کہا فدک میرا ہے تم جھوٹے ہو اُس نے کہا تم جھوٹی ہو فدک تمہارا نہیں۔ دو سچے ٹکرا گئے ایک سچی عورت ایک سچا مرد دونوں آمنے سامنے۔ جمل میں ایک سچا مرد ایک سچی عورت وہ کہہ رہی تھی تم قاتلِ عثمان ہو علیؑ کہہ رہے تھے میں قاتلِ عثمان نہیں ہوں، نام بتاؤ میں سزا دوں گا۔ ایک دوسرے پر الزام دے رہے تھے۔ اب فیصلہ کیسے ہو چاروں میں سچا کون ہے۔ اپنے دوستوں کے لئے دعوتِ فکر کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہ چاروں ایک دوسرے کو جھوٹا کہہ رہے ہیں سچوں کے ساتھ کیسے ہو جائیں تو ضرور پھر رسولؐ نے کوئی ایسا انتظام کیا ہوگا۔ مباہلے کو چھوڑ دیجئے فیصلہ ہو چکا ہے اُس سے ہوسکتا ہے فیصلہ لیکن ضرور کوئی فیصلہ ایسا کیا ہوگا کہ چار میں اگر دعوے دار سب ہوں تو پھر اُن میں سے سچوں کو تلاش کرنا ہے تو کس طرح تلاش کرو گے اگر رسولؐ نے نہیں بتایا تو تاریخ تو فیصلہ کر دیتی ہے کہ کیوں نہ ہم اس طرح فیصلہ کر

لیں کہ چاروں سچوں میں جو اپنی اپنی اس حرکت پر، عمل پر بعد میں نادم ہو گیا ہو تاریخ میں وہ جھوٹا ہے اور جو نادم نہ ہوا ہو وہ سچا ہے۔

علماء سے پوچھو اور تاریخ میں تلاش کر لو نادم کون ہوا اور اگر کہو تو تاریخِ اسلام سے سنا بھی دوں۔ علیؑ نے کہا بیٹا حسنؑ جاؤ نانی سے یہ کہہ دو کہ وہ کہہ دوں گا جو رسولؐ کہہ گئے ہیں تو اب بڑے نواسے نے نانی سے جا کے کہہ دیا شہزادہ جب آیا تو ایک طرف کے بال سُلجھا چکی تھیں اور دوسری طرف کے بالوں میں شانہ کر رہی تھیں۔ ناقہ لاؤ میں واپس جاؤں گی اور واپس ہو گئیں اور اُس وقت تک یہ نظر آتا ہے کہ جب علیؑ کی شہادت کی خبر آئی ہے تو پھر مزارِ رسولؐ پر جا کے کہا کہ جو سب سے زیادہ آپؐ کو عزیز تھا وہ آج دنیا سے اُٹھ گیا، نادم کون ہے؟ اب علیؑ کی تاریخ میں دکھا دو کہ جمل کے بعد کہیں پر کچھ کہا ہو اور اُدھر دیکھ لو اب آنسوؤں سے تر ہو گئی عبا۔ مسلمانوں کے سچے کی آنسوؤں سے ریشِ مبارک تر ہو گئی ہے اور بار بار کہتے ہیں ساتھی سے کہ تم نے کیا کر دیا میں تو جاؤں گا رسولؐ کی بیٹی کے پاس اور گئے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ ہم معذرت کے لئے آئے ہیں نادم کون ہے؟ رسولؐ کی بیٹی نے ایک اور بڑا فیصلہ کر دیا اور عجیب فیصلہ کر دیا کہا تم نے سنا ہے بابا سے یہ حدیث کہ فاطمہؑ میرے دل اور جگر کا ٹکڑا ہے اور جس نے فاطمہؑ کو تکلیف پہنچائی اُس نے رسولؐ کو تکلیف پہنچائی جس نے رسولؐ کو تکلیف پہنچائی اُس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی، جس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

شہزادی فاطمہ زہراؑ نے کہا سنو میں مرتے دم تک تم لوگوں سے ناراض رہوں گی، بات ختم ہو گئی۔

تاریخ نے فیصلہ کر دیا کہ سچے کون تھے تو اب کل جیسا کہ کہہ رہا تھا کہ جابر کو رسولؐ اولوالامر کے نام بتا رہے تھے یہاں پر رُکے تھے، پانچویں کا نام یہ ہوگا اور تم اُس سے ملاقات کرو گے یہاں یہ کل حدیث رُک گئی تھی اُس کے بعد فرمایا جابر سنو میرا چھٹا اولوالامر جانشین جو ہوگا اُس کا نام جعفر ہوگا لیکن لقب اُس کا صادق ہوگا یعنی صادقین اِسی گھرانے میں آئیں گے اور یہ بھی فرما دیا جابر سے، کہا جابر سنو اگر میرے اُس بیٹے کے علاوہ کسی نے اپنے نام کے ساتھ صادق کا لفظ لکھا تو کاذب ہوگا اور مشکل یہ ہے امام کے حالات کیسے بیان ہوں، تفصیلات کتابوں میں ہیں لیکن اب ایک اور حیرانی کہ آج سے چار پانچ سال پہلے دنیا کے پچیس اسکالر مختلف مُلکوں کے ایک جگہ جمع ہوئے کس طرح یعنی یہ اسکالرز کہاں جمع ہوئے، فرانس کے ساحلی شہر اسٹراسبرگ میں اور اُس میں شگاگو یونیورسٹی امریکہ کا پروفیسر، مغربی جرمنی کی یونیورسٹی کے پروفیسر، پیرس، لندن، ہالینڈ اور بلجیم کی یونیورسٹیوں کے تمام پروفیسران، پچیس آدمی جمع ہوئے دنیا بھر کے پڑھے لکھے لیکن کس بات کی میٹنگ تھی، ان ملکوں نے فیصلہ کیا تھا کہ بغیر علومِ جعفری کی روشنی کے ہم اپنے آپ کو اچھا نہیں بنا سکتے کہ یہ سب پچیس آدمی مل کر یہ بتائیں کہ جعفرِ صادق کی سوانح حیات کیا تھی اور وہ پچیس اسکالرز بیٹھے کام کرنے کے لئے اور پچیس کے ذمے یہ کام تھا کہ تم جلد سے جلد سوانحِ حیات لکھو۔ پچیس آدمیوں نے مل کر امام کی سوانحِ حیات لکھی اور اُس کے نہ معلوم کتنے ایڈیشن دنیا کی زبانوں میں چھپے۔ ایران میں اُس کے ایڈیشن چھپے اُس میں سے کُل دو ابواب کا ترجمہ آپ کے کراچی میں ہو سکا بس عجیب و غریب کتاب ہے کاش کہ پوری کتاب چھپ جاتی۔ اب آپ دیکھیں اُس

کتاب کو جو میں نے پڑھا اور اپنے یہاں کی کتابیں پڑھیں تو فرق محسوس کیا اس لئے کہ وہ جو مسلمان نہیں تھے وہ لکھ رہے تھے اور اُن کے لکھنے کا انداز دیکھیے ذرا سا بس فرق دکھانا چاہ رہا ہوں کہ کاش اِسی طرح ہمارے یہاں بھی کام شروع ہوجائے اور ہمارے اسکالرز بھی اِسی طرح کام کرنے لگیں۔ اب آپ اٹھائیں کتاب اور معصوم کی سوانحِ حیات پڑھیں تو ملے گا پندرہ شوال کو مثال کے طور پر وفات ہے سترہ ربیع الاوّل کو ولادت ہے اب وہ لکھیں گے کہ سترہ ربیع الاوّل ۸۳ ہجری میں امام کی ولادت مدینے میں ہوئی بات ختم ہوگئی۔ مغربی اسکالرز نے کم سے کم پچیس صفحے صرف ولادت پر لکھ دیئے آپ پوری کتاب پڑھتے جائیں تو جو چیز بھی اُس میں لکھی ہے پورے پورے مناظر دکھائے ہیں اور وہ یہ لکھتا ہے کہ جی دو چار چیزیں وہ دکھانا چاہتا ہوں کہ لکھنے کا فرق کیا ہے اسکالرز کا باہر کے اور ہمارا، ہماری سوچ کیا ہے اور وہ کہاں پہنچ گئے اور ہم کہاں ہیں۔ امام ہمارا، اسلام ہمارا لکھ وہ رہے ہیں۔

کتاب کا نام ہے ''مغزِ متفکر جہانِ شیعہ'' امام کی ولادت کا حال کتاب میں لکھا کہ ایک بار حجرے سے دایہ برآمد ہوئی بچّے کی ولادت ہوئی تھی، کس کے یہاں ولادت ہوئی تھی اب وہ تفصیل بتاتا ہے وہ کہتا ہے کہ امامِ محمد باقرؑ کے یہاں بیٹا پیدا ہوا اور محمد باقرؑ کی زوجہ کا نام اُمِ فروۃؑ ہے اب وہ لکھتا ہے کہ اُمِ فروۃؑ قاسمؑ کی بیٹی، قاسمؑ کون محمد کتاب میں تحریر ہے کہ شہر بانوؑ کی دوسری بہن گیہان بانو کا بیٹا قاسمؑ اور ایران کی شہزادی کی پوتی کا نام اُمِ فروہ اور وہ پانچویں امام کی زوجہ ہیں۔ پوری تفصیل کتاب میں موجود ہے کہ دایہ باہر آئی اُس نے اِدھر اُدھر پوچھا باپ کدھر ہے پتہ چلا کہ وہ تشریف فرما نہیں ہیں ہاں آگے جاؤ باہر کے

حجرے میں نومولود کے دادا تشریف فرما ہیں، اپنے حجرے میں علی ابن الحسینؑ شیعوں کے چوتھے امام تشریف فرما تھے دایہ قریب پہنچی پردے کے پاس اُس نے سلام عرض کیا اور کہا مبارک ہو آپ کو اللہ نے ایک پوتا عنایت کیا ہے امام نے کہا بڑی مسرت کی بات ہے کیا تو نے بچّے کے باپ کو اطلاع دے دی، کہا وہ اس وقت تشریف فرما نہیں ہیں۔ اب امام فرماتے ہیں کہ ذرا یہ بتا کہ یہ میرا پوتا بہت خوبصورت ہے نا یہ نہیں پوچھا کیا خوبصورت ہے بڑا خوبصورت ہے نا تو دایہ نے کہا جی ہاں بچّہ بہت خوبصورت ہے لیکن ایک خاص بات آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ بنی ہاشم کی آنکھوں کا رنگ خدا کی قسم کسی نے اس طرح ریسرچ نہیں کی، کسی امام کی سوانحِ حیات کیا کہنا ان مغربی اسکالرز کا کہا بنی ہاشم کی آنکھوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے لیکن اُس بچّے کی آنکھوں میں سیاہی کے ساتھ نیلگوں رنگ بھی ہے۔ آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔ مسکرائے امام اور کہا تجھے حیرانی نہیں ہونی چاہیئے یہ اس بچّے کی دو دادیوں کا اثر ہے اس لئے کہ میری ماں شہر بانوؑ اور قاسم کی ماں گیہان بانو وہ بھی ایران کی شہزادی شہر بانوؑ کی بہن دو دادیوں کا اثر آنکھوں میں مل رہا ہے۔ میری ماں شہر بانوؑ کی آنکھوں کا رنگ اور اُن کی بہن گیہان بانو کی آنکھوں کا رنگ بھی شامل ہے اور یہاں پر سائنس کے ذریعے سے یہ بتاتا ہے کہ آنکھیں اکثر دادیوں اور ماؤں پر ہوا کرتی ہیں۔

اس طرح ولادت پر پورا باب لکھا گیا ہے، اب آپ کتاب دیکھیں گے تو کسی امام کے بچپن کے دو چار واقعات ملیں گے۔ مغربی اسکالرز نے کہاں کہاں سے ریسرچ کی ہے اور کس طرح ریسرچ کر کے وہ لکھتے ہیں کہ عام طور سے بچّے کھیلا کرتے ہیں ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ امام کھیلتا ہے یا نہیں اور جبکہ

فطرت میں کھیل ہے تو وہ اُس کو نظر انداز نہیں کرتا۔ وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ آیا کیا بچپن میں بھی یہ لوگ اتنے سنجیدہ ہوا کرتے تھے یا فطرتِ الٰہی کی طرف مائل ہو کر کھیلا بھی کرتے تھے تو کہتا ہے ہاں دو چار مناظر ملتے ہیں کہ امام محمدؑ باقر کا بیٹا کھیلتا تھا لیکن کہاں کھیلتا تھا، محمد باقرؑ نے مسجدِ نبویؐ میں مدرسہ تعمیر کیا تھا اُس کے گوشے میں یہ بچّہ مدینے کے ہم سِن بچّوں کے ساتھ آٹھ اور نو سال کے سِن میں کھیلا کرتا تھا کھیلتا تھا یہ بچّہ مدینے کے بچّوں کے ساتھ لیکن مصنّفین لکھتے ہیں کہ جب بھی کھیل دیکھا تو کھیل یہ تھا کہ مدینے کے تمام بچے حلقے میں مؤدب بیٹھے ہیں اور ایک مقام پر یہ بچہ اپنے سر پر عمامہ باندھ کر بڑے مؤدب طریقے سے بیٹھا ہوا درس دے رہا ہے۔ جب بھی کھیل دیکھا تو یہی کھیل دیکھا اور انداز یہ کہ وہ ایک ایک بچّے سے پوچھتا ہے کہ اب تم بتاؤ کہ وہ کون سا پھل ہے کہ جو سرخ ہے مگر مزا اُس کا ترش ہے۔ اگر کوئی جواب نہیں دیتا تو اُستاد بتاتا ہے نو سال کا استاد، دوسرے بچّے سے پوچھتا ہے بتاؤ یہ پیلا پھل کون سا ہے کہ جس کا ایسا مزا شیریں ہے لیکن بتاؤ وہ درخت میں لگتا ہے یا بیل میں لگتا ہے اور کبھی کبھی مشکل ترین الفاظ عربی کے دیتے تھے اور کہتے تھے ذرا اس کو دُہرا کر دیکھو۔ وہ کہتے ہیں یہ کھیل تھا اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ کیونکہ مصر، یونان، ہند اور تمام ملکوں کے لوگ پانچویں امام کی درسگاہ میں آ کر درس لیا کرتے تھے تو مصر کا ایک شخص جب مصر سے چلا ملنے کے لئے امام سے تو اُس نے سنا کہ ایک بیٹا بھی ہے امام کے آٹھ نو سال کا تو سوچا بچّے کے لئے کوئی تحفہ لے کر چلے۔ خدا کی قسم کسی کتاب میں ہمارے یہاں یہ چیزیں نہیں ملیں۔ بہت ڈھونڈا ہم نے تحفہ لے کر چلا تو اُس زمانے میں مصر میں لکڑی کے برادے سے کھلونے بنتے تھے اُسی

زمانے میں مصر والوں نے نظامِ شمسی پر مشتمل ایک کھلونا بنایا تھا جسے آج کی دنیا گلوب کے نام سے یاد کرتی ہے وہ مصر میں پہلی بار بنا تھا لکڑی کا گلوب یعنی اُس میں تمام سیاروں کا نقشہ اور دنیا کا نقشہ اور اُس میں یہ بتایا گیا تھا کون سا سیارہ کب چلتا ہے اور کس سیارے سے ہوتا ہوا آفتاب زمین کے گرد چکر لگاتا ہے۔ امام محمد باقرؑ نے بیٹے کو آواز دی کہا یہ مصر سے آیا ہے اور تمہارے لئے یہ تحفہ لایا ہے نو سال کا بچّہ آیا اور ایک بار گلوب کو گھما کر دیکھا اور کہا بابا یہ مصر والوں نے کیا ایجاد کر دیا کہا کیوں، کہا یہ آفتاب بھی زمین کے گرد چکر لگاتا ہے یہ تو غلط ہے اب تو حیران ہو کے بچّے کو دیکھ رہا ہے اُس کے بعد بتانا شروع کیا یہ سیّارے کی چال بھی غلط ہے آفتاب کبھی اپنی جگہ نہیں چھوڑتا بلکہ زمین آفتاب کے گرد چکر لگاتی ہے۔

امام صادقؑ نے پہلی بار یہ نظریہ بچپن میں دیا کہ زمین آفتاب کے گرد چکّر لگاتی ہے۔ ایسے ہوتے ہیں صادق۔ یہ بچپن ہے ابھی۔ ولید بن عبدالملک خلیفۂ وقت دمشق سے مدینے آ رہا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا جو گورنر ہے مدینے کا اور اُس نے کہا کہ خلیفۂ وقت آ رہا ہے آپ ملنے جائیں گے۔ امامؑ نے کہا نہیں میں نہیں جاؤں گا کیسے جاؤں میں، کہا مجھے معلوم ہے آپ اُس کو صحیح خلیفۂ وقت نہیں سمجھتے اس لئے آپ نہیں جائیں گے لیکن بات یہ ہے کہ پوری مملکت میں یہ بات مشہور ہو چکی ہے اور بادشاہ کے مخبر بھی موجود ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کو خاندانِ آلِ محمدؐ سے بڑی عقیدت ہے اور مولا اگر آپ نہیں جائیں گے اُس سے ملنے تو میں معزول کر دیا جاؤں گا۔ میں جو آپ کے ساتھ نیکیاں کرنا چاہتا ہوں وہ کر نہیں سکوں گا۔ چہرہ اُٹھایا کہا

اچھا عمر بن عبدالعزیز تیری وجہ سے جاؤں گا، امامؑ گئے، ملاقات ہوئی اُس نے
پوچھا کہ آپ کی زندگی کس طرح گزر رہی ہے خرچ کا کیا حساب ہے تو آپ
نے فرمایا کہ تجھے معلوم ہے کہ میرے جد نے مدینے سے باہر ایک گاؤں خریدا
تھا علی مرتضیٰ نے اور بنجر زمینوں کو کھیتی کے قابل اپنے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ کے
ساتھ بنا دیا تھا۔ جلوس کی ایک مجلس ہوئی تھی چار محرم کو ڈپٹی صاحب کی یہاں کی
مجلس میں اس موضوع پر تقریر کر چکا ہوں یہ مولا علیؑ ینبع کی زمینوں کو کاشت
کے قابل بنا دیا تھا، آج سعودی عرب اپنے ملک کا آدھا غلّہ اُسی زمین سے
حاصل کرتا ہے جو علیؑ نے زمین بنا کے دی تھی اپنے بیٹوں کے ساتھ اور زراعت
کا پیشہ آلِ محمدؐ کے گھرانے میں ہمیشہ رہا اور نویں امام تک ینبع علاقے میں
زراعت ہوتی تھی اور کھیتیوں اور باغوں میں پانی یہ ائمہ دیا کرتے تھے، کھیتی
باڑی کیا کرتے تھے۔ زیادہ تر انبیاء اور ائمہ کا پیشہ زراعت تھا۔ آپ نے کہا
کچھ زمین ہے ہماری مدینے سے باہر اور زراعت ہوتی ہے اُسی سے جو غلّہ آتا
ہے ہمارے خاندان کی پرورش ہوتی ہے، اُس نے کہا میں مدینے سے باہر تک
کچھ زمینیں آپ کے نام لکھنا چاہتا ہوں کہا نہیں ہمیں ضرورت نہیں ہمارے
پاس ہیں زمینیں اور یہ کافی ہیں کہا آپ کی اولاد کے لئے کہا ہم اپنی اولاد کو کاہل
نہیں بنانا چاہتے وہ بڑے ہوں گے تو اپنے لئے خود انتظام کریں گے۔ ہمیں
زمینیں نہیں چاہئیں اور اُس کے بعد اُٹھ کر چلے آئے۔

کسی مجلس میں یہ روایت میں نے پڑھی تھی زینبؑ واُمِ کلثومؑ کو لے کر نانا کے
مزار پر علیؑ گئے تو ایک صاحب نے یہ فرمایا تھا فاصلہ ہی کیا تھا جو راستے کا بیان
کیا گیا اس لئے کہ مسجدِ نبوی کے حجرے میں ہی تو علیؑ رہتے تھے نہیں صاحب

جب یہ واقعہ ہوا تو علیؑ کی اولاد میں اضافہ ہو چکا تھا، ایک حجرے میں اتنی اولاد ازواج نہیں سما سکتیں اور اب تاریخ نے یہ لکھا کہ دوسری خلافت کے دَور میں علیؑ بیرونِ مدینہ جو زمین آباد کر چکے تھے وہاں پر مکان بنوالیا تھا۔ وہاں رہتے تھے یعنی مدینے کو علیؑ نے چھوڑ دیا تھا۔ سیاست سے بچنے کے لئے تاکہ وہاں درس دے سکیں سکون کے ماحول میں اور وہاں پر مکان تھا اور ابھی آج ہی صبح ایک ہمارے بزرگ عاطف حسین صاحب یہ اسکالر ہیں موجود ہیں یہاں مجلس میں تشریف لائے اور ایک کتاب لائے مکے اور مدینے کی تاریخ پر، جس میں یہ درج تھا کہ مدینے میں کتنے محلے ہیں مکے میں کتنے محلے ہیں اور اُس میں اُنہوں نے نشان لگا کر بتایا کہ یہ وہ محلہ ہے مدینے کے باہر جہاں پر مسجد علیؑ موجود ہے اور وہاں جنابِ فاطمہؑ کی چکّی بھی رکھی ہوئی ہے تو اب یہ ثابت ہو گیا کہ گھر جو ہے وہ خلافت کے دَور میں ہی مسجدِ نبویؐ سے ہٹایا جا چکا تھا۔ اب مغربی اسکالرز یہ لکھتے ہیں کہ خلافت کے دور میں خلیفہءِ وقت نے رسولؐ کی تمام بیویوں کو معاوضہ دے کر حجرے خرید لئے تھے مسجد کو تعمیر کرانے کے لئے اور وہ آگے لکھتے ہیں کہ آخری دَور تھا کہ ایک آدھ حجرے رہ گئے تھے ولید کے دَور میں تو اُس نے وہ حجرے خرید لئے اور خریدنے کے بعد اُس نے کہا طویل ترین مسجد بنائی جائے لیکن جب مسجد بننے لگی اور حجرے تمام توڑے گئے تھے ولید کے دور میں اور بنیادیں رکھی جانے لگیں تو اُس نے یہ کہا عمر بن عبدالعزیز سے کہ مسجد تو تعمیر کر رہے ہیں لیکن اُس مسجد سے ملا ہوا تمہارے امام کا مدرسہ ہے اُسے میں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ جان رہا تھا کہ یہ درسگاہ اتنی بڑی ہے کہ بیرونِ ملک کے طالبِ علم آتے ہیں، اُس نے مدرسے کو ہاتھ نہیں لگایا مسجد تعمیر ہونا شروع ہوئی امام کا وہ

دس سال کا بیٹا آیا اور کہا بابا اجازت ہے کہ میں تعمیر مسجدِ نبوی میں حصہ لوں، کہا جعفر چھوٹے ہو کہا بابا آپ کا بیٹا ہوں کہا اچھا اجازت ہے اب یہ ملتا ہے کہ وہ کھیل جو تھا مدینے کے بچوں کے ساتھ وہ رُک گیا ایک دم سے اس لئے جب بچے آئے صبح کو تو یہ دیکھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا معصوم بیٹا اینٹیں رکھ رہا ہے، دیوار اُٹھا رہا ہے، گارا لا رہا ہے، دیواریں بن رہی ہیں، مسجد نبوی کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ یہ کیوں کہا یہ باپ سے کہ مسجد کی تعمیر میں حصہ لوں، بتانا چاہ رہے تھے کہ جب یہ مسجد پہلی بار بنی تھی تو گارا بھی میرے جد علیؑ نے بنایا تھا، دیواریں بھی میرے جد نے بنائیں تھیں تو حصہ لے کر میں بتا رہا ہوں کہ اب بھی بنے گی تو میرے ہاتھ سے یہ مسجد بنے گی۔

اُس وقت جب علیؑ مسجد بناتے جا رہے تھے تو کہتے جا رہے تھے اُن لوگوں کی طرف دیکھ کر جو بیٹھے باتیں بنا رہے تھے، شعر کہہ رہے تھے، علیؑ یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے ''کیا باتیں بنانے والے اور دیوار اُٹھانے والے دونوں برابر ہو سکتے ہیں'' تو جد کا یہ واقعہ یاد تھا۔ امام کی عمر کیا ہے نو دس سال، میں اپنے جوان بھائیوں سے کہوں گا کہ کیا تم معماری کا کام نہیں کر سکتے یہ کیسے کر سکتے ہیں۔

ایک بات کہنا چاہ رہا ہوں اگر امام کو صادقؑ مانتے ہیں، سچا مانتے ہیں، امام مانتے ہیں، سیرت پر آپ معصومینؑ کی عمل کرنا چاہتے ہیں تو دعوتِ فکر دے رہا ہوں۔ پینتیس سال ہو گئے گولی مار کا جعفریہ امام بارہ نہ بن سکا اور یہ امام بارہ شہدائے کربلا انچولی کا بھی آپ کے سامنے ہے، اب تک نہ بن سکا۔ اگر قوم کا ہر جوان مل کر صرف ایک بلاک رکھ دے تو خدا کی قسم سال بھر میں دونوں

امام باڑے بن جائیں۔

ایک ایک بلاک ایک ایک جوان لائے اور ایک بلاک ملا کر رکھتا چلا جائے جتنے جوان ہیں ایک ایک بلاک رکھیں، بس دیکھتے ہیں کیسے امام باڑہ نہیں بنتا، یہ بھی اور وہ بھی تعمیر ہو جائے گا، کب تک سیاست لڑاؤ گے، صرف باتیں، اِدھر کھڑے ہو گئے بحث، اُدھر کھڑے ہو گئے بحث، یہ سیاست، وہ سیاست، یہ کیا سیاست، تعمیری کام کرو تا کہ عزا خانوں کی بنیادوں میں تمہارا نام جو ہے وہ اس طرح شامل کر دیا جائے کہ محشر میں تمہارا نام جب آئے نامۂ اعمال میں تو یہ لکھا ہوا ہو کہ تم نے عزا خانہ تعمیر کیا۔ وہ عزا خانہ جس کو پہلی بار کس نے بنایا تھا، پہلا عزا خانہ آپ کو معلوم ہے کس نے بنایا تھا۔ پہلا عزا خانہ بیت الحزن رسولؐ کی بیٹی کے لئے علیؑ نے بنایا تھا اپنے بابا کو رونے کے لئے اُسی عزا خانے ''بیت الحزن'' میں جاتی تھیں، اور بعد کربلا پہلا عزا خانہ جو بنا مدینے میں وہ ایک نہیں بنا تھا بلکہ سب نے ایک ایک بنایا تھا۔ اس طرح ہر بی بی کا گھر عزا خانہ بن گیا تا کہ آپ یہ سوچیں اور فکر کریں ہمارے جوان کہ یہ ہم کر سکتے ہیں یا نہیں۔

جب ہمارے ائمہؑ نے کیا اور اب چونکہ میں زور زیادہ دے رہا ہوں سیرتِ معصومینؑ میں کہ علم کیا ہے روزانہ تم غور کرتے ہو گے تو میں انہی مسائل پر زیادہ گفتگو کرتا ہوں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کی زندگی کے بارے میں یہ تو مغربی اسکالرز کی ریسرچ تھی جو میں نے تھوڑی سی پیش کر دی اب اپنی ریسرچ جو ہے سامنے ہماری کتابوں میں وہ یہ کہ معصوم کا دور جو ہے چھٹے امام کا یہ وہ دور ہے کہ جب بنی امیہ اور بنی عباس آپس میں لڑ رہے تھے، خلافت کے لئے تو لوگوں نے لکھا کہ ہمارے ہر امام کی عمر جو تھی مختصر تھی یہ واحد امام ہے جس کی عمر پینسٹھ سال

ہے۔ اُس کی وجہ لکھی یعنی مولا نے فرمایا تھا کہ ہم موت سے کبھی مر ہی نہیں سکتے تھے یہ عجیب بات ہے مولاؑ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی موت سے کیوں نہیں مر سکتے تھے کہا کہ انسان کو جب موت آتی ہے تو بے اعتدالی سے آتی ہے، ہم ائمہ اور معصوم بے اعتدال زندگی نہیں گزارتے۔ اس لئے مر نہیں سکتے اس لئے زندگی ہے علیؑ جب تک چاہتے اور اس طرح زندہ رہتے جیسے آخری امام زندہ ہے۔ اب پردے میں چھپا دیا ورنہ وہ بھی اب تک کہ گیارہ اماموں کی طرح شہید کر دیئے جاتے تو بات آ گئی تو کہہ دی کہ یہ کیا بات ہے کہ یہ وہ ائمہ اور معصومینؑ جنہوں نے نہ کسی کے گھر کو لوٹا، نہ کسی کو مارا، نہ کسی کو قتل کیا، نہ کسی کا حق چھینا نہ کسی کو اسیر کیا، اُس کے باوجود یہ اپنے دَور میں قتل کر دیئے جاتے تھے۔ اس کا کیا راز تھا دو جملوں میں بات سمجھ سکتے ہو، یہ کیوں اتنے نیک اور اچھے انسان قتل کر دیئے جاتے تھے کسی کو زہر دے دیا کسی کو قتل کر دیا کیوں؟ تو مثال سامنے کی ہے۔ یہ یہاں روشنی ہو رہی ہے اور یہ روشنیاں ساری بجھا دی جائیں، اندھیرا کر دیا جائے اور ایسے میں اس اندھیرے میں کوئی چور آئے کچھ چرانے کے لئے اب ایسے میں کوئی بزرگ کہیں سے ایک شمع، ایک موم بتی لے آئے امام باڑے سے اور ماچس جلا کر شمع جلا دے تو آپ یقین کریں کہ وہ چور اگر پستول سے فائر جو کرے گا اُس شخص پر نہیں کرے گا جس نے روشنی جلائی ہے بلکہ روشنی پر کرے گا یہ کیوں اس لئے کہ پہلے روشنی کو گُل کر دو ورنہ روشنی میں میرا چہرہ پہچان لیا جائے گا۔ اندھیرا کر دو پھر ہم اپنا کام کر جائیں گے تو دنیا دشمن روشنی کی ہوتی ہے، شمعِ امامت جب جلتی تھی تو روشنی پھیلتی تھی۔ یہ جرائم کرنے والے تو ڈرتے تھے کہ روشنی میں جرم نہ کر سکیں گے اس لئے پہلے روشنی گُل کرو

پھر اپنا کام کرتے رہو تو چراغِ امامت کو بجھایا اس لئے جاتا تھا کہ اندھیرے میں جو کر سکتے ہو وہ کرلو اس لئے یہ دشمن تھے شمعِ امامت کے تو اللہ نے کہا اچھا تو گیارہ شمعیں روشن کیں تو دشمنوں نے بجھا دیں۔ اب یہ آخری شمع فانوس میں رہے گی، روشنی پھیلائے گی، بجھا نہ سکو گے، ہم حفاظت کریں گے، تو اب یہ امام صادقؑ کی طویل عمر کیسے ہوگئی تو لوگوں نے کہا کہ ٹھیک ہے،، تو جہ نہیں تھی کسی کی کہ کوئی زہر دے دے۔ بنی امیہ اور بنی عباس آپس میں لڑ رہے تھے۔ آلِ محمدؐ کو کچھ دن کے لئے بھول گئے تھے اس لئے امام کی عمر پینسٹھ برس ہوگئی اور علوم پھیلانے کا موقع مل گیا۔ سب سے زیادہ علوم جس امام نے پہنچائے اُس کا نام ہے امامِ صادقؑ اور ہماری ملت اُن ہی کے نام سے ملتِ جعفریہ ہے اور ہماری فقہ اُنھیں کے نام سے فقہ جعفری ہے۔ اس لئے حدیثوں کی تدوین بھی ہوگئی، حدیثوں کا حساب بھی ہوگیا، رجال دیگر علوم منطق فلسفہ یعنی ہر علم امام صادقؑ نے بیان فرما دیا اور تحریر کروا دیا، اور اب عالم یہ ہے کہ اسی دور میں دہریت کا ظہور ہوا۔ دہریئے لوگ چھٹے امام کے دور میں پیدا ہوئے کیونکہ ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ ہم واقعۂ کربلا کا انتقام لے رہے ہیں۔ جگہ جگہ یہ آگ بھڑک رہی تھی تو جو جنگ سے بچنا چاہتے تھے اور آلِ محمدؐ سے بھی بچنا چاہتے تھے وہ سب دہریئے ہو گئے، مذہب کو چھوڑ کے لادین ہو گئے، ارے چھوڑو یہ اسلام میں کیا ہے، تو یہی آجکل بھی ہوتا ہے کہ جب آپس میں جنگ شروع ہوتی ہے تو زیادہ تر نوجوان دہریئے بن جاتے ہیں، لامذہب بن جاتے ہیں۔ مذہب اور دین سب بیکار چیز ہے چھوڑو۔ سب ہٹاؤ کون مانے تو بھئی اس سے بچئے کہ آپس کی جنگ نہ ہو۔ ورنہ سب دہریئے ہو جائیں گے اور انہیں واپس لانا مشکل ہو جائے گا اور

امامِ صادقؑ کے لئے بھی مشکل ہوگئی، سب دہریئے! طرح طرح کے سوال کرتے تھے اور مسلمانوں کو عاجز کرتے تھے، صاحب دہریوں کا یہ عالم کہ آپ کے امام سے بحث کرتے ہیں اور نئے نئے مسئلے لے آتے تھے۔ ایک دہریئے نے کہا ثبوت دیجئے کہ اللہ ہے کہا تیرا نام کیا ہے، لوگ حیران ہوئے اب وہ تو پوچھ رہا ہے کہ ثبوت دیجئے توحید کا، آپ پوچھ رہے ہیں نام کیا ہے، نام تو بتا میں ثبوت دیتا ہوں، کہا میرا نام عبداللہ ہے، کہا عبداللہ کہاں سے تو ہوگیا، جب اللہ نہیں ہے اللہ کا بندہ ہوا کیسے؟ جب اللہ نہیں ہے، ظاہر ہے جب تو عبداللہ ہے تو اللہ ہے۔ جب تو بندہ ہے اللہ کا تو اللہ بھی ہے۔ ایک شخص آیا اور اُس نے کہا مجھے تو یقین نہیں آتا کہ اللہ ہے۔ کہا کبھی تو نے سفر کیا ہے، میرے خیال میں تجھے یاد آئے گا ابھی کہ تو نے سمندر کا سفر کیا ہے، کہا ہاں کیا ہے، کبھی ایسا بھی ہوا کہ کشتی تیری ڈوب گئی تھی، کہا ہاں ڈوب گئی تھی کہا پھر کیا ہوا کہا وہ لکڑی کا ایک تختہ تھا اُس پر میں پڑا بہتا جا رہا تھا کہا اُس وقت سوچ کیا رہا تھا، کہا میں سوچ رہا تھا کہ اب بھی کوئی ایسی طاقت ہے جو مجھے بچالے گی، کہا اُسی طاقت کا نام خدا ہے۔

ایک دہریئے نے مٹی اور پانی ایک شیشی میں جمع کیا اور اُس میں کیڑے پیدا کر دیئے اور کہا وہ تھوڑی خالق ہے میں بھی خالق ہوں۔ میں بھی تخلیق کرتا ہوں، میں نے کیڑے بنائے ہیں۔ امام پہنچ گئے اُس کے پاس کہا خدائی کا دعویٰ کرنے والا ہے، مخلوق بنائی ہے ذرا مجھے بھی دکھا۔ دیکھا تو اُس شیشی میں بہت سے کیڑے پڑے ہوئے تھے امامؑ کہنے لگے کہ یہ تو نے بنائے ہیں، کہا ہاں میں نے بنائے ہیں، کہا کہ ذرا اس میں یہ بتا کہ نر کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں

اور سُن اس میں جو مشرق کی جانب جا رہے ہیں اُن کو مغرب کی جانب بھیج دے، جو مغرب کی جانب جا رہے ہیں اُن کو مشرق کی جانب بھیج دے۔ اب حیران ہوا، کہا یہ تو نہیں کر سکتا اب دیکھ میں کرتا ہوں ایک بار اشارہ کیا جو مشرق کی طرف کیڑے جا رہے تھے وہ مغرب کی طرف چلنے لگے اور جو مغرب کی طرف جا رہے تھے وہ مشرق کی طرف۔ وہ بولا یہ کام آپ کے لئے مشکل کیا ہے آپ کا جد تو مغرب سے آفتاب نکالتا تھا یہ تو کیڑے ہیں۔

مسائل ہیں، توحید کے مسائل ہیں اسی طرح اور بہت سے مسئلے ہیں علمی مسئلے جو تاریخ میں موجود ہیں۔ جو مسائل پوچھے گئے نسلِ انسانی کے بارے میں، علم نجوم کے بارے میں زمین کے بارے میں، سائنس کے بارے میں، کیمسٹری، فزکس، الجبرا، یعنی دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں کہ جس کے بارے میں معصوم سے نہ پوچھا گیا ہو اور آپ نے تفصیلی جواب نہ دیا ہو اور اُسی میں سے ایک واقعہ پیش کر رہا ہوں اور تقریر ختم۔ پوچھا گیا کہ ذرا یہ بتایئے کہ جسمِ انسانی میں پیشانی پر یہ لکیریں کیوں ہوتی ہیں اور یہ بتایئے کہ یہ تھوڑی کیوں بنائی گئی اور یہ بتایئے یہ بھنویں سیاہ کیوں بنائی گئیں اور یہ پلکیں کیوں بنائی گئیں، بالوں کا رنگ کالا کیوں ہے۔ اس طرح کے سینکڑوں سوال ہوئے جس سے دو چار آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں، آپ نے فرمایا کہ پیشانی پر جو لکیریں ہیں وہ اس لئے ہیں کہ سب سے زیادہ پسینہ جو ہے وہ پیشانی پر آتا ہے اور یہ لکیریں اس لئے بنا دی گئیں اگر یہ لکیریں نہ ہوتیں تو پسینہ سیدھا آنکھ کی طرف آتا، یہ نالیاں ہیں نالیوں میں پسینہ رُک جاتا ہے اور دونوں اطراف سے بہہ کر ٹھوڑی تک آجاتا ہے اور ٹھوری پر پسینہ اس لئے جمع ہوتا ہے یہ قدرت کا انتظام یہ ہے کہ دانتوں

سے اور دماغ سے جتنی نسیں چلتی ہیں وہ آ کر یہاں ملتی ہیں اور اُن نسوں کو ہمیشہ ٹھنڈک کی ضرورت ہوا کرتی ہے وہ پسینہ اُن نسوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے اور بالوں کا رنگ کالا اس لئے ہے کہ کالے رنگ میں نور کو کھینچنے کی طاقت ہوتی ہے اور جو سورج کی کرن آنکھ کی طرف آتی ہے اُسی سے ہم دیکھتے ہیں۔ لیکن اگر ڈائریکٹ کرن آجاتی، سیدھی کرن آجاتی، براہِ راست آجاتی، تو ہم دیکھ نہ سکتے تھے تو کالا رنگ جو ہے بھنوؤں کا وہ سورج کی کرن کو اپنے اوپر لیتا ہے وہاں سے وہ ترچھی جا کر زمین پر پڑتی ہے جب وہ ترچھی پڑتی ہے تو اُس کے نور سے ہم دیکھتے ہیں اور پلکیں اس لئے بنائیں کہ آنکھ میں کوئی چیز آ کر پڑ نہ سکے۔ یہ معصوم نے اس طرح ہاتھوں کی لکیروں کے بارے میں، پیروں کی ہڈیوں کے بارے میں، ایک ایک چیز کے بارے میں بتایا کہ قدرت کا کیا راز ہے ان چیزوں کو بنانے میں کہ ایسا خالق کہ جو یہ کہہ دے کہ آج ہر علم میں وہ سچائی کی منزلِ ارتقا پر ہے اور اُس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ جو معصوم نے فرما دیا اور صداقت اور سچائی کی گواہی امام جعفر صادقؑ نے دی اور اگر تاریخ میں آپ دیکھیں گے تو کربلا میں سچائی کی سب سے بڑی گواہی حسینؑ کی شہادت پر جس نے دی اُس کا نام علی اصغرؑ ہے لیکن وہ تاریخ کا فاتحِ اکبر ہے یہ بچّہ چھ مہینے کا بچّہ عام طور پر ذاکرین جب مدینے سے سفر کا بیان کرتے ہیں، اُس وقت بھی یہی کہہ دیا کرتے ہیں کہ چھ مہینے کا بچّہ ہمراہ تھا یہ کربلا میں چھ مہینے کا ہے، چھ مہینے پہلے چھ مہینے کا نہیں ہے۔ خیال رکھیں یعنی مصائب بڑا باریک راستہ ہے۔ بڑے سوچ کر سمجھ کر تجزیہ کرنے کے بعد پڑھنا پڑتا ہے اور بیان کرنا پڑتا ہے۔ بڑی فکر کے بعد اور بچّہ کتنے دن کا تھا۔ جب مدینے سے حسینؑ چلے تو ایک اسکالر یہ لکھتا

ہے کہ ہم نے جب اسلامی تاریخوں میں تلاش کیا تو پتہ یہ چلا کہ یہ اٹھارہ دن کے تھے۔ جب حسینؑ چلے مدینے سے تو یہ بچہ جو ہے وہ اٹھارہ دن کا ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حسینؑ نے ایک رات کی مہلت کیوں لی تھی بعض جو کہتے ہیں کہ ایک رات کی مہلت اس لئے لی کہ عبادتیں کرنا چاہتے تھے۔ بعض نے کہا اس لئے ایک رات کی مہلت لی کہ پردۂ شب میں جنگ نہ ہو جائے اس لئے ایک رات کی مہلت لی کہ انتظار تھا کہ حرآ جائے اس لئے ایک رات کی مہلت لی۔ مہلت لی نہیں تھی مہلت عطا کی تھی کہ سوچ لو کیا کرنے جا رہے ہو، ساری چیزوں کا اگر آپ تجزیہ کریں گے تو اگر نو کو جنگ ہو جاتی تب بھی حرؑ آتا اگر آنا تھا اور جو دس دن میں نہیں سوچ سکے وہ ایک رات میں کیا سوچتے کہ کیا کرنے جا رہے ہیں تو یہ ایک رات مانگی کیوں امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ سے فرمایا میرے بھائی عباسؑ جا کر ان سے ایک رات لے لو تو وہ مصنّف لکھتا ہے کہ شیعوں کی فقہ میں احکامِ ذبیحہ میں جس چیز کی قربانی دی جائے اُس کی عمر چھ مہینے کی ہو۔ اُس میں ایک دن بھی کم نہ ہو، علی اصغرؑ دس رجب کو پیدا ہوئے تھے۔ اگر نو محرم کو جنگ ہو جاتی تو چھ مہینے میں ایک دن کم تھا اور قربانی رد ہو جاتی قربانی چھ مہینے کی مکمل نہیں تھی اور اتنا اہتمام تھا، اتنا خیال ہے حسینؑ کو کہ آپ دیکھیں کہ اُن کا اتنا خیال اور پورا دن گزار کر آخر میں لائے تا کہ چھ مہینے کا آخری دن پورا دن گزر جائے ایسا نہ ہو مشیت کی طرف سے انکار ہو جائے۔

جس طرح اسماعیلؑ کی قربانی کے لئے اللہ نے دُنبہ بھیج دیا حسینؑ نہیں چاہتے تھے ایسا ہو جائے یعنی یہ تک حسینؑ کو گوارا نہیں تھا کہا اچھا اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ بچے کے بہانے سے میں پانی پی لوں گا تو میں جلتی زمین پر بچے کو لٹائے دیتا

ہوں لیکن مورخین نے لکھا کہ ابھی لٹایا تھا لیکن دوڑ کر فوراً ہی اُٹھالیا جب کہا ہے تو ذرا انتظار کریں کہ کوئی آ کر پانی پلا دے۔ مولا اُٹھا کیوں لیا یہ احساس ہو گیا تھا کہ زمین پر رکھ تو دیا ہے اپنی بیکسی دکھانے کے لئے لیکن یہ فخر اسماعیلؑ ہے ابھی ایڑی رگڑے گا تو چشمہ جاری ہو جائے گا اس لئے جلدی سے اُٹھا لیا۔ چشمہ نہیں چاہتے، حسینؑ قربانی کو بھی چاہتے ہیں قبول ہو جائے اور ایسا کوئی سہو اور ترکِ اولیٰ بھی نہ آنے پائے قربانی جو ہے وہ مکمل رہے مورخین نے لکھا ہے اگر علی اکبرؑ شبیہِ نبیؐ تھے تو یہ بچہ بھی چھ مہینے کا اپنے جد رسولؐ کی شبیہ تھا۔ مکمل رسولؐ کی صورت اور ماں کون ہے ماں کا نام ہے بعض مورخین نے لکھا ربابؑ اور بعض نے لکھا اُمِّ ربابؑ اب یہ دو الگ الگ فیصلے ہیں تاریخ میں ربابؑ اور اُمِ ربابؑ لیکن ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کس خاندان کی بی بی ہے تو یہاں یہ ملتا ہے کہ یمن کے رئیس امراؤالقیس جو عیسائی ہیں اور یہ سوچ کر چلتے ہیں یمن سے کہ ہم اب اسلام قبول کرلیں اور جو رسولؐ کا صحیح جانشین ہے اُسے مدینے میں تلاش کریں۔ آئے مدینے میں اور یہاں پوچھا اور کہا کہ ہے کوئی شریف انسان جس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں کلمہ پڑھیں اور اسلام قبول کریں، لوگوں نے کہا کیوں نہیں ہیں، علیؑ جو ہیں وہ اس وقت عرب کے شریف انسان ہیں ہم چاہتے یہ ہیں کہ دولت تو بہت ہے ہمارے پاس، دو بیٹیاں ہیں، ایک بیٹی کم عمر ہے ہم چاہتے ہیں کوئی وارث بن جائے دولت اُس کے حوالے کر دیں اور وہ بچیوں کی سرپرستی کرے اور کوئی اچھے دولڑکے دیکھ کر ان لڑکیوں کی شادی کر دے لیکن وہ شریف انسان ہو۔

امراء القیس مدینے کی ایک ایک گلی میں پوچھ رہے ہیں ہے کوئی شریف

انسان، ایک دن بیرونِ مدینہ کھڑے ہوئے تھے۔ قبیلے کے کچھ لوگ قبیلے کے سردار سے بات چیت کر رہے تھے دیکھا کہ ایک مزدور آ رہا ہے سر پر خاک پڑی ہوئی، پیروں میں مٹی بھری ہوئی ہاتھوں کی مٹھیاں بند ہیں، جھومتا ہوا آ رہا ہے جب وہ قریب آیا مدینے کی سرحد کے تو چھوٹے چھوٹے بچّے کچھ گئے غریب سے بچّے اور وہ اُس کو جا کر گھیر لیتے ہیں تو وہ پھر زمین پر بیٹھ گیا۔ ہاتھوں کی مٹھیاں کھلیں پتہ چلا مزدوری کے درہم و دینار ہاتھ میں تھے وہ بچّوں میں تقسیم ہو گئے اور خالی ہاتھ ایک طرف چلا گیا تو بے اختیار پوچھا اِمراء القیس نے یہ کون ہے تو سردارِ قبیلہ نے کہا ارے تم اس کو نہیں جانتے۔

ما اشرفہ ھذا الفتیٰ... یہ وہ جوان ہے جو عرب کا اشرف ترین جوان ہے اب یہ حیران ہوئے ارے میں تو شریف کی تلاش میں تھا تم نے مجھے آج اشرف کا پتہ بتا دیا یہ کون ہے جو اشرف ہے۔ اب دیکھا کہ شریف اور اشرف میں کیا فرق ہے۔ شریف اور ہے اشرف اور ہے جہاں لغت آلِ محمدؐ سے متمسک ہو جائے وسعت ہو گی اور جہاں آلِ محمدؐ سے کسی زبان کی لغت دُور بھاگے سکڑ جائے گی، سمٹ جائے گی تو اب آپ ہماری لغت دیکھیں تو آلِ محمدؐ سے متمسک ہے جو مقام دیکھا ہم نے اُس کو اُس ہی منزل پر لفظ دیا۔ مثال کے طور پر اور یہاں دیکھیں کہ یہاں لغت سمٹی ہوئی ہے کہ جس پاک جگہ کو دیکھا تو کہا مدینہ شریف، مکہ شریف، بغداد شریف، کربلا شریف یعنی ہر جگہ شریف ہے لیکن یہاں مقام کو دیکھا تو کہا مشہدِ مقدس اب جو دیکھا ہم نے کہا کہ مکّہ مکرمہ، مدینہ منورہ اب جیسے جیسے جگہ سامنے آ رہی ہے لفظ آتے جا رہے ہیں اور کربلا کو دیکھا تو کہا کربلائے معلیٰ اور جب نجف پہنچے تو کہا نجفِ اشرف اب شریف اور اشرف کا

فرق دیکھئے کتنا ہے۔

شریف اور ہے اور اشرف اور ہے تو یہ کہا کہ میں شریف کی تلاش میں تھا مجھے اشرف مل گیا۔ پیچھے پیچھے چلے، گھر پر پہنچے، دستک دی باہر آیا وہ مزدور جیسے دیکھا تھا اور جس کے بارے میں سنا تھا اشرف ہے باہر آیا پوچھا اُس سے کہ کیسے آئے، کہا میرا نام اِمراء القیس ہے، میں شریف کی تلاش میں تھا لوگوں نے تمہارا پتہ بتایا کہا کہ تم اشرف ہو، عرب کے اشرف ترین جوان ہو۔ کیا چاہتے ہو، کلمہ پڑھوا دو، بیعت کروں گا۔ پڑھوم کلمہ اچھا یہ میری دو بیٹاں ہیں کہا گھبراؤ مت اگر اللہ نے تمہیں دو بیٹیاں دیں ہیں تو اللہ نے مجھے دو بیٹے دیئے ہیں میں تمہاری بڑی بیٹی رملہ کی شادی اپنے بڑے بیٹے حسنؑ سے کرتا ہوں اور جب چھوٹی بیٹی سلمہ بڑی ہوگی تو میں اُس کا عقد حسینؑ سے کردوں گا اور بعد میں اُس چھوٹی بیٹی سلمہ کا عقد حسینؑ سے ہوا۔ اب یہ بنی ہاشم کے گھر کا دستور تھا کسی دن تفصیل سے عرض کروں گا کہ جب بیٹی بیاہ کر لاتے تھے تو نام اور خطاب اپنا دیتے تھے۔ بڑی بہو کو علیؑ نے اُمِّ فروہؑ کا خطاب دیا اور چھوٹی بہو کو اُمِّ ربابؑ، یہ ہیں اُمِّ ربابؑ کس کی بیٹی ہیں اِمراء القیس کندی کی، نسل اس کی کیا ہے؟ یہ نسل ابراہیمی ہیں جو ختمی مرتبتؐ کے جد کلاب ہیں۔ اُن کے قبیلے سے ہیں یہ یعنی شاخ ایک ہے اور جنابِ خدیجہؑ سے رشتے داری بہت قریبی ہے اور اُمِّ ربابؑ اشعار بھی خوب کہتی ہیں اور امام حسینؑ اُن سے محبت بھی بے انتہا فرماتے تھے امام حسینؑ عربی اشعار جب کہتے تھے تو شاعری میں ربابؑ فوراً جواب دیا کرتی تھیں یعنی گفتگو اکثر شعر و شاعری میں ہوا کرتی تھی تو اکثر امام حسینؑ یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ مجھے وہ گھر اچھا ہی نہیں لگتا جس گھر میں ربابؑ اور سکینہؑ نہ

ہوں، یہ اشعار تاریخوں میں موجود ہیں۔ بحارالانوار میں بھی یہ اشعار موجود ہیں علامہ مجلسی نے نقل کئے ہیں کہ وہ گھر سونا لگتا ہے جس میں ربابؑ اور سکینہؑ نہ ہوں یہ ہے وہ بی بی ربابؑ۔ اللہ کیا کہنا اِمراء القیس تیرا خون کربلا میں مل گیا، تیرا نواسہ ہے علی اصغرؑ اور تیری نواسی ہے سکینہؑ اور بی بی ربابؑ تم پر سلام ہو۔ عاشور کی صبح کو تم نے کارنامہ دکھا دیا، تیار کیا بیٹی کو بھی اور بیٹے کو بھی۔ بیٹے کو حسینؑ کی گود میں دیا، بچّی کو زینبؑ کی گود میں دیا اور کہا اسلام پر بُرا وقت پڑا ہے اور یہ دو چیزیں مجھے اللہ نے عطا کی ہیں، شہزادی ایک آپ کے حوالے اور میرے وارث سرتاج ایک آپ کے حوالے۔ ربابؑ نے تو اپنے ہدیئے دے دیئے، اب حسینؑ جانیں اور علی اصغرؑ، اب سکینہؑ جانے اور زینبؑ اور اب ماں یہ دیکھ رہی ہے کہ جھولے سے باپ بچّے کو لے جا رہا ہے، ماں نے کچھ کہا نہیں ایک اُجلی سی چادر ضرور بچّے پر ڈال دی کہ دھوپ بہت تیز ہے، ربابؑ نے چادر ڈال دی، کہیں میرا پھول دھوپ میں مرجھا نہ جائے، باپ بچّے کو لے کر چلا، اب ماں نے کچھ پوچھا نہیں، سمجھ گئی کہ پانی پلانے جا رہے ہیں، شاید پانی مل جائے اور ظاہر ہے پانی اس لئے بچّے کو چاہیئے کہ میرا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے، میں بچّے کو دودھ بھی نہیں پلا سکتی اور اب درِ خیمہ پر انتظار میں ماں کھڑی ہوئی ہے، باپ واپس آیا، عملِ عاشورہ آپ کرتے ہیں اور اُس میں آپ سات بار پیچھے ہٹتے ہیں، سات بار آگے بڑھتے ہیں یہ عمل سب سے پہلے حسینؑ نے کیا تھا، بچّے کو ہاتھ میں لئے تھے کہ سات بار درِ خیمہ کی طرف بڑھے اور پیچھے ہٹے، اور ہر قدم پر یہ کہہ رہے تھے رِضاً بِقضائہٖ تسلیماً لِامرِہٖ اب پکار نہ سکے اور آخر اب پکار نہ سکے اور آخر میں ہمت کر کے درِ خیمہ پر آواز دی،

ربابؑ آ اور اپنے بچے کو لے جا، بچے کو لے جا اور اب ربابؑ سے پہلے سکینہؑ
دوڑتی ہوئی آئیں اور کہا بابا علی اصغرؑ کو پانی پلا لائے ہو پیاس بجھ گئی، اب ماں
بڑھیں اب جب ماں آگے بڑھیں تو حسینؑ نے کہا کہ ربابؑ میں کون ہوں، کہا
امامِ وقت، میرے وارث، میرے سرتاج، میرے والی، کہا ربابؑ میں جو کچھ
کہوں گا صبر کرو گی کہا ہاں آقا، کہا ذرا گود پھیلا دو، ربابؑ نے اپنے دونوں ہاتھ
پھیلا دیئے، بچے کو ربابؑ کی گود میں دے دیا۔ بس اتنا ملتا ہے کہ چیخ نہیں
ماری، روئیں نہیں، جملہ کہا بس اتنا کہا، میرے لعل کیا تیری عمر کے بچے بھی نحر
کئے جاتے ہیں۔ حسینؑ نے ذوالفقار سے ایک ننھی سی قبر بنائی، ماں دیکھتی
رہی، ماں کی گود سے بچے کو لیا، قبر میں رکھ دیا، ماں اپنے لعل کو، اپنے پھول کو
خاک میں چھپتے دیکھتی رہی، اللہ رے ربابؑ کا صبر۔ اب تاریخ یہ لکھتی ہے کہ
کبھی ربابؑ کو روتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، چیخ مار کے روتے ہوئے نہیں دیکھا
گیا، بس خاموش رہتی تھیں۔ مورّخ لکھتا ہے کہ تمام بیبیوں میں واحد بی بی
ربابؑ ہیں جنہیں ہمیشہ خاموش دیکھا گیا اور وہ وقت بھی دیکھا گیا کہ جب
سیدِ سجادؑ نے تنہا قید خانے میں ننھی سی قبر کھودی اور سکینہؑ کو دفن کر دیا۔ سکینہؑ خدا
حافظ۔ اُمِّ ربابؑ نے کہا سکینہؑ خدا حافظ۔ اب وہ وقت آیا کہ قافلہ چلا تو زینبؑ
نے فضہ سے پوچھا کہ بھابی ربابؑ نہیں دکھائی دیتیں، شام کی عورتوں نے کہا
کہ ہم ابھی جب زندانِ شام کے سامنے سے گزرے تھے تو ہم نے یہ دیکھا
تھا کہ درِ زنداں سے کوئی بی بی لپٹی ہوئی رو رہی تھی۔ جب دَرِ زنداں کے پاس
زینبؑ پہنچیں تو دیکھا کہ ربابؑ درِ زنداں سے لپٹی ہوئی ہیں۔ زینبؑ نے کہا
بھابی قافلہ جانے والا ہے، چلو بھابی تو بے اختیار کہا شہزادی مجھے یہیں چھوڑ دو،

کہا ربابؑ تنہا یہیں چھوڑ دیں، یہاں کیا کرو گی، کہا شہزادی اللہ نے دو نعمتیں دی تھیں، ایک بیٹا دیا تھا، ایک بیٹی، علی اصغرؑ کربلا میں سو گیا، سکینہؑ یہاں پر ہے، اب میں مدینے جا کر کیا کروں گی۔ سمجھایا، کہا بھابی کربلا چلو، اپنے والی وارث کا ماتم کرنا، کیا اپنے شوہر کی قبر نہیں دیکھو گی، کہا اچھا شہزادی آپ کہہ رہی ہیں تو میں چلوں گی، ساتھ چلیں قافلے کے ساتھ خاموش، کربلا میں آئیں، والی وارث کا ماتم ہوا، کربلا کے میدان میں ماتم ہوتا رہا، مجلس ہوتی رہی اب یہاں سے بھی قافلہ چلا، اب جو مڑ کر دیکھا تو سب سوار ہو گئے لیکن ربابؑ قبرِ حسینؑ سے لپٹی ہوئی ہیں۔ زینبؑ قریب پہنچیں، کہا ربابؑ قافلہ جا رہا ہے، کہا ربابؑ قافلہ مدینے جا رہا ہے۔ بھابی چلو، کہا شہزادی آپ نے وہاں شام کے زنداں میں بھی یہی کہا تھا کہ کربلا چلو وہاں میں نے بچّی کو تنہا چھوڑا، اب یہاں سے بھی لے جاؤ گی، اب یہاں ننھی سی قبر کو چھوڑ کر کہاں جاؤں، میں مدینے جا کر کیا کروں گی۔ شہزادی مجھے یہیں چھوڑ دو، کہا اچھا ہم تمہاری خواہش کا احترام کریں گے، کنیزوں کو ساتھ چھوڑا گیا، شامیانے لگا دیئے گئے، قناتیں لگا دیں گئیں، خادموں کو چھوڑا گیا، کہا کہ ان کا خیال رکھنا، خدمت کرنا۔ ربابؑ نے کہا شہزادی ہم زائروں کو راستہ بتائیں گے، ہم اُن کی خدمت کریں گے، جو میرے وارث کی قبر پر آئے گا اُسے پتہ بتائیں گے، میں یہاں مجاوری کروں گی۔ ربابؑ قبرِ حسینؑ پر رُک گئیں، کہا جاتا ہے کہ ایک سال تک قبرِ حسینؑ پر بیٹھ کر خوب ماتم کیا۔ ایک سال کے بعد ربابؑ مدینے واپس آئیں، وہاں جو آئیں تو یہ منظر دیکھا کہ پانچ بیبیاں سائے میں نہیں بیٹھیں بلکہ گھر کی دھوپ میں صحنِ خانہ میں بیٹھی ہوئی ہیں، رات کو دن کی دھوپ اور دن بھر ماتم۔ اُمِّ لیلیٰؑ، اُمِّ کلثومؑ،

زینبؑ، اُمِ فروہؑ، اُمّ البنینؑ۔ یہ سب دھوپ میں بیٹھ کے اپنے وارثوں کا ماتم کرتی رہیں، ربابؑ بھی بیٹھ گئیں، دھوپ میں آ کر اور روز مجلس اور بی بی کبھی مجلس پڑھتی ہیں، مدینے کی عورتیں آتی ہیں اور یہ جنابِ اُمِّ ربابؑ ہیں انہوں نے پہلی بار مجلس میں تبرک تقسیم کروایا ہے، تبرک کی ایجاد علی اصغرؑ کی ماں نے کی۔ تبرک تقسیم ہوتا ہے، مجلس میں رِقت ہوتی ہے، رونا ہوتا ہے۔ ایک دن سیّدِ سجادؑ گھر میں آئے، کہا پھوپھی اماں آپ لوگوں کو منع نہیں کرتا، لیکن مادرِ گرامی اُمِ ربابؑ کا رنگ دھوپ میں سنولا گیا ہے، میں یہ ارشاد کرنا چاہتا ہوں کہ سائے میں بیٹھ کر ماتم کیا کریں۔ آخری دو جملے، شہزادی کا ذکر آپ نے سن لیا بچے یاد رکھیں گے اور جب یاد کریں گے، میرے جوان روئیں گے سیّد سجادؑ کہتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ مادرِ گرامی سائے میں بیٹھ کر ماتم کیا کریں، زینبؑ نے کہا اچھا میرے لعل اگر تم کہہ رہے ہو تو میں آج عرض کروں گی، گئیں قریب اور کہا بھابی میں نہیں کہہ رہی امامِ وقت نے کہا ہے کہ اگر ماتم کرنا ہے والی و وارث کا تو سائے میں بیٹھ کر کیا کرو تو بے اختیار کہا شہزادی میرے والی و وارث کی قبر پر سایہ ہو گیا جو میں سائے میں بیٹھ کر ماتم کروں، اچھا شہزادی آپ کہہ رہی ہیں تو میں کوشش کروں گی تو شام کو اُٹھ کر سائے میں بیٹھ جاؤں گی، شام آ گئی، مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں، رباب سجدے میں گئیں کافی دیر گزر گئی سجدے سے سر نہ اُٹھایا زینبؑ اب قریب پہنچیں، کہا بھابی اُٹھو تم نے وعدہ کیا تھا کہ آج کی رات چھت کے نیچے بیٹھو گی، جواب نہ ملا، پھر آواز دی جواب نہ ملا شانے کو ہلایا کہا بھابی اُٹھیئے میرے ساتھ چلیئے جب ہاتھ رکھا تو بے اختیار منہ سے نکلا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

❀❀❀

ساتویں مجلس

عِلم ایک نور ہے

سیرتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

عشرۂ ثانی کی ساتویں تقریر ''سیرتِ معصومینؑ'' کے موضوع پر آپ حضرات امام بارگاہِ شہدائے کربلا میں سماعت فرمارہے ہیں۔

ارشادِ ربّ العزت ہے۔

وَكُلَّ شَيۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ فِيۡۤ اِمَامٍ مُّبِيۡنٍ (سورۂ یٰسین ۱۲)

اور ہم نے ہر چیز کے علم کا احاطہ امام مبین میں کر رکھا ہے اور وہ روشن مرتبے والے امام ہیں۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ امامِ مبین علیؑ ہیں، اولین و آخرین اور ہر چیز کا علم اور پوری کائنات کے تمام علوم سینۂ علیؑ میں سمندر کی مانند موج زن ہیں، اسی طرح علیؑ کے گیارہ فرزندوں کے پاس بھی ہر چیز کا علم ہے، وہ سب امام اور معصوم ہیں اللہ نے انھیں بھی علم لدنّی کی نعمت سے مالا مال کردیا ہے اسلئے قرآن کو ''قرآنِ صامت'' اور آلِ محمدؑ کو قرآنِ ناطق کہا گیا ہے۔

امام شافعی بیان کرتے ہیں، علم و حکمت کے دس درجوں میں سے نو حصے حضرت علیؑ کو ملے ہیں اور دسویں درجے میں تمام دنیا کے علما ہیں اور اس میں بھی

حضرت علیؑ کو اولیّت وفوقیت حاصل ہے''۔ مولا علیؑ کا سینہ علومِ الٰہی کا گنجینہ تھا، میر انیسؔ نے اس سینے کی تعریف میں کہا ہے:-

سینہ ہے وہ سینہ کہ جو کینے سے بری ہے　　نور اس میں ہے یا آئینے میں عکسِ پری ہے
کب قُرصِ مہ و مہر میں یہ جلوہ گری ہے　　یا روشنئ طور چراغِ سحری ہے
دیکھے جو اِسے علم کے گنجینے کو دیکھے
اس سینے کو جو دیکھے تو آئینے کو دیکھے

اللہ نے علم کی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے مسلسل انبیاء بھیجے تا کہ کوئی اللہ کے اوپر حجت نہ قائم کرے کہ کوعِلم دینے والا نہیں آیا، اللہ نے ہر نبی آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، ہارونؑ، داوٗدؑ، سلیمان، یعقوبؑ، یوسفؑ، عیسیٰؑ سب کو علم عطا کیا۔ ختمی مرتبتؐ کے لئے خصوصی ارشاد ہوا کہ ہم نے اپنے خزانۂ علم سے آپ کو سرفراز کیا اس بات کی شہادت ملائکہ دے رہے ہیں اور اللہ بھی گواہی دے رہا ہے اور شہادت کے لئے اللہ کافی ہے۔ ''نزولِ علم الٰہی کا ایک سلسلہ ہے جس سے تمام انبیاء مستفید ہوتے رہے، ہم نے وہی علم اے حبیبؐ آپ کو دیا''۔

اور اگر علمِ رسالت کا کوئی انکار کرے تو پھر دو گواہ ہوں گے اللہ گواہی کے لئے ہے اور وہ جس کے پاس عِلم کتاب ہے یہ دو گواہ کافی ہے۔ کتاب بھی معجزہ ہے اور کتاب کا عِلم رکھنے والا بھی معجزہ ہے، دونوں کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

ہم جب اپنے حبیبؐ کو کچھ عطا کردیں وہ نعمت ہے، رسولؐ کو علم عطا کردیا، اب کوئی چھین نہیں سکتا، اللہ جس کو جو چیز عطا کردے پھر وہ کوئی چھین نہیں سکتا، زمین کے حصے چھین لو لیکن دنیا کی کوئی طاقت اللہ کی عطا یعنی علم کو الِ محمدؐ سے نہیں چھین سکتا فدک دنیا نے چھین لیا لیکن رسول اللہ نے فاطمہ زہراؑ کو عطا کیا تھا قیامت تک فدک فاطمہؑ ہی سے منسوب رہے گا۔

علم آلِ محمدؐ سے کوئی چھین نہیں سکا۔ علم کی یہ عظمت ہے کہ علم سے انسان کو پہچانا جاتا ہے، انسان کا تعارف علم سے ہوتا ہے کہ کس درجے کا انسان ہے۔ علم حق و باطل میں تمیز کرتا ہے۔ دولت چھین لو اگر کسی کے پاس زیادہ ہے اور دوسروں میں تقسیم کر دو یہ اشتراکیت کا پیغام ہے لیکن کسی کا علم چھین کر دوسروں پر تقسیم نہیں ہوسکتا، مادّیت پر نظر رُک جاتی ہے، معنویت پر نظر رہے کہ وہاں تقسیم نہیں ہوسکتی۔ صحابیٔ رسولؐ حضرت ابوذر مزاجِ معصوم کو سمجھ رہے تھے اس لئے خلافت سے کہہ رہے تھے دولت کیوں جمع کی گئی ہے اس دولت کو تقسیم کرو، دولت جمع کرنے کے لئے نہیں ہے، صحابی کی معرفت کا تقاضہ ہے کہ مادّی امور پر نظر رہے کہ یہ تقسیم کرو، لیکن جہاں تقسیم ناممکن تھی وہاں حضرت عمر کو کہنا پڑا کہ اگر یا علیؑ آپ نہ ہوتے میں ہلاک ہوجاتا۔ یہ علم اور عالم کی منزل ہے، حضرت عمر نے یہ کیوں نہ کہا کہ یا علیؑ ہم علم کو چھین لیں گے، یہ مقام علم ہے چھینا نہیں جاسکتا یہ جسمانی طاقت نہیں ہے۔ یہ روحانی طاقت ہے۔ مقام علم اتنا بلند ہے کہ نے خود ارشاد فرمایا کہ علم کے درجے بلند ہیں، یہ علم صرف ایک گھرانے کو اللہ عطا کر دیا۔

معصوم کی علامت علم ہے، ہر عالم پر ایک عالم ہے، کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ہم بڑے عالم ہیں لیکن معصوم کہتا ہے ''سلونی'' مجھ سے پھر کائنات کی باتیں، مجمعے میں یہ کہنا آسان نہیں ہے کہ ہر بات پوچھو اور اگر غیر معصوم دشمنِ اہلِ بیتؑ نے کبھی ''سلونی'' کہہ دیا تو اُسے بھرے مجمعے میں ذلیل ہونا پڑا اور اُسے یہ بھی کہنا پڑا کہ عورتیں مجھ سے زیادہ پڑھی لکھی ہیں۔

علم معصوم وہ نور ہے کہ اس خزانے سے آتا ہے کہ جہاں کوئی بھی یہ پتہ نہیں چلا سکتا کہ رسولؐ کو کس نے پڑھایا، کس نے لکھایا، کس نے سکھایا، رسول اللہ بھی کہہ رہے تھے میرا بچپن اور جوانی اِسی مکّے میں گزرا ہے چالیس برس سے

تمہارے سامنے ہوں بتاؤ مکّے والو مجھے کس نے پڑھایا، کس نے علم دیا، کیا کوئی یہ بتاسکا یہاں بشر عاجز ہوگئے۔

کیا رسولؐ اللہ کسی اُستاد سے پڑھتے تھے، اب تو مانو کہ کوئی طاقت ہے جو رسولؐ اللہ کو علم عطا کررہی تھی، گویا علم توحید کا ثبوت بن گیا تھا، علم نبوت کے لئے ثبوت بن جاتا ہے۔ اگر یہ کہا ہے رسولؐ نے کہ میں تمہارا جیسا ہوں تو یہ بھی تو دنیا جانے کہ یہ بھی تو کہا ہے کہ علیؑ تم مجھ سے ہو، لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ تم مجھ سے ہو یا میں تم میں سے ہوں، یہ علم رسولؐ تھا کہ فرمایا ''یا علیؑ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو''۔ کسی مؤرخ کی یہ مجال نہ ہوسکی کہ وہ لکھ دیتا کہ چہاردہ معصومینؑ سے کس سے تعلیم حاصل کی، ''سیرتِ معصومینؑ'' کا جوہر علم ہے اور اُن کا سارا علم نور ہی نور ہے، نبوت کا آغاز قلم ہے، قلم بھی علم ہے، نبوت کا اختتام بھی قلم ہے، آغاز بھی علم انجام بھی علم، امام رضاؑ نے نیشاپور کے راستے میں قلم مانگے نہیں تھے لیکن اُمت چوبیس ہزار قلم لے کر آگئی تاکہ معصوم کے علم کو محفوظ کرسکے۔

کتاب اور صاحبانِ علم دونوں ساتھ ساتھ ہیں یہاں تک حوضِ کوثر پر دونوں ساتھ آئیں گے یہ ہے منزلِ علم، دنیا اس علم کو سمجھ نہ سکی، اُمت اس علم سے فائدہ نہ اُٹھاسکی اہلِ بیتؑ سے دشمنی جہالت کے جہنم میں لے گئی۔

علم کی منزل پر اُستاد شاگرد کو پرکھتا ہے کہ یہ علم کو قبول بھی کرسکے گا یا نہیں، چہاردہ معصومینؑ کو اللہ نے دیکھ کر علم دیا اور سورۂ رحمان میں ارشاد فرمادیا۔

اَلرَّحۡمٰنُ ۝ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ

(سورۂ رحمٰن آیت ۱ تا ۴)

''رحمان نے قرآن کا علم دیا، بیان کا علم دیا، دیکھ کر دیا کہ یہ قبول کرے گا۔

حضرت امام رضاؑ نے فرمایا یہ آیات ہمارے جد علیؑ مرتضیٰ کی شان میں نازل

ہوئی ہیں یہاں "الانسان" امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو کہا گیا ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے بیان فرمایا کہ سورۂ رحمان سب کا سب ہمارے حق میں نازل ہوا ہے۔

رسول اللہ نے علیؑ کو سورۂ برأت دے کر مشرکوں اور کافروں کو سنانے کے لیئے بھیج دیا، حکم الٰہی تھا کہ وہ جائے جو تم سے ہو، یہ بھی علم کی منزل تھی۔ اسی طرح مباہلہ بھی علم کی منزل ہے، علم آچکا اب بحث نہ کرو، تلوار کی ضرورت نہیں ہے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ (سورۂ آل عمران ۶۱)

لاؤ بچوں کا لاؤ، عورتوں کو لاؤ، نفسوں کو لاؤ تاکہ معلوم ہو کہ علم کے کتنے آئینے ہیں۔

عصمت کی منزل پر چھ برس کا امام ہو یا نو برس کا یا جوان ہو یا بوڑھا، علم کی منزل پر سب معصوم برابر ہیں، امام صادقؑ نے کہا علم، شجاعت اور عبادت میں ہم سب برابر ہیں۔

سلسلہ امامت میں آغاز بھی علم ہے، انجام بھی علم ہے، اصل علم یہ نہیں کہا کتابیں پڑھ لیں، حاشیے رٹ لئے، علما کے مقالات اور کتابوں کے الفاظ حفظ کر لئے یہ تو تقلید ہے، علم وہ ہے جس سے قلب روشن ہو جس سے تحقیق اور ریسرچ میں اضافہ ہو اور نفس کو اطمینان ہو، آئینہ دل روشن ہو جائے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا علم ایک نور ہے اور اللہ جس قلب میں چاہتا ہے یہ نور ڈال کر اُسے روشن کر دیتا ہے"۔

کتنا بد بخت ہے یہ انسان مادیت کے لئے دولت کا انتظام کرتا ہے لیکن روح کے لئے علم کا انتظام نہیں کرتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہم اس پر خوش ہیں کہ ہمارے دشمن کو مال ملا اور ہم کو علم ملا کیونکہ مال عنقریب ختم ہو جائے گا اور یہ علم ہمیشہ باقی رہے گا۔ مسلمان مسجدیں بنا رہا ہے نمازوں کی تبلیغ کر رہا ہے حالانکہ ارشادِ رسولؐ ہے کہ عبادت

گزار صرف اپنے کو فائدہ پہنچاتا ہے اور عالم دنیا کو فیض پہونچاتا ہے، فرمایا اس لئے عالم افضل ہے عابد سے۔ علم حاصل کرنا انبیاء کی وراثت ہے۔ علم کے بغیر عبادت فضول ہے اس لئے رسول اللہ نے فرمایا ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔ رسولؐ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی علمی کتاب لکھ کر چھوڑ جائے تو ہر صفحے کے بدلے میں آخرت میں ایک ملک عطا کیا جائے گا۔ رسولؐ اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''وہ عالم جس سے عوام کو فائدہ ہے ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے''۔

حضرت علیؑ کی خدمت میں دس آدمی آئے اور کہنے لگے مولاؑ آپ بابِ شہر علم ہیں ہم سب کا سوال ایک ہے لیکن ہم کو جواب الگ الگ دیجئے۔ مولا علیؑ نے دس جواب الگ الگ دیئے اور فرمایا کہ تمہارا سوال ہے کہ علم بہتر ہے کہ دولت بہتر ہے تو سنو!

مال سے علم بہتر ہے کہ مال فرعون، شداد، نمرود، اور قارون کی میراث ہے، علم انبیاء کی میراث ہے۔

تُو مال کی حفاظت کرتا ہے، علم تیری حفاظت کرتا ہے۔ مال رکھنے والے کے بہت دشمن ہوتے ہیں، عالم جس کے پاس ہوتا ہے اس سے لوگ محبت کرتے ہیں۔

مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ مالدار کنجوس ہوتا ہے، علم رکھنے والا سخی ہوتا ہے، مال کے لئے چور اور ڈاکو سے خطرہ ہوتا ہے، علم خوف سے بے نیاز ہوتا ہے۔

مال دار سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا، لیکن علم کا حساب نہیں لیا جائے گا۔

مال رکھنے سے خراب ہو جاتا ہے، علم کی چمک پرانی ہو کر نکھرتی ہے۔

مال سے قلب میں سیاہی بڑھتی ہے، علم سے قلب روشن ہوتا ہے۔

مال انسان کو خدا بنا دیتا ہے غرور کی وجہ سے، علم کی وجہ سے انکساری آتی ہے۔

مولا علیؑ نے فرمایا تم لوگ قیامت میں یہی سوال کرو میں ہر بار الگ الگ جواب دوں گا۔

علم سیکھنا اور سکھانا اور سکھانے والے کے رُتبے کو بیان کرتے ہوئے حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص ہمارے شیعوں میں سے ہمارے علوم کا بتانے والا ہو اور ہمارے کم علم شیعوں کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر ہمارے عطا کردہ علوم کے نور تک لے جائے تو وہ روزِ قیامت اس شان سے آئے گا کہ اس کے سر پر ایک ایسا نوری تاج ہوگا جو تمام اہلِ محشر کو روشن کردے گا اور ایک ایسا شامیانہ اس کے اوپر ہوگا کہ اس کے چھوٹے سے چھوٹے دھاگے کا مقابلہ تمام سرمایۂ دنیا نہیں کرسکتا، پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ اے بندگانِ خدا! یہ وہ عالم ہے کہ بعض علمائے آلِ محمدؐ کے شاگردوں میں سے ہے لہٰذا جس شخص کو بھی اس عالم نے جہالت کی حیرانی سے نکالا ہے وہ اس کے نور کے ساتھ لپٹ جائے تاکہ یہ محشر کی تاریکی اور حیرانی سے اس کو نکالے اور جنت تک پہنچائے اس منادی کی آواز ہر وہ لوگ جن کو اس عالم نے نیکی کی تعلیم دی اور وہ لوگ جن کے شکوک وشبہات کو اس عالم نے رفع کیا تھا اِن سب کو یہ عالم جنت میں لے جائے گا، بحارالانوار میں ایک دوسری روایت بھی اسی طرح کی ملتی ہے کہ حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ نے فرمایا کہ جو شخص اس شیعہ کو جو اپنے دینی اُمور میں محتاج ہے اور معرفت میں کمزور ہے ہمارے مخالف کے مقابلے میں اس کو علمی اور دینی امداد پہنچا کر ہمارے مخالف کا منہ بند کرے تو اس کو قبر میں اُتارے جانے کے دن خود خدا تلقین کرے گا کہ کہو خدا میرا ربّ ہے، محمدؐ میرے نبیؐ ہیں اور علیؑ میرے ولی ہیں اور کعبہ میرا قبلہ ہے اور قرآن میری

روحانی مسّرت اور میرا زادِ راہ ہے اور مومنین میرے بھائی ہیں، اس کے بعد خدا فرمائے گا کہ تُو نے میرے کم علم بندوں کی دلیل و حجّت کے ذریعے مدد کی تھی اس لئے جنّت کے اعلیٰ درجات تیرے لئے واجب ہیں فوراً ہی اس کی قبر بہترین باغاتِ جنّت کی شکل میں بدل جائے گی۔

''سیرتِ معصومینؑ'' کے عنوان سے مجالس کا سلسلہ جاری ہے اور آج اس سلسلے کی ساتویں مجلس ہے۔کل بھی جیسا کہ میں نے اعلان کیا تھا کہ آج سات صفر ہے آج ہی ساتویں امام کی ولادت بھی ہے اور اس کے ساتھ آج ساتویں امام کا ذکر بھی ہے۔ یہاں کی مجلس کے فوراً بعد سامنے عزاخانے میں مجلس ہے۔ اُس میں بھی آپ حضرات شرکت فرمائیں۔

اور مولاؑ یہ نہیں دیکھتے کہ کس مذہب اور ملّت کا آدمی کام کر رہا ہے مدد ہو جاتی ہے۔ اب مثال دے دوں مسٹر جیمز شوبل کا میں نے ذکر کیا تھا امریکن اسکالر ہیں ورجینا یونیورسٹی نے ان کو ''تاریخِ عزاداری اور امام حسینؑ اور پاکستان میں عزاداری پر پی ایچ ڈی کا موضوع دیا ہے اور انہوں نے اتنے دنوں میں ایک ایک چیز کو اس طرح دیکھا ہے اگر جوان چاہیں تو ان سے صرف یہ گفتگو کریں کہ یہاں انھوں نے تحقیق کس طرح کی آپ حیران رہ جائیں گے کس طرح انھوں نے عزاداری کا مشاہدہ کیا ہے، ایک ایک ارکانِ عزا کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، حد ہے کہ کلاوے تک کو دیکھا ہے اور پوچھا ہے کہ کیوں پہنایا جاتا ہے۔ علم، علم کا پنجہ قریب سے جا کر دیکھا ہے، تعزیہ دفن کیسے ہوتا ہے اور سمندر میں جو تعزیئے سیرائے جاتے ہیں وہ کس طرح، آگ کا ماتم، زنجیر کا ماتم ایک ایک تفصیلات ایک ایک چیز تحقیقات کے لئے ہیں۔ ذاکرین کی مجلسیں بھی انہوں نے سماعت

کی ہیں اور ساری مجلسیں انہوں نے نوٹ کی ہیں خدا کرے کہ ان کی کتاب تاریخِ عزاداری جو ہے وہ مکمل ہو کے شائع ہو اور امریکہ والوں کو بھی یہ معلوم ہو کہ غمِ حسینؑ کیا ہے اور یہ اس لئے معلوم ہو کہ ابھی جب یہ والی حکومت جو ابھی چل رہی ہے اب یہ شروع ہوئی تو یہ خبر آئی کہ امریکہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں دنیا کے بڑے انسانوں کو چنا ہے اور کائنات کا سب سے بڑا انسان امریکہ نے ختمی مرتبتؐ کو مانا ہے اور اُن کے بعد دنیا کا سب سے بڑا انسان حضرتِ عمر کو مانا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ خدا کرے کہ ان کی کتاب سے امریکہ والوں کو یہ معلوم ہو جائے کے رسولؐ کے بعد دنیا کے سب سے بڑے انسان علیؑ اور امام حسینؑ ہیں۔

کسی طرح کا شک آپ نہ کریں یہ نہ سمجھیے کہ بیچارے سی آئی اے کے ایجنٹ ہیں پڑھے لکھے اسکالر جو ہوتے ہیں اُن کو سیاست کی باتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا وہ صرف اپنی علمی باتیں جانتے ہیں اس وقت بھی چار پانچ کتابیں فارسی کی عربی کی اُردو کی خریدیں ہیں۔ جہاں تک میں نے ان کو دیکھا ہے سوائے کتابوں، سوائے علمی باتوں کے میں نے اُن کو کبھی سیاست پر کوئی تذکرہ کرتے نہیں دیکھا۔ اگر موضوع نکالا بھی میں نے تو انہوں نے موڑ دیا، ہمیشہ علمی باتیں کرتے ہیں تو اُس سے یہ اندازہ ہوا کہ امریکہ کے نوجوان انگریز اسکالر پاکستان کی عزاداری میں دلچسپی رکھتے ہیں جیمز شوبل میرے ساتھ جلوسوں میں بھی گئے اور اس وقت میری مجلس سننے آئے ہیں اب یہاں سے یہ کچھ دنوں کے بعد چہلم کرنے مصر جا رہے ہیں پروفیسر کرار حسین ان کے گائیڈ تھے یہاں اور مولانا عابد شبرؔ صاحب نے ان کو اُردو بھی پڑھائی اور یہ آئے تھے

انیس الحسنین کے صاحبزادے مولانا حسن کے ساتھ تو اب یہ ایک ہفتے یہاں ہیں نوجوان چاہیں تو تحقیق کے مسئلے میں اور عزاداری پہ اُن سے گفتگو کر سکتے ہیں تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مدد کس طرح ہوتی ہے، مدد اس طرح ہوتی ہے کہ میں یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ وہ شاعری جو آلِ محمدؐ کی مدح میں ہو یا جو آلِ محمدؐ کے لئے لکھا جائے وہ سب جائز ہے اور آلِ محمدؐ کی نظر میں بڑی عظمتیں ہیں اُس کی اور شعر جو ہے وہ تو مستقل ایک سبجیکٹ ہے حضرت علیؑ بھی شعر کہتے تھے اور اُن کا دیوان جو ہے وہ سینکڑوں بار چھپ چکا ہے۔ حضرت علیؑ کا دیوان میرے پاس بھی ہے۔ جناب فاطمہؑ بھی شعر کہتی تھیں تھیں امامِ حسنؑ بھی شعر کہتے تھے، امام حسینؑ بھی شعر کہتے تھے۔ ہمارا ہر امام شعر کہتا تھا اور حد ہے ہمارا موجودہ امام جو ہے وہ بھی شعر کہتا ہے اور اب تصور یہ کریں کہ دنیاوی شاعری نہیں بلکہ ایسے اشعار کہ اِدھر شیخ مفید کا انتقال ہوا اور اُدھر قبر پر ایک شعر لکھا ہوا ملا اور نیچے لکھا ہوا تھا کہ تمہارے امامؑ نے یہ شعر شیخ مفید کے لئے کہا ہے فی البدیہہ شعر کہنے والے ہیں یہ معصومینؑ۔ جنابِ فاطمہ زہراؑ نے کوئی کاغذ قلم لے کر مرثیہ اپنے بابا کا نہیں لکھا تھا بلکہ بس مسلسل کہے گئے ہیں، مجھ پر اتنی مصیبتیں پڑیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو راتوں میں بدل جاتے۔ جنابِ فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کے اشعار تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں، خود جنابِ سیّد سجادؑ کا دیوان جو ہے اُس کا ''گلستانِ سجادؑ'' کے نام سے ترجمہ ہوا جو آپ کے جسٹس جو ملک میں الیکشن کے انچارج بنائے گئے اسلام آباد میں، پہلے کراچی میں تھے جسٹس نصرت کے والد مرحوم جنہوں نے کمال یہ تھا کہ کل حدیث کساء منظوم کر دی۔ انہوں نے نہج البلاغہ منظوم کر دی، انہوں نے مختار نامہ منظوم کر دیا۔ جو چیزیں انہیں ملیں سب منظوم کرتے

چلے گئے تو سیّد سجادؑ کا دیوان بھی اُنھوں نے منظوم کر دیا میرے کتب خانے میں موجود ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں تو ہر امام کے اشعار ملتے ہیں اب مدد کیسے ہوتی ہے یہ دیکھئے۔ نصر اللہ ایک مشہور عالم ہیں اہل سنّت والجماعت کے وہ کہتے ہیں کہ میں تاریخ اسلام کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا جب میں اُس چیپٹر پر پہنچا جو حضرتِ علیؑ سے متعلق تھا رات آدھی گزر چکی تھی میں یہ سطر پڑھ رہا تھا کہ علیؑ کے بارے میں مؤرخ نے یہ لکھا تھا کہ مولائے کائنات نے اپنی پوری زندگی میں یہ اصول رکھا کہ میدانِ جنگ میں کبھی بھی جب دشمنوں پر فتح پائی تو جن لوگوں کو اسیر بنایا اسیروں کو کبھی تکلیف نہیں پہنچائی۔ اسیروں کو کبھی قتل نہیں کیا اور دشمنوں کی عورتوں کو کبھی اسیر بھی نہیں کیا اور کبھی دشمنوں کے بچوں کو قتل نہیں کیا اور کبھی بھاگنے والوں کا پیچھا نہیں کیا اور کبھی دشمن پر پانی بند نہیں کیا تو یہ دیکھئے اصولِ جہاد تھا مولا کا۔ اب یہ کہتے ہیں کہ پڑھتے پڑھتے میں نے کتاب بند کر دی اور میں سوچنے لگا کہ علیؑ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ یہ طرزِ عمل رکھا اور دنیا نے اولادِ علیؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ خاندانِ علیؑ کے بچوں کو قتل کیا اُن کی عورتوں کو اسیر کیا۔ کہتے ہیں یہ سوچتے سوچتے جواب نہیں ملا سو گئے۔ اب وہ لکھتے ہیں کہ جب میں سو گیا تو میں نے اپنے مولا علیؑ کو خواب میں دیکھا، میں نے دیکھا کہ مولاؑ مجھ سے کہہ رہے ہیں نصر اللہ تمہیں اس کا جواب چاہئے، کہا ہاں مولا میں تشویش میں ہوں کیا بات تھی کہ دشمنوں نے ایسا کیا جبکہ آپ نے دشمنوں کے ساتھ ایسا نہیں کیا تو کہا اگر جواب چاہئے نصر اللہ تو ابن الستیفی کے پاس چلے جاؤ تمہیں جواب دے گا۔ اب ان کی آنکھ کھل گئی اور سوچنے لگے ابن الستیفی کون ہے تو نصر اللہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد آیا کہ یہ عرب کا سب سے بڑا شاعر ابن الستیفی

ہے۔ کہنے لگے کہ میں اُسی وقت اُس کے گھر پہنچا رات آدھی گزر چکی تھی اب جو میں اُس کے گھر پر پہنچا وہ سو رہا تھا، میں نے دستک دی وہ نیند سے اُٹھ کر آیا آنکھیں اُس کی سرخ تھیں تو اُس نے پوچھا ارے اتنا بڑا عالم اور میرے گھر پر آیا ہے کہا کیا کروں مولا نے بھیجا ہے تمہارے پاس، یہ خواب دیکھا واقعہ جو گزرا یہ ہوا تھا، اب یہ کہتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے وجہ بتائی کہ میں اس تشویش میں ہوں کہ یہ کیا بات تھی تو ابنِ اَلسیفی چیخ مار کر رونے لگے تو نصر اللہ نے کہا ابنِ اَلسیفی روکیوں رہے ہو، کہا اس لئے رو رہا ہوں کہ سونے سے پہلے دو شعر کہے تھے اور وہ دو شعر کہہ کر سویا تھا، ان دونوں اشعار میں اِسی سوال کا جواب دیا تھا، مولا کو خبر ہوگئی میرے اشعار کی، اشعار یہ ہیں جن کا مفہوم یہ تھا کہ سنو نصر اللہ بات یہ ہے کہ علیؑ کا طرزِ عمل اپنے دشمنوں کے ساتھ اس لئے رہتا تھا کہ علیؑ کے ظرف میں صداقت تھی، سچائی تھی سخاوت تھی، امامت تھی، عظمت تھی، خلوص تھا، محبت تھی، انکساری تھی، اُس ظرف سے وہی چھلکا اور دشمنوں کے ظرف سے عداوت تھی، دشمنی تھی، کفر تھا، شرک تھا، اُس ظرف سے وہی چھلکا جس ظرف میں جو ہوتا ہے وہی چھلکتا ہے۔ حالانکہ شاعری ہے لیکن کتنا خوبصورت جواب ہے۔ اِسی طرح امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی سیرت سے ایک مثال دے رہا ہوں یہ واقعہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا حسینؑ ابنِ علیؑ میں دیکھتا ہوں کہ تم شاعروں کو بہت عطا کرتے ہو، کہا بھیا آپ کو معلوم ہے کہ نانا نے یہ فرمایا کہ تیرا وہ مال بہتر ہے جو تیری عزّت و آبرو کی حفاظت کرے۔ بھیا اس لئے شاعروں کو زیادہ عطا کرتا ہوں، مقصد سمجھیں کہ حسینؑ کیا کہہ رہے ہیں، یہ جان رہے ہیں کہ شاعر کے اگر

خلافِ مزاج ہوجائے تو کیا ہوتا ہے تاریخی واقعات موجود ہیں کہ اگر شاعر خلاف ہو گیا تو تاریخ میں بڑی سے بڑی شخصیت جو ہے وہ عجیب وغریب نظر آئی ہے۔ حسینؑ کا یہ کہنا اس لئے تھا کہ جان رہے تھے، صدیوں کو دیکھ رہے تھے کہ شعرا کس طرح نصرت کریں گے واقعۂ کربلا سے پہلے کیا تھا بھیا آپ کو معلوم ہے یہ نہیں کہا آپ کو نہیں معلوم صرف زمانے کو بتانا تھا اس لئے دونوں بھائیوں نے گفتگو کی تا کہ حدیث بنے واقعہ بنے اور اب چوتھے امام کا دور ہے غور کیجئے کہ حج کرنے کے لئے گئے ہیں ہشام بہت دیر سے کوشش میں ہے کہ جائے اور حجرِ اسود کو بوسہ دے دے۔ حجرِ اسود تک پہنچ نہیں پا رہا اژدھام ہے مجمع اُسے پیچھے دھکیل دیتا ہے، پہنچ نہیں پا رہا اور جب امام زین العابدینؑ آئے تو کائی کی طرح مجمع پھٹنے لگا اور راستہ بنا تب وہ بیچ میں سے گزرتے ہوئے گیا حجرِ اسود کو بوسہ دیا واپس ہوئے اور ہشام نے کہا یہ کون ہے کہ جس کو راستہ دے دیا ہے سب نے ہم کو راستہ نہیں دیا جبکہ ہم ولی عہد ہیں، شاہی خاندان سے ہیں اُس وقت پہلو میں، اُس کا بڑا درباری شاعر موجود تھا، اُس نے کہا جان کے انجان بن رہا ہے تو اس کو نہیں پہچانتا اگر تو اس سے انکار کرے گا کہ نہیں پہچانتا تو اُس کی توہین نہیں، اس لئے کہ اُس کو صفا و مروہ پہچانتے ہیں، اس کو مکّے کا ذرّہ ذرّہ جانتا ہے، اس کو خانۂ کعبہ کی دیواریں پہچانتی ہیں، اس کو تو خود حجرِ اسود آواز دیتا ہے، اس کو تو مقامِ ابراہیم بلاتا ہے اپنے قریب، تو نہیں جانتا یہ حسینؑ کا بیٹا سیّد الساجدین ہے۔ قصیدہ پڑھا پینسٹھ شعر کا، غصہ آیا، ہشام نے فرزدق کو قید میں ڈال دیا، گھر کو ویران کر دیا، قید میں زندگی گزرنے لگی، ایک دن فرزدقؔ نے امامؑ کو پیغام بھیجا کہ مولا کب تک قید میں زندگی گزاروں گا،

جواب دیا، کہا جاؤ ہمارے شاعر سے، ہمارے مدّاح سے کہہ دو کہ تم نے اب تک نہیں چاہا تھا، آج تم نے چاہا ہے، ہم اپنے معبود سے کہیں گے دو رکعت نماز پڑھی دعا کی، اِدھر دعا پوری نہیں ہوئی تھی کہ فرزدق کے لئے قید کا دروازہ کھل گیا، سیدھے امام کے پاس آئے، سر جھکا کر بیٹھ گئے، کہا فرزدق ہم نے سنا کہ بادشاہِ وقت نے ہل چلوا دیئے تمہارے گھر پر، تمہارا گھر ویران کر دیا، جائداد تمہاری لٹ گئی، غلام کو آواز دی، ایک تھیلی طبق میں رکھی ہوئی آئی، کہا فرزدق اس میں چالیس ہزار دینار ہیں یہ تمہاری پوری زندگی کے لئے کافی ہوں گے اور جب تک تمہیں جینا ہے کام آئیں گے۔

اور اب یہ پانچویں امام کا دَور ہے، کُمیت اس دَور کے بڑے شاعر ہیں، درباری شاعر ہیں، دربار میں اعلان کیا گیا کہ شاہراہ پر کربلا کا ذکر نہ ہو پر کُمیت نے کہا کس کی مجال ہے جو ہمیں کربلا کے ذکر سے روک سکے، سیدھے مدینے آئے اور گلی کوچوں میں گھوم گھوم کے مرثیہ پڑھنا شروع کیا، دن بھر مرثیہ پڑھا اور جب محلّۂ بنی ہاشم میں آئے تو بچّوں نے گھیر لیا، بنی ہاشم کے بچّے معصومینؑ کے گھر کے بچّے کُمیت کو حلقے میں لئے ہوئے ماتم کرتے ہوئے چلے کیمت نے مدینے کی ایک ایک گلی میں مرثیہ پڑھا اور جب شام ہوئی تو کمیتؔ کا دامن پکڑے ہوئے امام کی خدمت میں آئے اور کہا مولاؑ آپ نے ہمارے شاعر کا مرثیہ سنا، کہا ہاں بچّو سنا تو بچّوں نے یہ کہا محمد باقرؑ سے کہ مولا شاعر کو ہمارے مدّاح کو کچھ عطا کریں کہا عطا کریں گے، کہا ایک چادر لاؤ چادر آئی بچّوں سے کہا چادر کے کونے تھام لو۔ بچّوں نے چادر کے کونے پکڑ لئے کہا گھر میں لے جاؤ چادر گھر میں گئی واپس آئی امام نے باندھا کُمیت کے سامنے رکھ دیا کہا یہ کیا، کہا تو

نے خدمت کی ہے ہمارے جد کا مرثیہ پڑھا ہے یہ نذرانہ ہے ہماری طرف سے۔ اب جو چادر کھولی تو اپنے منہ پر طمانچے مارے اس لئے کہ اُس میں عصمت سرا سے تمام خواتین نے سیّدانیوں نے اپنے زیور اتار کے ڈال دیئے تھے۔ کسی نے گلے کا زیور کسی نے کان کا زیور، کسی نے ہاتھ کا زیور، منہ پر طمانچے لگائے کہا مولا اس لئے مدح نہیں کی کہ سیّدانیوں کے زیور لے جاؤں تو کنیز نے آ کر کہا کہ بیبیاں یہ کہہ رہی ہیں کہ ہمارے مداح سے کہہ دو کہ ہم آلِ محمدؐ جو راہِ خدا میں دے دیتے ہیں وہ واپس نہیں لیا کرتے لے جا کُمیت اور یہ چھٹے امام کا دور ہے محرّم کا چاند ہوا شاعر آ گیا کہا مرثیہ کہہ کر لائے، کہا ہاں مولا مرثیہ کہہ کر لایا ہوں، امامؑ نے کہا تو پھر پڑھو مداحِ اہلِ بیتؑ اسماعیلِ حمیری منبر کے پاس کھڑے ہو گئے مرثیہ پڑھنے لگے امامؑ نے سر اُٹھا کر دیکھا کہا کیا کھڑے ہو کر مرثیہ پڑھو گے منبر پر نہیں بیٹھو گے، کہا مولا کیسے ہو سکتا ہے کہ شاعر منبر پر بیٹھے امام اور معصوم نیچے بیٹھیں، کہا ہم حکم دیتے ہیں کہ تم منبر پر بیٹھو ہم نیچے بیٹھیں گے۔ اب شاعروں کا مرتبہ پہچان لیجئے میرے جوان بھائی ان چیزوں کو یاد رکھیئے گا کبھی بھولیے نہ کہ آلِ محمدؐ کی مداحی میں کہے جانے والے اشعار کیا ہیں دیکھیئے میں کل آٹھویں امام کے سلسلے میں بیان کروں گا۔ اس سلسلے تک لانا تھا تو یہ چھٹے امام کا دور ہے اور یہ ساتویں امام کا دور ہے اور یہاں تک میں نے تسلسل اپنی تقریر کا ملا دیا۔

ہارون رشید نے اپنے درباریوں سے کہا قید خانے سے موسیٰ کاظمؑ کو بلا کر لاؤ۔ یہ آپ کو معلوم ہے نا مولا پہ انتہائے اسیری گزر گئی۔ مرزا دبیرؔ نے کہا، مرزا دبیرؔ کے مرثیے کی بیت ہے، مرزا دبیرؔ نے ہر امام کا ایک ایک مرثیہ لکھا ہے۔

ساتویں امام کے احوال کا جو مرثیہ دبیر نے لکھا اُس میں یہ لکھا کہ:

مولا پہ انتہائے اسیری گزر گئی
زندان میں جوانی و پیری گزر گئی

جوانی بھی قید خانے میں اور بڑھاپا بھی قید خانے میں گزر گیا، ہارون کے دربار میں جشن ہو رہا تھا اور ہارون رشید کے دربار میں لوگ نذرانے پیش کر رہے تھے۔ زر و جواہر کے ڈھیر لگ گئے، انبار لگ گئے، کہا بلاؤ موسیٰ کاظمؑ کو قید خانے سے۔ معصوم کو زنجیروں میں جکڑا ہوا قید خانے سے لایا گیا، کہا کیوں بلایا ہے کہا آج میرے جشن کا دن ہے امامؑ نے فرمایا کہ جشن کا دن ہے تو مجھے کیوں بلایا ہے کہا آپ نے دیکھا رعایا نے کتنی دولت کے انبار لگا دیئے دربار میں، کہا دیکھا دیکھا کہا یہ ساری دولت آپ کو میں نے دے دی لے جایئے۔ یہ ساری دولت میں نے آپ کو دے دی، ابھی ہارونؔ یہ کہہ رہا تھا کہ ایک شخص آگے بڑھا تاریخِ بغداد میں یہ واقعہ لکھا ہوا ہے خطیبِ بغدادی نے لکھا ہے کہ ایسے میں ایک شخص آگے بڑھا اور امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں عرض کی مولا میں مُنشِد ہوں عربی میں مُنشِد اُس کو کہتے ہیں کہ جو اپنا کلام نہ پڑھتا ہو بلکہ دوسروں کے مرثیے پڑھتا ہو ہم آپ اُسے مرثیہ خوان کہتے ہیں جو دوسروں کے مرثیے پڑھتا ہو، اُس نے کہا میرا دادا شاعر تھا اور اُس نے دو شعر حسین ابنِ علیؑ کے لیے کہے تھے میں نذرانے میں کچھ نہیں لا سکا۔ میں یہ دو شعر پیش کرتا ہوں کہا سنا دو، اُس نے دو شعر پڑھے اُس کا مفہوم یہ تھا کہ "کربلا کے میدان میں حسینؑ پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی، تلواریں چل رہی تھیں لیکن اُس کے باوجود یہ تلواریں، یہ اسلحے حسینؑ کے جسم کی عظمت کو نہ خرید سکے"۔ بس یہ سننا تھا امام

رونے لگے اور کہا تونے دو شعر سنائے اور یہ ساری دولت ہارون نے مجھے دے دی ہے میں تجھے دیتا ہوں لے جا۔ ہارون کا چہرہ اُتر گیا۔

امامؑ نے بتایا کہ آلِ محمدؐ کی مدح میں جو شاعری کی جائے اُس کا مرتبہ کیا ہے۔ آپ یقین کریں تبلیغ میں نثر اور نظم دونوں نے حصہ لیا ہے۔ حسینؑ کی شہادت میں عزاداری میں شاعری کا پلہ جو ہے وہ بھاری ہے، نثر سے زیادہ ہے، تجزیہ کرنا چاہیں تو کرلیں، یہ عظمت ہے، یہ ساتواں معصوم ہے اور پیدا کہاں ہوا مکّے اور مدینے کے درمیان، مدینے سے پینتیس میل، دُور ابوا کے مقام پر۔ ابوا کون سی جگہ ہے وہ مقام ہے کہ جہاں پہ رسولؐ کی والدۂ گرامی جنابِ آمنہ کی قبر ہے اور دو عورتیں کہتی ہیں کہ تالاب میں ہم پانی بھر رہے تھے تو ہم نے دیکھا کہ کھجوروں کے درخت کے پیچھے سے ایک عورت چادر میں لپٹی ہوئی اُس قبر پر آئی اور اُس نے آ کر آواز دی۔ ''اے دنیا کے برگزیدہ انسان کی ماں، اے فخرِ انبیاء کی ماں آمنہؑ، میری مشکل کو سہل کرو'' اور وہ عورتیں کہتی ہیں کہ اُسی شام کو ہم نے سنا کہ امامِ صادقؑ ابوا میں آئے اور اصحاب امامؑ کو بیٹے کی ولادت کی مبارک باد دے رہے تھے کہ بیٹا مبارک ہو، بیٹا مبارک ہو۔ نام موسیٰؑ ہے، لقب کاظم ہے، کاظم کے معنی جو غصے کو ضبط کرے، امام غصے کو بہت ضبط کرتے تھے اس لئے کہ وہ دور ہے کہ جس میں مہدی جیسا خلیفہ ہارون رشید جیسا خلیفہ، ہر وقت توہین کرنے پر آمادہ ہے لیکن مولا ہر ایک کے سوال کا جواب ضبط کے ساتھ دیتے ہیں اس لئے کاظم لقب پڑ گیا اور جب قید کئے گئے تو کبھی بصرے کے قید خانے میں، کبھی بغداد کے قید خانے میں، تو قید خانے بدلے جاتے ہیں، ابھی تذکرہ آئے گا لیکن امام کا یہ عالم ہے کہ جس نے جو مسئلہ پوچھا اُس کو بتا دیا

علی بن یقطین جو ہارون رشید کا درباری ہے لیکن امام موسیٰ کاظمؑ کا دوست دار اور محب ہے ایک دن خدمتِ امام میں آیا اور کہتا ہے کہ ہارون رشید مجھے وزیر بنانا چاہتا ہے بن جاؤں، کہا ہاں بالکل بن جاؤ، امامؑ کو معلوم ہے کہ خلافت باطل ہے لیکن مصلحتِ امام اور سیرتِ معصومینؑ دیکھیے، یعنی یہ جد کی سیرت ہے۔ سلمانِ فارسیؑ نے مولا علیؑ سے کہا مدائن کی وزارت مجھے مل رہی ہے لے لوں، علیؑ نے کہا ہاں لے لو دنیا کو کچھ بتانا تھا کہ اگر یہ اصحابِ حق میرے ساتھ ہوتے اور پہلی خلافت مل چکی ہوتی اور یہ سب ایک ایک جگہ کے گورنر ہوتے تو کیسی خلافت چل رہی ہوتی۔ ایک نمونہ دیکھ لو اس لئے مولا علیؑ سلمان کو بھیج رہے ہیں گورنر بنا کر اور جب پہنچے مدائن میں تو مدائن والوں نے سلمان کا مذاق اُڑایا کہ ایک چٹائی اور ایک مٹی کا لوٹا لئے ہوئے اونٹ پر بیٹھا ہوا گورنر آیا ہے۔ ہنس رہے ہیں مدائن والے، کہا قصر میں ٹھہریں گے، کہا نہیں مسجد میں ٹھہریں گے۔ مسجد میں گئے اب لوگ جاتے ہیں اور سلمان کی وضع قطع اور لباس کا مذاق اُڑاتے ہیں، یہ کیسے گورنری کریں گے، سلمان کو سیدھا سادہ سمجھ کر لوگوں نے جرائم بڑھا دیئے جعل سازیاں بڑھا دیں، شکایتیں آنے لگیں کہ صاحب چوری بہت ہوتی ہے، ڈاکے بہت پڑنے لگے ہیں شہر میں، سلمان نے اعلان کیا کہ آج کے بعد اس شہر میں کوئی چوری نہیں ہوگی کوئی ڈاکہ نہیں پڑے گا اور سنو سب سے کہتا ہوں کہ آج کی رات کوئی اپنے گھر سے نہ نکلے گورنری کی شان مولا کا بھیجا ہوا گورنر تقیے میں ہے۔ دکھانا ہے نمونہ، آج کوئی اپنے گھر سے نہ نکلے سب ہنسنے لگے یہ اکیلے کیا کریں گے۔ نہ سپاہی نہ پولیس، پولیس اُس زمانے کی ایجاد ہے۔ مدینے میں پولیس تھی مدائن میں نہیں پہنچی تھی مدینے میں بہر حال پولیس تھی۔ خلافت کا

دوسرا دور ہے پولیس ایجاد ہو چکی تھی مگر سلمان کو پولیس والے نہیں دیئے گئے تھے، نہ آرمی دی گئی تھی اب سلمانؑ اکیلے کیا کریں گے ہنس رہے ہیں سب۔ اپنے اپنے گھروں کو گئے اور رات کو دروازہ کھولا تا کہ یہ دیکھیں کہ بھئی کیوں منع کیا ہے تو سلمانؑ نے جیسے ہی یہ کہا کہ سب اپنے گھروں کے دروازوں کو بند رکھنا اور یہ کہہ کر مسجد سے نکل کر جنگل میں گئے آواز دی اے جنگل کے وحشی درندوں سلمان بلا رہا ہے۔ جنگل کے ہزاروں کتّے دوڑتے ہوئے آئے اور سلمانؑ نے کہا وحشی درندو آج کی رات شہر کا انتظام تمہارے سپرد ہے سلمانؑ آرام سے سوئے رہے صبح جب ہوئی تو وہ جنھوں نے دروازے کھولے تھے چوری کرنے کے لئے چوروں نے اور وہ جو تماشا دیکھنے نکلے تھے، صبح کو ہر گلی کے نکڑ پر لاشیں پڑی تھیں اور وحشی درندوں نے ٹانگیں چیر کر پھینک دیں تھیں۔ اب مدائن والوں نے دیکھا گورنری کیسی ہوتی ہے، بتا دیا سلمانؑ نے کہ جب انسان درندوں سے بدتر ہو جائے تو ہم درندوں کو گورنری کے لئے لایا کرتے ہیں۔

جب تم انسانیت ختم کر دو گے تو ان ہی سے تمہارا علاج کروائیں گے درندوں سے! تو امام بھی اکثر عہدہ اس لئے دلوا دیا کرتے ہیں تا کہ تم مصلحت سمجھو اور نمونہ دیکھ لو، کہا سنو علی ابنِ یقطین اس لئے عہدہ دلوا رہا ہوں کہ میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا لیکن یہ وعدہ کرو کہ تم وزیر بننے کے بعد جہاں جہاں ہمارے شیعہ ہیں اُن کی حفاظت کرو گے، کہا ہاں مولا وعدہ کرتا ہوں اب آپ نے دیکھا یہ انتظام کیا ہے تو گویا اگر اپنی قوم کی حفاظت کرے کوئی قوم کا رہنما تو اُدھر سے مدد ہوتی ہے اور اگر اپنی قوم کٹتی رہے، جلتی رہے، بکتی رہے اور کوئی مدد نہ کرے تو کیا آپ کو یہ یقین ہے کہ اُن لوگوں کی مدد

رہنماؤں کی امام کی طرف سے ہوئی میں تو سمجھتا ہوں نہیں ہوئی کسی کی مدد نہیں ہوئی اس لئے کہ قوم کی مدد کسی نے نہیں کی، تو اب اس سال تو سارے یہ وعدہ کر لیں کہ قوم کے ہر غم میں شریک رہیں گے تا کہ اُدھر سے مدد ہوتی رہے۔ اگر مگر نہیں ہے تو معصوم نے کہا مدد کرنا ہماری قوم کی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اب علی بن یقطین مدد کر رہا ہے اور جب مدد کر رہا ہے تو اب امام کاظمؑ سے پوچھتا ہے خط لکھ کر کہ وضو کیسے کروں فقہ حنفی کے مطابق یا آپ کی فقہ کے مطابق کہا نہیں وضو بھی اُسی طرح کرو اور نماز بھی ویسے ہی پڑھو، بڑے حیران ہوے کہ یہ ہمارے امام نے کیا لکھ دیا، مگر حکم تھا کیا کرتے ویسے ہی وضو ویسے ہی نماز۔ پڑھنے لگے شکایت سن کے ایک درباری کہتا ہے یہ تو محب ہیں موسیٰ کاظمؑ کے ان کو وزارت سے نکال دیا جائے۔ ہارون نے کہا ہم خود دیکھیں گے اور عقیدے کا پتہ لگا لیں گے۔ جس وقت یہ وضو کر رہے ہوں اُس وقت لے چلنا اب جو ہارون پہنچا تو دیکھا کہ بڑے اہتمام سے وضو کیا سر کا پورا مسح پیر بھی دھوئے، ناک میں پانی بھی ڈالا اور با قاعدہ گردن بھی قطع ہو گئی اور کہا بکواس کرتے ہو جھوٹ بولتے ہو وہ ہمارے عقیدے پر ہے، ہم کیسے وزارت سے نکال دیں یہ تو حنفی طریقے سے وضو کر رہا ہے، امام موسیٰ کاظمؑ کو علم تھا کہ علی ابنِ یقطین کی مخبری ہو گی اس لئے حکم دیا کہ وضو حنفی طریقے سے کرو۔

ایک دن روم کے بادشاہ نے ایک قیمتی خلعت سونے کے تاروں سے بنا ہوا سیا کمخواب کا ہارون کے پاس بھجوایا۔ ہارون رشید نے یہ خلعت علی ابن یقطین کو انعام میں دے دیا۔ اُس نے غلام سے کہا یہ لے جا کے میری طرف سے موسیٰ کاظمؑ کو دے دے۔ امام نے خلعت کو دیکھا اور غلام سے کہا کہ جا یہ کہہ دینا علی

بن یقطین سے کہ یہ خلعت تیرے کام آئے گا واپس دے دیا۔ ابھی دو دن نہیں گزرے تھے کہ جاسوس نے ہارون سے جا کر کہا کہ جو خلعت آپ نے دیا تھا وہ بھجوا دیا اپنے امام کے پاس۔ ہارون نے فوراً بلوا لیا کہا وہ خلعت جو دیا تھا وہ کہاں ہے علی بن یقطین، نے کہا میں یہاں موجود ہوں۔ غلام کو بھیجئے فلاں جگہ رکھا ہے وہ لے آئے گا وہ جا کر لے آیا خلعت تو اب سمجھ میں آیا کہ مولا نے نذر قبول کیوں نہیں کی تھی میری جان بچانا چاہتے تھے۔

دیکھا آپ نے تو یہ مولا کے کارنامے ہیں اور امام کا اگر علمی کارنامہ بڑے سے بڑا اگر آپ کو دیکھنا ہو تو آپ مناظرے دیکھیں اور یہ وہ دور ہے کہ جب اپنے اور پرائے سب آ کر بحث کیا کرتے تھے۔ بادشاہِ وقت پوچھ رہا ہے کہتا ہے کہ یہ بتایئے کہ یہ سات تکبیریں مستحب کیوں ہیں نماز سے پہلے اور یہ رکوع میں سبحانَ ربّیَ العظیمِ و بحمدِہٖ کیوں کہتے ہیں اور سجدے میں سُبحانَ ربّیَ الاعلیٰ و بحمدِہٖ کیوں کہتے ہیں۔ تو آپ نے کہا تجھے اب تک مفہومِ نماز نہیں معلوم کیسا خلیفۂ وقت ہے تو۔ اچھا سُن بات یہ ہے کہ جب ہمارے جد رسولِؐ خدا معراج پر گئے اور پہلے آسمان پر پہنچے تو نگاہوں کے سامنے سے ایک پردہ ہٹا، آپ نے کہا اللہ اکبر، ابھی یہ کہا تھا کہ دوسرا آسمان بھی پار ہوا، اب کہا اللہ اکبر تیسرا آسمان آیا اور پردے ہٹتے چلے یہاں تک کہ سات پردے سات آسمانوں کے سامنے سے ہٹے سات تکبیریں کہیں، اللہ اکبر اور جب اُس مقام پر پہنچے کہ جہاں کوئی نہ پہنچ سکا تو رکوع میں جھک گئے اور کہا سُبحانَ ربّیَ العظیمِ و بحمدِہٖ اور جیسے ہی یہ کہا ویسے ہی عظمتوں، جلالتوں اور ربوبیت کا پردہ سامنے سے ہٹا اب جو جلوۂ ربوبیت دیکھا تو بے اختیار اضطراب کے عالم

میں سجدے میں گرے اور کہا سُبحانَ ربّیَ الاعلیٰ وبحمدِہٖ سنو نماز جو ہے وہ معراج کی یادگار ہے، معراج سے واپسی پر نماز واجب ہوئی اسی لئے نماز کو معراجِ مومن قرار دیا۔ اور نماز کی معراج سجدہ ہے، اب سجدے کی اہمیت سمجھیں تو معصوم کس طرح ایک ایک چیز سمجھا رہے ہیں اور بتا رہے ہیں

ایک دن ہارون رشید کہتا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ بیعت لے رہے ہیں چھپ چھپ کر اب امام کا جلال دیکھیں ساتویں معصوم کا جلال دیکھئے، امامؑ نے کہا ہارون رشید علانیہ بیعت لینے سے مجھے کون روک سکتا ہے ہارون نے کہا کہ آپ کو بیعت لینے کا حق کیا ہے، امامؑ نے کہا کہ مجھے حق ہے، کیوں حق نہیں ہے مجھے؟ میرا حق زائل کس نے کر دیا۔ اب سوال جواب دیکھئے امامؑ فرماتے ہیں میرا حق زائل کس نے کر دیا جو میں بیعت نہیں لے سکتا، ہارون نے کہا کہ میں بادشاہِ وقت ہوں میں بیعت لے سکتا ہوں آپ کیسے بیعت لے سکتے ہیں۔ امام نے کہا ہارون بس اتنا فرق ہے بادشاہ میں بھی ہوں، بادشاہ تو بھی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ تو جسموں کا بادشاہ ہے، میں دلوں کا بادشاہ ہوں، ہارون نے کہا کہ میں تو پوری رعایا پر حکومت کرتا ہوں میری فضیلت زیادہ ہے۔ امام نے فرمایا کہ ہاں بس اتنی فضیلت ہے تجھے کہ تو جسموں پر حکومت کرتا ہے اور میں روحوں پر حکومت کرتا ہوں۔ میں اس طرح افضل ہوں اور تو مبذول ہے۔ جس طرح روح کو حق ہے جسم پر حکومت کا اس طرح مجھے حکومت کا حق ہے تیرے اوپر۔ تو جسم پر حکومت کرتا ہے میں روح کا حکمران ہوں اور اب اُس کے بعد ہارون کہتا ہے کہ آپ افضل کہاں سے ہو گئے اس لئے کہ رسولؐ کے ایک چچا کی اولاد آپ ہیں اور ایک چچا کی اولاد میں ہوں، آپ ابو طالبؑ کی

اولاد ہیں، میں عباس بن عبدالمطلبؑ کی اولاد۔ کہاہاں ایک چچا کی اولاد میں بھی ہوں ایک چچا کی اولاد تو بھی ہے لیکن تو نے غور ہی نہیں کیا جب محشر میں تو پہنچے گا رسولؐ کے سامنے تو تُو سلام کرے گا السّلامُ علیكَ یا ابنِ عمّ کہہ کر اے میرے چچا کے بیٹے تجھ پر سلام اور میں سلام کروں گا السّلامُ علیكَ یا جدّاہٗ یعنی اے میرے دادا آپ پر میرا سلام تو پتہ ہے تجھے اولاد اور خاندان والے برابر نہیں ہوا کرتے میں اولاد ہوں تو خاندان والا ہے۔

جس طرح چوتھے امام کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے بالکل اسی طرح ایک بار ساتویں امام کے ساتھ ہو گیا خانہ کعبہ میں حجرِ اسود کا بوسہ دینے امام معصوم آگے بڑھے اور ہارون چاہتا ہے کہ میں پہلے جاؤں اور بوسہ نہ دے سکا اور امام نے بوسہ دیا آگے بڑھ گئے اب یہ پہنچا کہ مقامِ ابراہیمؑ پر نماز پڑھوں وہاں جب پہنچا تو پہلے ہی دیکھا یہ جوان نماز پڑھ رہا ہے وہ غصے میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں بیٹھ سکتا ہوں، کہا بیٹھ جا یا چلا جا کوئی میرا گھر تھوڑی ہے مرضی ہے، کہا کیا اپنے دور کے بادشاہوں سے اِسی طرح بات کرتے ہیں، کیا کہنا سیرت معصومؑ کا اور یہ علمی جواب کا۔ کیا کیا تعریفیں ہو سکتی ہیں اور کیا کیا اس پہ کہا جا سکتا ہے۔ ہارون نے کہا اپنے دَور کے بادشاہوں سے اس طرح بات کرتے ہیں، کہا یہ کوئی میرا گھر نہیں ہے یہ تو خانہ خدا ہے یہاں گدا اور شاہ دونوں برابر ہیں۔ چونکا بادشاہ، یہ تو خانہ خدا ہے، ہارون نے کہا میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں امام نے کہا کہ امتحان کرنا چاہتا ہے میرا یا استفادے کے لئے پوچھنا چاہتا ہے، ہارون رشید گھبرا گیا کہنے لگا استفادے کے لئے پوچھنا چاہتا ہوں، امامؑ نے کہا تو اس طرح بیٹھ جس طرح شاگرد اُستاد کے سامنے بیٹھتے ہیں۔

امام نے فرمایا پوچھ، کیا پوچھنا چاہتا ہے، ہارون نے کہا بتائیے واجباتِ اسلام کیا ہیں، واجباتِ دین کیا ہیں، امام نے فرمایا تجھے نہیں معلوم خلیفۂ وقت ہے، ارے بس ایک، پانچ، سترہ، چونتیس، چورانوے، سترہ پر ایک سو ترپن، پھر بارہ میں ایک، چالیس میں ایک، دو سو میں سے پانچ اور ساری عمر میں ایک اور ایک کے بدلے ایک۔

ہارون کہنے لگا میں آپ سے واجباتِ شرعی پوچھ رہا ہوں آپ مجھے حساب کتاب بتا رہے ہیں، امامؑ کہنے لگے کہ اچھا تجھے نہیں پتہ کہ اسلام پورا حساب کتاب پر ہی مشتمل ہے اس لئے یومِ حساب نام رکھا گیا، جس دن حساب ہوگا تجھے نہیں پتہ اب دیکھیں کہ مولا نے آپ لوگوں کا میتھ میٹک کا پیپر کیسے حل کروایا۔ ہر پیپر رکھا ہے اللہ نے دین میں، ہر چیز کا پیپر ہے کبھی اگر تذکرہ آیا تو بتاؤں گا کہ کس طرح ہر سبجیکٹ کا پیپر ہے جسے حل کرنا ہے اور وہاں نتیجہ ملے گا تو اب یہ واجباتِ شرعی تو کہا آپ حساب کتاب گنوا رہے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ تجھے نہیں معلوم کہ ایک یعنی اسلام ہے جو واجب ہے۔

پانچ یعنی پانچ وقت کی نماز ہے اور سترہ تو وہ سترہ رکعت نمازِ واجب ہیں اور یہ جو چونتیس کہا آپ نے کہا کہ چونتیس سجدے ہیں اور چورانوے جو آپ نے کہا، چورانوے تکبیریں ہیں اور ایک سو ترپن تسبیحات ہیں، اب وہ پوچھتا جا رہا ہے آپ بتاتے جا رہے ہیں کہ بارہ میں ایک، کہا بارہ مہینے کا سال ہوتا ہے، اُس میں ایک مہینہ واجب ہے روزہ رکھنا اور چالیس میں ایک کہ اگر چالیس دینار ہوں تو اُس میں سے ایک دے دو زکوٰۃ کا اور میرا یہ قول کہ دو سو میں سے پانچ تو جس کے پاس دو سو درہم ہیں اس پر فرض ہے کہ پانچ درہم زکوٰۃ میں

دے۔ پھر میرا یہ قول کہ عمر بھر میں ایک تو وہ حج ہے۔

اور یہ جو آپ نے بتایا کہ ایک کے بدلے ایک کہا اگر کوئی شخص ایک کو قتل کر دے تو اُس کے بدلے میں ایک قتل ضرور ہوگا۔ امامؑ نے تمام واجبِ شرعی تشریح کر کے سامنے بتا دیا۔

یہ جو کوئی بڑے صاحب کھڑے ہوئے ہیں اور ایک منٹ رہ گیا نو بجنے میں اور نو بجے مجھے تقریر ختم کر کے اُن کے یہاں کی مجلس شروع کرنی ہے اور یہیں یہ مجلس چھوڑ رہا ہوں اور آگے بڑھ جاؤں اور جو چیزیں رہ گئیں وہ وہاں بیان کر دوں گا۔ معصوم کو قید میں رکھا گیا اور اب چاہتا یہ ہے ہارون رشید کہ امامؑ کو قتل کر دیا جائے۔ طریقے سوچ رہا ہے قتل کرنے کے اور چاہتا یہ ہے کہ حکومت پر الزام آنے نہ پائے۔ اس طرح قتل کیا جائے تو اب وزرا سے پوچھتا ہے، مشورہ کرتا ہے۔ انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ ایسے ملک کے لوگوں کو بلایا جائے کہ جو جانتے نہ ہوں اُن کو۔ حبش سے چالیس حبشیوں کو بلایا گیا جنگلیوں کو اور اُنہیں شراب پلا کر یہ حکم دیا گیا کہ جو سامنے چادر پڑی ہوئی ہے سفید اس پر تلوار چلاؤ، کئی دن تک وہ مشق کرتے رہے جب اُن کو عادت پڑ گئی شراب پی کر چادر پر تلوار چلانے کی مشق پوری ہوگئی تو ایک دن شراب پلا کر قید خانے میں بھیج دیا گیا اور کہا گیا یہ جو سامنے چادر پڑی ہے اس پر تلواریں چلا دو، اب حبشی تلواریں لیے ہوئے آگے بڑھے، چاہتے تھے کہ وار کریں، معصوم نے ایک بار چہرے سے چادر سرکا دی۔ چادر کا سرکنا تھا کہ تمام حبشی تلواریں پھینک کر قید خانے سے بھاگے اور صحرا میں دُور تک نکل گئے، ہارون نے پکڑ کر بلوایا، ہانپتے ہوئے آئے کہا جو تمہیں کہا گیا تو وہ تم نے کام کیوں نہیں کیا، کہا ارے کس کے

پاس بھیج دیا تھا ہمیں تُو نے، کہا کیوں، کہا ہم تو اُسے پہچان گئے، کہا تم کیا جانو یہ تو قید خانے سے کبھی نہیں نکلا، تم تو حبش کے جنگلوں سے آئے ہو، کہا ہمیں کچھ نہیں معلوم ہمارے جنگلوں اور باغوں میں جب بارش نہیں ہوتی تھی اور ہم جب دعا کرتے تھے تو یہ آتا تھا، دعا کرواتا تھا، بارش ہونے لگتی تھی، یہ ہمارا امام ہے، اُس نے ہماری مدد جنگلوں میں کی ہے تُو نے ان کو قید کر کے رکھا ہے، ہمارے امام کی شان کو دیکھیے کہ کیا کوشش کی تھی اور کیا ہوا، کوشش یہ کوشش جاری ہے کہ کسی طرح قاتل خریدوں۔ کل میرے دوست نے کہا تھا کہ شہادت بھی پڑھا کریں، اب کوشش کروں گا جو معصوم رہ گئے ہیں اُن کی شہادت کا ذکر کروں، ولادت سے شہادت تک ظاہر ہے کہ وقت بہت کم ہوتا ہے بھئی جو چیزیں بس بیان کر دوں اُسے تبرک سمجھ لیجیے۔ ہارون رشید کی یہ کوشش ہے کہ کسی طرح قتل کر دے زہر دیا اور زہر دینے کے بعد یہ کہا کہ موسیٰ کاظمؑ تم زبان سے یہ بات نہیں نکالو گے کہ زہر دیا گیا اور کوشش یہ ہے کہ زہر سے مر جائیں، زہر ایسا دیا گیا کہ جسم میں کہیں ظاہر نہ ہو اور یہ کہا جائے کہ مریض اپنی موت سے مرا ہے اور طبیب کو بھیجا گیا طبیب اندر جائے اور آ کر باہر یہ کہہ دے کہ اپنی موت سے مریض مرا ہے یہ قیدی اپنی موت سے مرا ہے۔ طبیب اندر گیا، پورے جسم کو دیکھا، آنکھوں کو دیکھا، چہرے کو دیکھا، کہیں زہر کے آثار نہیں تھے ابھی یہ چاہتا تھا کہ اُٹھ جائے امام نے اپنی ہتھیلیاں سامنے کر دیں، ہتھیلیوں پر نظر پہنچی اُس نے کہا ارے اس قیدی کو تو زہر دیا گیا ہے، اب یہ معصوم جانتا ہے کہ یہ کون سا زہر ہے جس کے اثر کا ہتھیلیوں سے پتہ چلے گا، یہ ہے سیرتِ معصوم، یہ ہیں امام کے معجزے۔ باہر آیا چاہتا تو یہی تھا کہ پتہ نہ چلے لیکن طبیب نے بتا دیا

معلوم ہو گیا کہ زہر دیا گیا ہے۔ رات ہی وفات پائی، شہادت ہوئی اور اب ہارون کہتا ہے کہ چار آدمی جائیں اور قیدی کے جنازے کو لے جا کر بغداد کے پُل پر رکھ دیں، دجلہ کے پُل پر رکھ دیا گیا آدھی رات کو جنازہ آپ کے ساتویں امام کا، ابھی صبح نمودار ہونے والی تھی کہ وہ لوگ جو منڈی جایا کرتے تھے تجارت کے لئے سامان لے کر اپنے اونٹوں اور گھوڑے گاڑیوں پر چاہتے ہیں کہ پل کو پار کریں جیسے ہی سواریوں کو چڑھانا چاہا چڑھائی پر چلتے چلتے ناقے رُک گئے، چلتے ہوئے گھوڑے رُک گئے تو قافلے والے حیران ہوئے سواریوں سے اُترے کہا دیکھیں کیا بات ہے یہ سواریاں کیوں رُک گئیں اب جو اوپر جا کر دیکھا تو ایک جنازہ رکھا ہوا دیکھا، سب حیران ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا مسئلہ ہے اور یہ وحشی جانور کیوں رُک گئے ہیں، یہ بے زبان جانور کیوں رُک گئے ہیں، یہ جنازہ کس کا ہے بس تقریر ختم ہوئی اور اس کے بعد مصائب بھی اِسی ربط سے وہاں پڑھ دوں گا۔ رات کی مجلس میں اور اب بس آخری جملے ایک حداد بغداد کی ایک گلی میں رہتا ہے، رات آدھی گزر چکی، دروازے پر کسی نے دستک دی، اُس نے دروازہ کھولا تو ایک بی بی سیاہ چادر میں لپٹی ہوئی نظر آئی، حداد باہر آیا، کہا بی بی کیا بات ہے کہا سن حداد تُو نے یہ منت مانی تھی کہ اگر اس سال میرے بیٹا پیدا ہوا تو میں فاطمہؑ کے کسی بیٹے کی خدمت کروں گا، کہا ہاں بی بی یہ منت تو مانی ہے لیکن تم کو کیسے معلوم کہا سُن میں اُسی حسینؑ کی ماں ہوں اور میرے بیٹے کی مدد کر دے، حیران ہوا، کہا بی بی کیا بات ہے کہا حداد ذرا میرے ساتھ آ (آخری جملے) اور بی بی لئے ہوئے حداد کو اُس چڑھائی پر آئیں اور کہا یہ جنازہ ہے اے حداد تجھے واسطہ ہے رسولؐ کا میرے بیٹے کی ہتھکڑیاں کاٹ دے، میرے پوتے کی بیڑیاں کاٹ دے۔

آٹھویں مجلس

اُمّی کے کیا معنی ہیں؟

سیرتِ امام علی رضا علیہ السلام، ذکرِ جنابِ اُمّ البنین سلام اللہ علیہا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

خدا کا شکر ہے اس سیرتِ معصومینؑ کے عنوان پر یہ آٹھویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ کل سے ذرا ظاہر ہے کہ دو تقریریں مشکل ہو جائیں گی اس لئے کہ چار معصوم بچ گئے آج آٹھویں امام کا ذکر ہے اور چار معصوم رہ گئے اور تقریریں دو، باقی ہیں جیسا کہ ابتدا میں کہا تھا کہ دو دو معصوموں کا تذکرہ ایک ساتھ ہوگا، اور پھر جو کہا جا چکا اُس کی ترتیب بھی پیش کرنا ضروری ہے، اُس کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ کئی تقریروں میں میں نے یہ بات کہی کہ اللہ کی اطاعت ہوگا، رسولؐ کی اطاعت کرو، اُولی الامر کی اطاعت کرو۔ تاریخ نے جو نام پیش کئے اُن کے نام بھی میں نے ایک دن گنوائے تھے، نمازِ جمعہ کے خطبے میں جن اُولی الامر کا نام لیا جاتا تھا لیکن عجیب بات ہے کہ چونکہ ختمی مرتبتؐ نے بارہ نام لے دیئے تھے اس لئے تاریخ نے کوشش کی کہ بارہ کی تعداد پوری ہو جائے لیکن کسی بھی دور میں تعداد پوری نہ ہو سکی۔ ہمارے یہاں ایک سلسلہ

ہے پورا عصمت کا، سلسلہ نور کا، امامت کا سلسلہ، اسی سلسلے کی آٹھویں کڑی آپ کے سامنے ہے اور عجیب بات ہے کہ تاریخ نے جتنے اُولی الامر بنائے تو اُن میں ترتیب کے لحاظ سے اگر دیکھیں کہ جو پہلے کی سیرت ہے وہ دوسرے کی نہیں اور جو دوسرے کی ہے وہ تیسرے کی نہیں اور جو سیرت چوتھے کی ہے وہ پانچویں کی نہیں سیرت بدلتی جاتی ہے اور سیرت بدلتی جاتی ہے۔ ہمارے بارہ اُولی الامر ہیں اور سب کی سیرت ایک ہے۔

کل ساتویں امام کا ذکر تھا اور تقریر میں نے ادھوری چھوڑ دی تھی اور اُس کے بعد دوسری تقریر یہاں ہوئی پھر اُس کا موضوع بدل گیا اس لئے کہ وہ تذکرہ آ گیا تھا شاعری سے متعلق حالانکہ مصائب میں ہم نے وہاں یہی موضوع رکھا تھا جو یہاں تھا تو اگر آپ غور کریں تو یہ وہ اُولی الامر ہیں جنہیں دنیا نے مانا کہ وہ خلافت کے دربار میں ہیں اور رسولؐ کی بیٹی کھڑی ہوئی ہے کہہ رہی ہے کہ فدک میرا ہے۔ فدک پر ایک تقریر میری عظمتِ قرآن کے ذیل میں رضویہ میں جو عشرہ شروع ہو رہا ہے میرا بارہ صفر سے، وہاں پر ایک پوری تقریر جمل پر اور ایک فدک پر ہوگی۔ اشارہ کر رہا ہوں یہاں بات کہنے کے لئے تھوڑا سا تذکرہ ساتویں امامؑ کا کرنے کے بعد پھر آگے بڑھ جاؤں عرض کر رہا تھا کہ دربار میں شہزادیؑ کونینؑ سے کہا گیا کہ تو پھر گواہ لاؤ تو گواہی میں مباہلے کے گواہ شہزادی نے پیش کر دیئے۔ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ تو اُن سچوں سے پہلے ایک سچا علیؑ، دو سچے بچے حسنؑ اور حسینؑ اور ایک گواہی میں لائیں اپنی کنیز اُمِ ایمن تو اب دیکھیں کہ کیونکہ صادقین کو لائیں تھیں اس لئے ایسی کنیز کو لائیں کہ جس کے لئے رسولؐ کی حدیث موجود تھی اور اِسی لئے اُمّ ایمن نے

بڑھ کر کہا کہ تم نے رسولؐ سے یہ سنا ہے نام اُمِ ایمن ہماری اُمت میں سچی بی بی ہے۔ حاکمِ وقت نے کہا ہاں سنا ہے تو کہا جب تمہیں میری سچائی کا یقین ہے تو میں کہتی ہوں کہ فدک رسولؐ کی بیٹی کا ہے جو کنیز لائیں وہ بھی سچی، رسولؐ کے بقول۔ تو اب یہ چار سچے لائیں حاکم نے کہا کہ کنیز کی گواہی قبول نہیں اور یہ یاد رکھئے یعنی اُولی الامر کی سیرت جو ہے وہ ایک دوسرے سے ملتی نہیں ایک کچھ کہتا ہے دوسرا کچھ کہہ دیتا ہے ہارون رشید بھی مسلمانوں کا حاکم ہے، اُس نے کہا کنیز کی گواہی قبول ہے، قید خانے میں ہمارا ساتواں امام قید ہے اُس کے باوجود ہارون رشید ہر وقت یہ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح توہین کا پہلو نکالا جائے، ایک خوبصورت حسین وجمیل کنیز کو سکھا کر بھیجا گیا قید خانے میں۔ پورا پلان تیار ہوا کہ شاہی دربان اور سپاہی باہر کھڑے ہیں اور اولی الامر بھی باہر موجود ہے لیکن جو سیاستِ الٰہیہ کا اُولی الامر ہے وہ سجدے میں پڑا ہوا ہے، قید خانے میں سجدے سے سر نہیں اُٹھاتا اور کنیز اندر جاتی ہے۔ اب وہ چاہتی ہے کہ کب مخاطب ہو سجدے سے سر اُٹھائیں لیکن وہ سجدے سے سر نہیں اُٹھاتے، کھڑی ہوئی ہے اتنی دیر میں اُس نے دیکھا کہ بہت سی خوبصورت کنیزیں آئیں اور آگے بڑھ کر کہتی ہیں کہ تو کیوں آئی ہے یہاں اگر تو خدمت کے لئے آئی ہے تو واپس جا اس لئے کہ ہم سب اس کی خدمت کے لئے موجود ہیں۔ اتنی اضطراب میں آئی اتنی پریشان ہوئی کہ بے اختیار سجدے میں گر گئی، روتے روتے اب وہ بھی سجدے میں ہیں اور یہ بھی سجدے میں۔ جب کافی دیر ہوگئی اور وزراء یہ سمجھے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپس میں دونوں میں کوئی ساز باز ہوگئی ہو، اندر جو گئے دیکھا یہ منظر کہ قیدی سجدے میں ہے کنیز، بھی سجدے میں ہے،

تھوڑی دیر تو کھڑے رہے جب اُس نے سجدے سے سر نہیں اُٹھایا تو بازو پکڑ کر کھینچا اور اُٹھا کر خلیفۂ وقت کے سامنے لائے، ہارون نے کہا کہ تجھے کس کام کے لئے بھیجا گیا تھا تو نے یہ کیا کیا، کہا میں کیا کروں آج مجھے شعورِ سجدہ سکھا دیا اُس قیدی نے، جو مزہ آج عبادت میں ملا ہے ساری زندگی مجھے نہیں ملا۔

معاف کیجئے گا کنیز نے کہا ہارون نے مان لیا یعنی مدینے کا اُولی الامر کنیز کی گواہی نہیں مان رہا تھا ہارون رشید نے کنیز کی گواہی مان لی تو یہ اب سیرتوں میں فرق دیکھئے آپ کہ وہاں کنیز کی گواہی سے انکار یہاں کہنا تو یہی چاہئے تھا کہ تو جھوٹ بولتی ہے ایسا نہیں ہوا ہوگا تو نے سجدہ نہیں کیا ہوگا لیکن اب کنیز کی بات پر یقین ہے اُس کی گواہی خلیفۂ وقت نے مان لی تو کبھی خلافت کنیز کی گواہی کو ردّ کر دیتی ہے اور کبھی قبول کر لیتی ہے۔ تو غور طلب بات یہ ہے اور اگر اس واقعے کی عظمت دیکھنی ہو تو آپ یوں دیکھئے کہ زلیخا نے یوسفؑ کے دامن پر ہاتھ ڈال دیا یوسفؑ نے اپنے کو بچا لیا لیکن زلیخا کو اپنا جیسا نہ بنا سکے تو نبوت اور امامت میں بس اتنا فرق ہے کہ نبوت اپنا دامن تو دشمن سے بچا لیتی ہے لیکن امامت دشمن کو اپنے رنگ میں رنگ لیتی ہے۔

اور یہ بھی غور طلب بات ہے کہ یوسفؑ نے مصر کی عورتوں سے پریشان ہو کر یہ دعا مانگی تھی کہ گوشۂ تنہائی دے دے، یوسفؑ کی دعا قبول ہوئی، قید مل گئی، کچھ دن گزرے قید میں دو قیدی اور آئے سورۂ یوسف پر ایک مجلس پچیس محرم کو پوری پڑھ چکا ہوں، اُس کے علاوہ کچھ چیزیں ذہن میں آئیں تو پیش کر رہا ہوں دو قیدی اور آئے ایک رات میں دونوں نے خواب دیکھا کیونکہ یوسفؑ کو علم تعبیر وحی کے ذریعے عطا کیا گیا تھا۔ دونوں قیدیوں نے صبح کو اُٹھ کر اپنے اپنے

خواب بیان کئے ایک کہہ رہا تھا میں نے خواب دیکھا کہ انار کا عرق نچوڑ کر جام میں بھر رہا ہوں، دوسرے نے کہا میں نے دیکھا خواب میں کہ میں صحرا میں کھڑا ہوا ہوں اور میرے سر پر روٹی کا خوان رکھا ہے، صحرائی پرندے آ کر کھا رہے ہیں۔ تو جنابِ یوسف نے فرمایا کہ جو انار کا عرق نچوڑ رہا ہے وہ تو بادشاہ کا ساتھی بنے گا اُسے بادشاہ منصب دے گا دربار میں اور جو یہ کہہ رہا ہے کہ میں صحرا میں کھڑا ہوں اور سر پر روٹی جو رکھی ہے وہ پرندے کھا رہے ہیں، اُسے پھانسی ہوگی اور اُس کے دماغ کا گودا صحرا میں پرندے کھائیں گے۔ اُس نے کہا میں نے تو ویسے ہی مذاق کیا تھا میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا تو یوسفؑ نے کہا جو کہہ دیا ہے میں نے یہی ہوگا۔ قیدی دونوں قید سے آزاد ہوئے جب وہ قیدی آگے بڑھنے لگا جو بادشاہ کے یہاں منصب پانے والا تھا تو یوسف نے کہا کہ بادشاہ کے پاس جانا تو میری سفارش کرنا، کہنا کہ ایک قیدی بے گناہ، بیکس بہت دنوں سے قید میں پڑا ہے اُس کو آزاد کر دے۔ اُدھر وہ دونوں قیدی گئے اِدھر جبرئیلؑ امیں آئے یہ ہے یوسفؑ کا ترکِ اولیٰ، پہلا ترکِ اولیٰ یہی ہے۔ واحد نبی جس سے دو بار ترکِ اولیٰ ہوا۔ پہلا ترکِ اولیٰ قید خانے میں ہوا جبرئیلؑ امیں آئے اور کہا یوسفؑ قید اور بڑھا دی گئی، کہا کیوں، کہا تم نے اپنے خدا سے قید مانگی تھی جس سے قید مانگی تھی اگر اُس سے رہائی مانگتے آزادی مانگتے تو کیا آزادی نہ ملتی اللہ قید سے آزاد کر دیتا تم نے دوسرے کی سفارش کی ایک انسان کی، ایک بندے کی سفارش کی تم نے تو قید بڑھ گئی، اگر کوئی خدا پر بھروسہ نہ کرے اور دنیا کی سفارش تلاش کرتا پھرے اور اُس کے بعد یہ کہے کہ دعا مانگتے ہیں نوکری نہیں ملتی ملے کیسے۔ آپ تو بڑے بڑے افسروں کی سفارشیں تلاش

کرتے ہیں۔ خدا پر آئمہ پر آپ کو اعتماد ہوتا تو کیا ان سفارشوں کی ضرورت تھی؟ یوسفؑ کے واقعے نے یہ بتایا کہ خدا پر اعتماد رکھو کام ہو جائے گا اور دنیا کے بندوں کی سفارش تلاش کرو گے تو ظاہر ہے کہ کام نہیں ہوگا۔ الزام خدا کو دو گے ائمہ کو دو گے، قید بڑھ گئی اور جب قید بڑھ گئی تو یوسفؑ نے کہا کہ کیسے آزادی ملے گی تو جبریلِ امینؑ نے یوسفؑ کو کچھ نام تعلیم کئے کہا ان ناموں کا ورد کرو، دعا مانگو قید سے رہائی ملے گی، ان کا واسطہ دو محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ کا واسطہ دیا یوسفؑ نے۔

کچھ روز میں آزاد ہو گئے غور و فکر کی بات یہ ہے کہ امام موسیٰؑ کاظم کی ایک دعا ہے اور وہ موجود ہے اور آپ نے یہ دعا مانگی تھی کہ "مالک کائنات ایک ایسا گوشۂ تنہائی دے دے کہ جہاں میں صرف تیری عبادت کروں"، اللہ نے یوسفؑ کو گوشۂ تنہائی دیا اور موسیٰؑ کاظم کو بھی دیا۔ یوسفؑ کی خواہش یہ ہے کہ قید سے آزاد ہو جاؤں لیکن موسیٰؑ کاظم مر کر نکلے قید خانے سے۔ یہ دعا نہیں مانگی کہ اب مجھے آزاد کر دے، عبادت کے لئے گوشۂ تنہائی مانگا تھا تو پھر قید میں عبادتیں کرتے رہے تو یہ نبوت اور امامت میں فرق ہے کہ یہ دیکھتے ہوئے چلیں یہ ہیں سیرتیں ہمارے ائمہ کی جن کا ذکر ہم مسلسل آٹھ روز سے کر رہے ہیں اور آج میں یہ چاہتا تھا کہ ایک چیز کی طرف اشارہ کروں اور مجھ سے پوچھا بھی گیا، دو سوال آ گئے بعض بزرگوں نے منع بھی کیا کہ آپ وقت ضائع کر دیتے ہیں اپنے موضوع سے ہٹ کر تو یہ آخر میں کسی دن رکھ لیجئے گا سارے سوالوں کے جواب۔ لیکن اب آخر میں تو اور ہی سلسلہ بڑھتا جائے گا اس لئے موقع نہیں ملے گا تو پھر کبھی اور کسی تقریر میں۔ ختمی مرتبتؐ کے بارے میں پوچھا گیا کہ لوگ

کہتے ہیں کہ ختمی مرتبتؐ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ تھوڑا سا ذکر کر کے اور آگے بڑھ جاؤں یہ غلط فہمی اس بات سے ہوئی کہ لفظِ اُمّی آ گیا اور اُمّی کا آنا تھا تو ترجمہ سب نے یہ کیا خاص طور سے برِصغیر کے مفسّرین جنہوں نے اُردو کی تفسیریں لکھیں کہ رسولؐ اللہ کو نہ لکھنا آتا تھا نہ پڑھنا آتا تھا۔ مفسّرین نے لکھا کہ اُمّی کے معنی یہ ہیں کہ جس کو نہ لکھنا آتا ہو نہ پڑھنا آتا ہو۔ لیکن آیت یہ کہہ رہی ہے کہا اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (سورۂ الاعراف، آیت ۱۵۷)

یعنی یہ اشارہ ہے کہ ہم نے تمہیں رسالت عطا کی، ہم نے تمہیں نبوت عطا کی اور پھر اُمّی بنایا تو اگر آپ اس کا ترجمہ یہ کریں گے کہ جس کو لکھنا آتا ہو اور نہ پڑھنا آتا ہو، اُس کے معنی یہ ہیں کہ رسالت عطا کی نبوت دی اور پھر جاہل بنا دیا، یہ ترجمہ ہوگا۔ لیکن وہاں رسالت اور نبوت کے بعد ابراہیمؑ کو امامت مل رہی تھی تو اب ظاہر ہے یہ اتنا بڑا عہدہ ہے جو آخر میں مل رہا ہے اور امتحان کے بعد عطا ہوا، کامیابی کے بعد ملا ہے تو پھر پوچھا کیوں؟

قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۱۲۴)

''کیا یہ میری نسل میں بھی عہدہ جائے گا'' تو یہ جان گئے تھے کہ قیامت تک یہ عہدہ جانے والا ہے۔ رسالت کو اور نبوت کو کہیں پر رکھنا ہے یہ عظیم تر عہدہ جو ہے قیامت تک جائے گا آخر میں امامت مل رہی تھی سب سے بڑا عہدہ ابراہیمؑ کو مل رہا تھا تو امامت سے بڑا عہدہ ہونا چاہیئے تھا ختمی مرتبتؐ کے پاس۔ نبوت اور امامت تو ابراہیمؑ کو بھی ملی، ختمی مرتبتؐ کے پاس امامت سے بڑا کون سا عہدہ ہے۔ اللہ نے ''کہا ہم نے تمہیں اُمّی بنایا'' وہ اُمّی منصب ہے اُمّی کے معنی جاہل نہیں بے پڑھا لکھا نہیں بلکہ دیکھنا پڑے گا کہ لفظ ''اُمّی'' بنا کس

لفظ سے ہے،لفظِ اُم سے بنا اُمّی لفظِ اُمّ سے بنااور اُمّ کے لغت عرب میں پچیس
معنی لکھے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ کبھی عربی کے ایک لفظ کے ایک ہی معنی لئے
جاتے ہیں اور کبھی پچیس معنی لئے جاتے ہیں ۔ رسولؐ نے کہا مَن کُنتُ
مَولاہُ اب مولا کے معنی گنوانے شروع کئے مولا کے معنی بھائی، مولا کے معنی
ناصر، مولا کے معنی پڑوسی، مولا کے معنی غلام تو اٹھارہ بیس پچیس نام گنوا دیئے اور
جب ''اُمّی'' کا لفظ آیا تو اُس کے ایک ہی معنی لئے نہ پڑھنا آتا تھا اور نہ لکھنا
آتا تھا تو اب لفظ اُمّ سے جتنے بھی معنی بنے تو اُس کا یہی ترجمہ کیا جائے گا کہ
جاہل تو یہ اُمہ کمیٹیاں جاہلوں کی کمیٹیاں اُمہ کمیٹیاں بڑا زور شور ہے۔ اُدھر اُمّ
سے جتنے لفظ بنے تو یہی ترجمہ کیجئے گا لیکن نہیں مفسّرین نے کہا کہ نہیں اُمّ القریٰ
نام ہے مکّے کا اور وہاں کا رہنے والا جو وہاں پیدا ہوا ہو اُسے اُمّی کہتے ہیں، تو
اُس میں ایک بات یہ آجاتی ہے کہ یہ صحیح ہے کہ اُمّی یعنی مکّے کا رہنے والا۔ لیکن
پھر اس طرح ابوجہل کہہ رہا ہے میں بھی اُمی، ابولہب کہہ رہا ہے میں بھی اُمّی، ہر
ایک مکّے میں پیدا ہوا تو پھر کوئی اور معنی ہیں اُمّ کے، تو آیئے پہلے لغت سے معنی
لے لیں اور جتنے بھی معنی لغت میں ہیں ہر معنی میں ختمی مرتبتؐ اُمی ہیں، اُم کے
ایک معنی لغت میں ہیں مرکزی لشکر کا علم، ایک معنی ہیں جہاں پر دو دریا آ کر مل
رہے ہوں، سنگم ہو رہا ہو اور جہاں سے مشترکہ دریا چل رہا ہو اُسے بھی اُمّ کہتے
ہیں۔ دو اُم ملیں جہاں دو اُمّ مل جائیں تو اب جب تیسری چیز چلے گی تو وہ اُمّی
ہوگی اور اُمّ کے معنی عَلَم جس کے ہاتھ میں وہ عَلَم ہو وہ اُمّی ہوگا تو پھر آپ دیکھیں
کہ ختمی مرتبتؐ کے ہاتھ میں کوئی عَلَم ہے یا نہیں تو بدر میں اُحد میں، خندق میں،
خیبر میں کبھی حمزہ کے ہاتھ میں عَلَم اور کبھی یہ کہہ کر کہ کل عَلَم اُس کو دونگا جو کرّار ہوگا،

غیر فرار ہوگا، مرد ہوگا۔ خیبر میں علیؑ کو عَلم دے دیا کبھی جعفرِ طیارؑ کو عَلم دے دیا تو رسولؐ کے ہاتھ میں تو عَلم نہیں تو وہ پھر کون سا عَلم ہے جو ختمی مرتبتؐ کے پاس ہے یہ عَلم وہ عَلم ہے کہ دنیا میں بھی ہوگا ہاتھ میں اور محشر میں بھی ہوگا۔ اس لئے کہا کہ ہر نبی کو اُس کی اُمت کے ساتھ بلائیں گے اور ہر نبیؑ پر تمہیں گواہ بنائیں گے۔ شفاعت کا عَلم تمہارے ہاتھ میں ہوگا۔ سب سے بڑا عہدہ نبیؐ کا یہ ہے جو کسی نبی کو نہیں ملا کہ شفاعت کا عَلم تمہارے پاس ہے کہ جو شفاعت کا اُمّ اُٹھائے گا۔

دیکھنا یہ ہے کہ یہ عہدہ دنیا میں بھی ہے تو جب دنیا میں بھی ہے تو یہاں کون سا عَلم اُٹھائے گا۔ مولائے کائنات سے پوچھا گیا کہ رسولؐ نے اپنے بعد کیا چھوڑا تو آپ نے فرمایا دو چیزیں ایک کتاب چھوڑی اور ایک عَلمِ قائم چھوڑا راوی نے کہا عَلمِ قائم کیا ہے، علیؑ نے کہا میں ہوں عَلمِ قائم، طے ہوگیا کہ علیؑ جو ہیں وہ عَلم ہیں۔ زیدِ شہید نے اپنے پدرِ گرامی سیّد الساجدینؑ سے پوچھا کہ بابا کیا بات تھی غدیر کے روز جہاں بیٹھے تھے ہمارے جد وہیں رسولؐ خدا اشارہ کر کے کہہ دیتے کہ **مَن کُنتُ مولاہُ فھٰذا علیٌ مولا** ہاتھ پر بلند کیوں کیا؟، کہا بیٹا باتِ یہ تھی کہ غدیر کے روز رسولؐ نے علیؑ کو ہاتھ پہ بلند کر کے علیؑ کو عَلم بنایا تھا، غدیر کا عَلم رسولؐ کے ہاتھ میں ہے اس لیے وہ اُٹھی ہے۔

علی عَلم ہیں، علیؑ کہہ چکے کہ میں عَلمِ قائم ہوں اور یہ عَلم ختمی مرتبتؐ کے ہاتھ میں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہاتھ پہ یہ عَلم بلند کیوں ہوا اور لشکر میں عَلم کیوں بلند ہوتا ہے۔ اس لئے بلند ہوتا ہے کہ لڑنے والے دُور تک نکل جائیں تو پرچم کو دیکھ کر مرکز میں واپس آ جائیں یعنی عَلم اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ جو جو راستہ

بھٹک چکا ہے وہ واپس اپنی منزل پر آجائے۔ اب دنیا سمجھے کہ ہم علم لے کر کیوں نکلتے ہیں، جو لوگ راستہ بھول چکے ہیں وہ پلٹ کر اس طرف آتے رہیں اور وہ غدیر کا علَم بھی تاریخ میں دیکھتے رہیں جب اُس بلند چیز کو دیکھیں تو مڑ کر دیکھیں کہ کہاں ہے ہمارا اُولی الامر، کدھر جانا ہے ہمیں اس لئے سندھ کے دیہاتوں میں اتنے بڑے بڑے علم کا فلسفہ یہی ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کتنے اُونچے اُونچے علم صحراؤں میں بلند ہیں، یعنی کہیں کوئی بھوکا پیاسا جا رہا ہو تو اُسے پتہ چل جائے کہ یہاں آبادی ہے اس لئے سندھ میں علموں کا دستور ہے تو اب وہ اُمّی ہے اور اگر آپ غور کریں کہ ایک معنی اور ہیں اُمّ کے جو میں نے ابھی کہے کہ جہاں دو دریا مل جائیں۔ اب اُس سے جو دریا مل کے چلے تو وہ اُمّی ہوگا تو آپ دیکھ لیں کہ اگر یہ دریا دنیاوی دریا ہیں تو اس بات کی قرآن نے وضاحت کر دی۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ امام سے پوچھا گیا کہ یہ کیسے سمندر، یہ کیسے دریا مل رہے ہیں، کہا کیا تو سمجھا دنیا کے سمندر، دنیا کے دریا ہیں، یہ علم و نور کے دو دریا مل رہے ہیں اور جہاں علم و نور کے دو دریا ملیں گے يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ اُس میں سے دو موتی نکلتے ہیں ایک کا نام لولو، ایک کا نام مرجان سرخ ہوتا ہے اور لولو سبز ہوتا ہے یہ دو دریا جہاں جہاں ملتے جائیں وہاں وہاں دیکھتے جاؤ۔ ایک تقریر میری مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ پر ہو چکی ہے تفصیل دوبارہ کسی دن آپ سنیں گے یہیں چہلم کے بعد تو جہاں دو دریا مل رہے ہوں تو وہاں جو بھی سامنے آجائے تو وہ اُمّی ہوگا تو اب اُمّی کی نسل میں آنے والے بہت سے اُمّی آپ کو نظر آئیں گے۔ اگر جنابِ عبداللہ اور جنابِ آمنہ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ہو جائیں تو رسولؐ اُمّی بن جائیں

یہاں مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ اور اگر علیؑ اور فاطمہؑ مل جائیں تو یہاں مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ہو اور لولو مرجان حسنؑ اور حسینؑ نظر آئیں اور اگر کسریٰ کی شہزادی آ جائے شہر بانوؑ آ جائیں سام کی نسل میں آنے والا حسینؑ اور حام کی نسل میں آنے والی شہر بانوؑ پڑھ چکا تفصیل ایک مجلس میں اور جب یہ دونوں دریا ملیں مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ تو سیّد سجادؑ جیسا بیٹا آ جائے اور جب حسن کی بیٹی فاطمہ بنتِ حسنؑ کی شادی زین العابدینؑ حسینؑ کے بیٹے سے ہو تو مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ امام محمد باقرؑ جیسا بیٹا آ جائے۔

اور جب شہر بانو کی بہن گیہان بانو کی شادی محمد سے ہو اور اُس سے بیٹا قاسم پیدا ہو اور اُن سے بیٹی اُم فروہ پیدا ہو اور اُس کی شادی محمد باقرؑ سے ہو جائے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ تو جعفر صادقؑ جیسا بیٹا آ جائے اور جب اسپین کی شہزادی حمیدہ خاتون اور جعفر صادق کی شادی ہو جائے تو مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ۔ پھر موسیٰ کاظم کی ولادت ہو۔

جب خراسان کے رئیس کی بیٹی نجمہ خاتون آ جائیں اور ام البنینؑ کا خطاب پا جائیں موسیٰؑ کاظم سے شادی ہو جائے تو ہمارا اور آپ کا آٹھواں امام پیدا ہو۔ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ اور جب ماریہ قبطیہ کے خاندان سے سبیکہ خاتون آ جائیں اور امامِ علی رضاؑ سے شادی ہو تو محمد تقیؑ جیسا بیٹا پیدا ہو تو مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ اور اُس کے بعد امام محمد تقیؑ کی شادی سمانہ خاتون سے ہو مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ تو امام علی نقیؑ کی ولادت ہو۔ سلیل خاتون آ جائیں روم کی شہزادی جہاں سے نرجس خاتون آئیں تھی اور شادی ہو امام علی نقیؑ سے تو مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ حسنؑ عسکری جیسا بیٹا آ جائے اور روم کے بادشاہ کی

بیٹی نرجس خاتون اگر آ جائیں اور حسن عسکریؑ سے شادی ہو تو یہ آخری ہمارا امام پیدا ہو۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ۔

یہ پاکیزہ شجرے ہیں ماں کی طرف سے بھی عظیم باپ کی طرف سے بھی عظیم اور میں آگے بڑھ جاؤں اپنے ذکر کو یہاں سے ربط دیتے ہوئے کہ خراسان کے رئیس کی بیٹی نجمہ خاتون، جن کی شادی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہوئی جن کی کنیت اُمّ البنین تھی۔

خواب میں آ کر رسولؐ اللہ نے حمیدہ خاتون سے یہ کہا کہ اس کی حفاظت کرو۔ ساتویں امام آپ کو خیزران کہہ کر پکارتے تھے، مخاطب کرتے تھے، نام نجمہ ہے اور لقب جو پایا ہے گھر میں وہ اُم البنینؑ کا اور رسولؐ نے خواب میں آ کر کہا حمیدہ خاتون سے کہ دنیا کا عظیم ترین انسان اس سے پیدا ہونے والا ہے اور وہ مدینے میں گیارہ ذیقعدہ کو معصوم ہمارا اور آپ کا آٹھواں امام پیدا ہوا، مدینے میں پرورش ہوئی، باپ کی زندگی قید خانے میں گزری، بیٹا جوان بھی ہو گیا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب مامون اور امین کی جنگ ہوئی۔ شیعوں کی سرگرمیاں ایران میں بڑھیں، مامون رشید کے وزرا نے یہ کہا کہ جب تک کہ آلِ محمدؐ میں سے کسی کو بلا کر تو ولی عہد نہیں بنائے گا تو حکومت نہیں چلا سکتا تو اب بھیجا وزرا کو اور کہا جا کر مدینے سے علی رضا کو لے آؤ۔ روضۂ رسولؐ پر نماز پڑھ رہے تھے اطلاع ملی کہ مامون نے ایران بلایا ہے وزرا نے کہا آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے مامون رشید۔ امامؑ رضا کی سواری چلی مورخین نے لکھا کہ حسینؑ کے سفر کے بعد یہ دوسرا سفر تھا کہ مدینے میں کہرام تھا، تلاطم تھا، روضۂ رسولؐ سے لپٹ لپٹ کر رو رہے تھے، معلوم تھا کہ اب مدینے واپس نہ آئیں

گے۔ یتیم بچے، بیوہ عورتیں امام کو رُخصت کرنے آئیں، مدینے میں کہرام تھا کہ ہمارا امام جا رہا ہے۔ ناقے پر عماری رکھی گئی، عماری میں پردے ڈالے گئے اِدھر اُدھر خس کی پٹیاں لگائیں گئیں گرمی کا سفر تھا۔ معصوم اُس میں بیٹھا اور اب اُس راستے سے لے کر چلے کہ جس راستے میں شیعوں کی آبادی نہ ہو لیکن کیا کہنا اُس آبادی میں بھی یہ عالم تھا کہ جس مقام پر ٹھہرے اور جب وضو کیا تو اُس جگہ کو سرسبز و شاداب کر کے چلے گئے، جہاں خشکی تھی وہاں چشمہ جاری کر کے چلے گئے، جہاں زمین پتھریلی تھی اُس جگہ کو نرم کر دیا کمہاروں کے لیے تا کہ یہاں کی مٹی نرم ہو جائے یہ بتا کر چلے کہ اگر داؤدؑ لوہے کو نرم کر سکتے ہیں تو میں پتھر کو نرم کر کے مٹی بنا سکتا ہوں۔ اس طرح سفر جاری ہے یہاں تک کہ نیشاپور میں سواری پہنچی۔ اب جو نیشاپور میں سواری پہنچی تو لاکھوں کا مجمع یہ سُن کر آیا کہ معصوم اِدھر سے گزر رہا ہے، رسولؐ کا آٹھواں فرزند اِدھر سے آ رہا ہے۔ لاکھوں کا مجمع، عماری میں پردے پڑے ہوئے ہیں اور مجمع چیخ چیخ کر رو رہا ہے کہ فرزندِ رسولؐ جمالِ رسالت دکھایئے ہم آپ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ جب شور بہت بڑھا گریے کا تو ایک بار امام نے پردے کو اُٹھایا چہرے کو باہر نکالا لوگوں نے جمالِ رسالت ملاحظہ کیا۔ سب نے دیکھا زیارت کی فرزندِ نبیؐ کی۔ آپ خود دیکھ رہے تھے کہ لوگ دھاڑیں مار مار کے رونے لگے اور سب کا یہ اسرار ہے کہ اپنی زبان سے کوئی حدیث سنا دیجئے۔ مولا آپ کی زبان سے کچھ سننا چاہتے ہیں تو بے اختیار کہا کہ سنو میں نے سنا اپنے پدرِ گرامی موسیٰ کاظمؑ سے اور انہوں نے سنا اپنے پدر گرامی جعفر صادقؑ سے اور انہوں نے سنا اپنے پدر گرامی محمد باقرؑ سے اور انہوں نے سنا اپنے پدر گرامی سید الساجدینؑ سے اور

انہوں نے سنا اپنے پدرِ گرامی حسینؑ ابن علیؑ سے اور انہوں نے سنا اپنے برادر حسن مجتبیٰؑ سے اور انہوں نے سنا اپنے بابا علیؑ مرتضیٰ سے اور انہوں نے سنا رسولؐ خدا سے اور رسولؐ خدا کو جبریل امین یہ حکم وحی سنا کر گئے کہ یہ کہہ دیجئے کہ لا اِلٰہ اِلّا اللہ قلعہ ہے اور جو اس قلعے میں داخل ہوا وہ عذاب سے محفوظ رہا۔ عماری کا پردہ گر گیا، سواری آگے بڑھ گئی لوگ پھر چیخے۔ اب تاریخ لکھتی ہے کہ جس وقت حدیث شروع کی تھی چوبیس ہزار قلم کار اس حدیث کو لکھ رہے تھے، چوبیس ہزار قلم لکھ رہے تھے۔ اب ایک بار پھر اسرار ہوا تھوڑی دور سواری آگے بڑھی اور ایک بار پھر پردے کو اُلٹا اور اُس کے بعد فرماتے ہیں وَلَا کِن بِشرطِھا وشروطِھا پردہ گر گیا لیکن اس کلمے کے قلعے میں داخل ہونے کی ایک شرط ہے بغیر شرط نہیں، پردہ پھر اُٹھا اور کہا وَاَنَا مِن شُروطِھَا اور ''اُن شرطوں میں سے ایک شرط میں ہوں'' حدیث لکھی جارہی تھی واقعہ آپ کا بار بار کا سنا ہوا ہے۔ پوچھنا صرف یہ ہے کہ جب رسولؐ نے اپنی اُمت سے قلم مانگا تھا اُسی اُمت نے قلم نہیں دیا تھا دو سو سال کے اندر آٹھویں فرزند نے بغیر مانگے چوبیس ہزار قلم منگوا لئے یہ ہے فتح آلِ محمدؐ کی۔

رسولؐ نے مانگا قلم نہیں دیا ہم نے نہیں مانگا تم چوبیس ہزار قلم لے کر آؤ گے اور اب پوچھئے ان سے کہ بھئی مامون بھی ہے اور خُلفاء کو دیکھ چکے ہو یہ امامؑ کی زیارت کیوں کرنا چاہتے ہو تو آج احساس ہوا کہ یہ نظارے تو روز دیکھتے رہتے ہیں اب خلافتوں سے عاجز آچکے ہیں ہم جلوۂ رسالت دیکھنا چاہتے تھے، ہم جلوۂ امامت کو دیکھنا چاہتے تھے اس لئے یہ شور تھا اور اب امام سے پوچھئے کہ مولا یہ جو چوبیس ہزار قلم لکھ رہے ہیں اِن میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ سند بھی

دیجئے حدیث کی۔ حدیث مانگی تھی لیکن معصومؑ نے پوری سند سنا دی۔ میں اور پھر یہ سلسلہ رب تک گیا۔ اُس کے بعد حدیث سنائی مولا نے سند کیوں دی تو بتانا یہ تھا کہ دیکھو اگر اس سلسلے سے حدیث لو گے تو دین کو صحیح چلا سکو گے۔ معصوم یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ رسالت سے حدیث لینے کے تین طریقے ہیں جو محدثین نے دیئے، کون کون سے تین طریقے یا آپ کو اصحاب بتائیں تب اُمت سمجھے یا ازواج بتائیں تب اُمت کو معلوم ہو یا غلام اور کنیز بتائیں تب اُمت کو معلوم ہو۔ یعنی تین طریقوں سے حدیثیں آئیں اور اُمت تک پہنچیں لیکن غور کیجئے کہ تینوں طریقے ناقص ہیں۔ ازواج گھر میں ہیں، جنگ میں نہیں کیا خبر کہ کیا ہوا؟ انہیں میدان کی نہیں خبر، اصحاب کو اگر باہر کی خبر ہے تو گھر میں کچھ نہیں معلوم کہ کب وحی آئی کیا ہوا۔ نہ یہ اندر کی خبر جانتے ہیں نہ وہ باہر کی تو یہ دونوں طریقے ناقص ہو گئے۔ غلاموں کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ باہر کی بات بتا سکتے ہیں گھر کے اندر کی نہیں بتا سکتے، کنیزیں گھر کی بات بتا سکتی ہیں باہر کی بات نہیں بتا سکتیں تو تینوں طریقے جو تھے بیکار ہو گئے اب وہ طریقہ لیا جائے، وہ سلسلہ لیا جائے کہ جو گھر میں بھی ہو اور باہر بھی ہو اور وہ آلِ محمدؐ کے سوا کوئی نہیں اس لئے آٹھویں امام نے پورا سلسلہ سنا دیا۔

اس سلسلے سے حدیث کو لینا اور میں اُس کلمے کی ایک شرط ہوں اور اُس کے بعد اس شان سے سواری پہنچی اور جب سواری دارالحکومت میں پہنچی شب کو قیام کیا مامون رات کو ملنے کے لئے آیا اور مامون رشید نے یہ کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو ولی عہد بنا دیں اور اعلان کر دیا جائے ولی عہدی کا۔

امامؑ نے کہا ہمیں حکومت سے کیا کام، دیکھا آپ نے یعنی یہ تیسرا اعلیٰ ہے

سلسلۂ معصومین میں پہلے علیؑ مرتضیٰؑ دوسرے علیؑ ابن الحسینؑ، تیسرے علیؑ رضا وہ علیؑ مرتضیٰ تھے یہ علیؑ رضا جو وہاں سیرت وہی یہاں سیرت مولا علیؑ جب مجمعِ عام میں کھڑے تھے تو کہا یہاں کیسی بیعت، اگر بیعت کرنا چاہتے ہو تو مسجد نبویؐ میں آنا یعنی یہ بتا دیا کہ جو سلسلہ تم خلافت کا لانا چاہ رہے ہو وہ تمہارا بنایا ہے میں خلافتِ الٰہیہ کا نمائندہ ہوں، آپ منبر کے اُس زینے پر تشریف فرما ہوئے جہاں رسولؐ اللہ بیٹھتے تھے آپ نے بتایا کہ وہاں بیٹھوں گا جہاں رسولؐ بیٹھے تھے تاکہ بلافصل والی خلافت کی بیعت ہو۔ مسجد میں آؤ جلدی نہیں ہے مجھے، مجھے نہیں چاہیئے، تم کہہ رہے ہو اس لئے تو اب امام کو حکومت کی کوئی پروا نہیں۔ آخر میں جب بحث آگے بڑھی تو مامون نے کہا کہ اگر یہ عہدہ آپ نے قبول نہیں کیا تو آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ معصوم نے کہا اچھا اگر یہاں تک بات پہنچ چکی ہے تو ٹھیک ہے اعلان کر دو اعلان ہوا سکہ جاری ہوا، خلعت پہنایا گیا۔ شاہی لباس زیبِ تن کیا۔ یہ آلِ محمدؐ کی تاریخ میں پہلا معصوم ہے جس نے شاہی لباس پہنا ہے، دربار بھرا ہوا ہے۔ دربار میں شہزادہ شاہی لباس میں آنے والا ہے۔ شاہی لباس تو پہن چکے اب شاہی تلوار پیش کی جا رہی ہے تو معصوم نے جلال کے عالم میں غلام کو دیکھا کہا ہٹا یہ تلوار اور اپنے غلام کو آواز دی لا میرے دادا کی ذوالفقار، کمر میں ذوالفقار حمائل کی۔ پوری تاریخ میں بعدِ کربلا دو بار ذوالفقار نظر آئی لیکن دونوں بار میان میں ایک جب واقعہ حرّہ ہوا اور امام زین العابدین " جیسا کہ چھٹی تقریر میں میں نے کہا تھا کہ علیؑ نے ینبع میں بستی بسائی تھی بیرون مدینہ وہاں مکان بنوالیا تھا، جب مدینے کو تاراج کیا گیا تو چوتھے امام اپنے اہلِ خانہ کو لے کر بیرون مدینہ چلے گئے تھے گھر کے تمام افراد اُس واقعہ میں محفوظ

رہے تھے اور مدینے کو تاراج کیا گیا، روضۂ رسولؐ میں گھوڑے باندھے گئے یہ یزید کے لشکر نے کارنامہ کیا تھا مدینے میں تو چوتھے امام خاندان کو لے کر باہر چلے گئے یعنی اطلاع ملی کہ کچھ سوار آئے ہیں روضۂ رسولؐ پر قبر کو روندنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اب جو معصوم گھر سے نکلا تو اب پہلی بار مدینے والوں نے امام کو جہاد کی شان میں دیکھا عرض کر چکا ہوں کہ پانچویں محرم کو یا تو نظر آئے تھے اس طرح اور یا پھر آج نظر آئے واقعۂ حُرّا کے موقعے پر اور کمر میں ذوالفقار دادا کی لگی ہوئی تھی، مدینے والوں نے بعدِ کربلا پہلی بار ذوالفقار دیکھی، زیارت کی اور یا پھر دوسری بار مامون رشید کے دربار میں آپ کا آٹھواں امام کمر میں ذوالفقار لگائے ہوئے آیا۔ اب آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ صاحب شاہی لباس پہنا کیوں اس لئے کہ کبھی رسولؐ نے تو پہنا نہیں سیرتِ رسولؐ کے خلاف کیا۔ کسی اور امام نے شاہی لباس کبھی نہیں پہنا یہ دربار میں شاہی لباس پہن کر آٹھواں امام آیا کیوں کہ جب خدیجہؑ نے یہ کہا کہ میں عقد کرنا چاہتی ہوں آپ سے تو جواب یہ دیا کہ آپ کے لئے تو کوئی صاحبِ تخت و تاج ہونا چاہئے جس سے آپ کا عقد ہو۔ ختمی مرتبتؐ کا یہ جملہ بتا رہا ہے کہ ابھی خدیجہؑ کا عقد کسی سے نہیں ہوا۔ اگر ہو چکا ہوتا تو یہ کہتے کہ کسی سے ہو چکا ہے یہ کیوں کہا کہ کوئی صاحبِ تخت و تاج سے آپ کا عقد ہونا چاہئے۔ یہ جملہ خدیجہؑ کے دل کو لگ گیا کہ یہ میری پسندیدہ شخصیت یہ کہہ رہی ہے دل کو لگ گیا یہ جملہ تو اب جو بھجوائی ہے ملیکۃ العرب نے ابوطالبؑ کے پاس کہ شاہی لباس پہن کر دولھا بن کر آئیں تو تاریخوں میں ملتا ہے کہ خدیجہؑ نے تاج بھی سونے کا بنوایا تھا تا کہ یہ تاج لگا کر حضورؐ بارات لے کر ہمارے گھر پر آئیں تو اگر رسولؐ شاہی لباس پہن سکتا ہے تو

پوتا بھی پہن سکتا ہے! تو شاہی لباس میں معصوم دربار میں آیا، سکہ جاری ہوا معصوم بڑی شان سے آئے اور اب جب بنا دیا گیا ولی عہد تو علماء نے یہ کہنا شروع کیا کہ جس کو تو نے ولی عہد بنایا ہے اس کے پاس علم نہیں ہے۔ مامون رشید بڑا عالم تھا اور اس کے مناظرے اور علم پسندی کے واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ جب یہ بات ہوئی تو مامون نے خود سوالات شروع کئے اور بڑے بڑے علماء سے کہا کہ پوچھو تو آپ نے دیکھا کہ امام علی رضا نے ولی عہدی کیوں لی تھی تا کہ دشمن کے دربار میں بیٹھ کر بھرے مجمع میں اپنے خاندان کے فضائل بیان کئے جائیں اور اسلام جو صحیح دین ہے بتایا جائے کہ کیا ہے اللہ کا وہ پسندیدہ دین۔ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ۔ یہ اللہ کا پسندیدہ دین ہے وہ ہے کیا تو ہم بھرے دربار میں بیٹھ کر بتائیں گے تو اب مامون سوالات کرتا ہے کبھی عیسائیوں کے عالم آ جاتے ہیں کبھی یہودیوں کے عالم اور کبھی خود حکومتِ وقت کے علما آ کر سوالات کرتے ہیں اور لوگ پوچھتے ہیں اب آپ دیکھیں کہ طویل ترین مناظرے بھی ہیں اور مختصر ترین بھی اور جس طرح مولا یہ جواب دیا کرتے تھے کہ مختصر سا جواب دیا بات پوری کر دی تو معصوم کا بھی نام علیؑ ہے وہی انداز ہے۔ کسی نے آ کے پوچھا کہ مولا یاد نہیں رہتا ہابیل اور قابیل میں کہ اس میں قاتل کون ہے اور مقتول کون ہے کیا جواب ہے اب یہ تو یادداشت کی بات ہے کسی کو یادداشت کیسے سکھائی جاتی ہے یہ بتایئے کہ فلاں چیز اس طرح یاد رکھو۔ فوراً جواب دیا کیا مشکل ہے یاد رکھنا قاف سے قابیل قاف سے قاتل ''ہ'' سے ہابیل ''ہ'' سے ہلاکت۔ ''ق'' سے قاتل ''ق'' سے قابیل یاد رکھ جس میں ''ق'' آئے گا وہ قاتل ہے دوسرا جو ہے وہ ہلاک ہوا تو مختصر جواب بھی ہیں

اور طویل جواب بھی ہیں۔ عیسائی عالم آیا، اُس نے پوچھنا شروع کیا بہت بڑا عالم عیسائی عالم نے پوچھا ہے کہ آپ عیسیٰؑ کو مانتے ہیں یا نہیں تو بے اختیار امامؑ رضا نے کہا ہاں مانتے ہیں لیکن اُس عیسیٰؑ کو مانتے ہیں کہ جس نے اپنے حواریوں کو اپنے اصحاب کو اطلاع دی تھی محمد مصطفیٰؐ نبی آخر کے آنے کی اور وہ تو یہ کہہ رہا تھا کہ وہ آخری ہیں اُن کے بعد کوئی نبی نہیں، اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آیا اب حیران ہوا۔ لیکن ہم تو اتنی عظمت بڑھاتے ہیں عیسیٰؑ کی اور تم لوگ جو ہو وہ اُن کی تنقیص کرتے ہو توہین کرتے ہو۔ کہا کیسے کہا تم یہ کہتے پھرتے ہو کہ وہ عبادت گزار نہیں تھے وہ روزے نہیں رکھتے تھے، وہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے، وہ عبادتیں نہیں کرتے تھے تو کہا یہ آپ نے کیسے کہہ دیا، وہ تو بڑے زاہد تھے، وہ تو بڑی عبادتیں کرتے تھے، وہ تو بڑی نمازیں پڑھتے تھے تو کہا ایک طرف یہ بھی کہہ رہے ہو کہ عیسیٰؑ خدا ہیں تو عبادتیں کس کی کرتے تھے۔

عیسائی عالم حیران ہو گیا کہ یہ کیا ہو گیا۔ ایک یہودی عالم آیا اور اُس نے پوچھا موسیٰؑ کو مانتے ہیں۔ کہا ہاں کیوں نہیں مانتے۔ مانتے ہیں حضرت موسیٰؑ کو پھر پوچھا تو کیا دلیل پیش کرتا ہے کہ موسیٰؑ نبی ہیں عیسیٰؑ کو کیوں نہیں نبی مانتا کہا عیسیٰؑ کو نبی کیوں مانیں ہم، ہم تو نہیں مانتے اور آپ دیکھیں کہ عیسائیوں کی بھی مدد کس طرح ہو رہی ہے کہ تمہارے نبی کو بھی ہم یہودیوں سے منوائے دے رہے ہیں۔ یہ کام بھی آلِ محمدؐ کے نمائندے کا ہے کہ یہودیوں سے کہہ رہے ہیں کہ عیسیٰؑ کو مانو تو کہا کہ عیسیٰؑ کو کیوں نہیں مانتا کہا کیوں مانیں اس لئے کہ موسیٰؑ جو ہیں اُن کے پاس معجزے تھے، کہا کیا، کہا نیل ندی میں راستہ بن گیا، اُن کا عصا جو تھا وہ اژدہا بن گیا اور ہاتھ میں ید بیضا تھا۔ یہ خاص خاص معجزے ہیں۔ موسیٰؑ

کے بعد کسی نے ایسا معجزہ نہیں دکھایا اس لئے ہم کسی کو نبی نہیں مان سکتے۔ اب بے اختیار امام نے کہا کہ پھر موسیٰؑ سے پہلے کس نے ایسا معجزہ دکھایا تھا تو پھر موسیٰؑ کے پہلے والوں کو بھی نبی نہ مانو اس لئے کہ موسیٰؑ سے پہلے کسی نے نیل ندی میں راستہ نہیں بنایا اور عصا کو اژدہا نہیں بنایا اور ہاتھ میں یدِ بیضا نہیں تھا۔ حیران ہو گیا تو اس طرح امام نے دربار میں مناظرے کئے اور وہ واقعات جو آنے والوں کے پاس ملاقات کرنے والوں کے ہیں۔ ایک شخص خواب دیکھتا ہے تو اُس نے دیکھا کہ رسولِؐ خدا آئے ہیں، بیٹھے ہوئے ہیں، تشریف فرما ہیں اُن کے سامنے طبق رکھا ہوا ہے خرموں کا اُٹھا کر مٹھی بھر کر اُس کو دے دیا۔ اُس نے گنے تو اٹھارہ خرمے تھے۔ صبح جو اُٹھا تو بڑا حیران ہوا کہ یہ کیسا خواب دیکھا، رسولؐ نے مجھے اٹھارہ خرمے دیئے تو اس کے معنی ہیں کہ میری زندگی کے اٹھارہ دن رہ گئے۔ اُس بیچارے نے تعبیر لے لی آج کا اس دور کا کوئی ہوتا اور رسولؐ خدا کو دیکھتا اور اٹھارہ خرمے رسولِؐ خدا دیتے تو صبح اُٹھتے ہی پورے محلے میں ڈھنڈورا پیٹتا کہ اٹھارہ کروڑ ملنے والے ہیں۔ رسولؐ نے اٹھارہ خرمے دیئے۔ لیکن محبِ آلِ محمدؐ سچا مومن تھا اس لئے موت یاد آئی، فوراً موت کو یاد کرنا مومن کی نشانی ہے، موت یاد آئی اتفاق سے شور ہوا کہ امام رضاؑ یہاں آئے ہوئے ہیں، ملاقات کے لئے گیا، اب جو پہنچا تو دیکھا کہ جس شان سے خواب میں رسولؐ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اُسی طرح معصوم بیٹھا ہے، سامنے خرموں کا طبق رکھا ہے، خرمے دے دیئے اب جو گنے تو اٹھارہ۔ کہنے لگا مولاؑ کچھ اور عنایت ہوں کہا جتنے ہمارے جدّ نے خواب میں دیئے ہیں اُتنے ہی دیئے ہیں کم ہیں نہ زیادہ۔ آپ کہیں گے کہ سرسری سا واقعہ ہے لیکن کتنی باتیں بتا دیں۔ ایک تو یہی

بات بتا دی کہ دیکھو تم جو خواب بھی دیکھتے ہو تو اُس کی اطلاع امامِ وقت کو ہوا کرتی ہے اور اِسی لئے حدیثوں میں ہے کہ جب خواب دیکھو تو اپنے خواب کو کسی سے بیان نہ کرو بلکہ امامِ رضاؑ کے حوالے کر دو۔ تعبیر امام رضاؑ خواب کی دے دیتے ہیں اگر حوالے کر دیا جائے معصوم کی طرف تو یہ ہمارے لئے انعام ہے کہ خواب کی تعبیر اور دوسرے امامِ ضامن۔ یہ دو چیزیں آٹھویں امام کی یادگار ہمارے پاس ہیں۔ اب اُسی طرح اگر آپ آٹھویں امام کی زندگی کو دیکھتے جائیں گے تو سب سے اہم پہلو کہ علم کا چرچا آلِ محمدؐ کا، صحیح ترین دین بتایا جائے دربارِ خلافت میں اور سب سے اہم کام جو کیا جو تمام مؤرخین نے لکھا اور علماء نے لکھا وہ کام یہ تھا کہ امامؑ نے سب سے زیادہ عزاداری کو مستحکم کیا اور کل کی تقریر کی جو تمہید تھی اُس سے میں نے تسلسل ملا دیا کہ آپ نے دربارِ خلافت میں یہ بتایا کہ حسینؑ کا غم کیا ہے اور عزداری کیا ہے۔ یہ کالے کپڑے پہن لینا سیرتِ امامِ ہشتم ہے۔ تمام علماء نے لکھا کہ محرم کا چاند ہوا اور معصوم نے سیاہ لباس سر سے پیر تک پہن لیا۔ فرشِ عزا گھر میں بچھ گیا اور آواز دی آؤ مدینے والو آ کر میرے جد کا مجھے پرسہ دو اور ایسے میں اگر کبھی دعبل نے مرثیہ پڑھنا شروع کیا تاریخ نے دعبل کا یہ مشہور مرثیہ محفوظ کیا ہے کہ اے فاطمہ زہراؑ جنّت سے آکر دیکھئے کہ آسمانِ شرف کے ستارے کہاں کہاں زمین پر ٹوٹ کر گرے اور بکھر گئے۔ کوئی کربلا میں ہے اور کوئی مدینے میں اور ایک قبر بغداد میں ہے۔

فرزدق کا مرثیہ پورا امام نے ہوا کہا ایک شعر اور بڑھا لے ''اے فاطمہؑ آپ کا ایک فرزند طوس میں دفن ہوگا'' فرزدق نے ابھی یہ شعر پڑھا تھا کہ اندر سے کنیز نے اطلاع دی کہ اب دعبل سے کہیے کہ رُک جائے آپ کی بہن فاطمہؑ کو

غش آ گیا ہے۔ بہن بھائی سے موت کی خبر سُن رہی ہے بے قرار ہوگئی، دعبل آتا ہے مرثیہ پڑھتا ہے۔ ہر سال آتا ہے اس سال دعبل کی بہن یہ کہتی ہے کہ ہر سال جاتے ہو لیکن امام تمہیں کچھ عطا نہیں کرتے۔ بہن نابینا ہے دعبل کہتا ہے ایسی بات مت کہو امام کو خبر ہو جائے گی اور اب جو اس سال مرثیہ پڑھنے آیا اور منبر سے مرثیہ پڑھ کر اترا تو امام اُٹھ کر اپنی نشست گاہ سے کھڑے ہو گئے۔ دوش سے عبا اتاری اور اتار کر دعبل کے دوش پر ڈال دی۔ کہا یہ مرثیہ پڑھنے کا صلہ اپنے امام کی طرف سے، جب اپنے گاؤں یہ شاعر واپس آیا اور لوگوں کو پتہ چلا کہ دعبل مرثیہ پڑھ کے امام کے پاس سے آیا ہے اور امام نے اپنی عبا عطا کی ہے تو تاریخوں میں ملتا ہے کہ لوگوں نے عبا کے ٹکڑے آپس میں تقسیم کر لئے عبا کا صرف ایک ٹکڑا رہ گیا تھا دعبل کے پاس وہ لے کر گھر آئے اور آ کر بہن سے یہ کہا کہ دیکھو تم نے یہ جملہ کہا تھا امام کو خبر ہو گئی لیکن یہ ایک ٹکڑا بچا ہے یہ کہہ کر اپنی بہن کی آنکھوں پر ڈال دیا۔ روشنی واپس آ گئی۔ دعبل کی بہن کی آنکھوں کی روشنی واپس آ گئی۔ آپ نے دیکھا عزاداری کی برکتیں، معصوم نے کس طرح عزاداری کی عظمت کو مستحکم کیا اور بتایا اس کی اہمیت کو سمجھو کہ عزاداری کیا ہے اور جیسا کہ ربطِ مصائب میں کربلا کی ایک ایک بی بی کا تذکرہ کر رہا ہوں، آج آٹھویں مجلس ہے اس لئے آٹھ محرم کو جس کا ذکر ہوتا ہے اُس کی والدۂ گرامی کا تذکرہ ہو جائے اور دو مجلسیں ہمارے پاس رہ جاتیں ہیں۔ ان دونوں مجلسوں میں ہم مصائب میں شہزادی زینبؑ کا ذکر کریں گے۔ ہم کربلا کی ہر بی بی کا تذکرہ کر چکے۔ اب دو دن ہمارے پاس شہزادی کے ذکر کے لئے بچ گئے اور آج ہم حسینؑ کے علمدار کی مادرِ گرامی کا ذکر کریں گے۔ ربط یہ ہے کہ

امامِ علی رضاؑ کی والدۂ گرامی کی کنیت بھی اُم البنینؑ ہے یہ بھی بیٹوں کی ماں ہیں لیکن اس خاندان کی پہلی اُم البنینؑ حضرت عباسؑ کی والدۂ گرامی ہیں اور کس طرح اہتمام کیا گیا ہے تاریخِ امامت میں، کیا کہنا اگر آپ غور کریں گے اور دیکھیں گے آپ کو نظر آئے گا خاص طور سے وقت نہیں ملتا کہ مصائب میں بھی ایسے نکات آپ کو دے رہے ہیں۔ اسماعیلؑ کی قربانی کا مقصد کیا تھا۔ اگر آپ مقصد تلاش کریں گے تو آپ کو مقصد نہیں ملے گا، خواب دیکھا تھا باپ نے اور بیٹے کو لے جا کر منیٰ پر آنکھ پر پٹی باندھ کر لٹا دیا بیٹا ذبح نہیں ہوا کہیں نہیں ملتا کہ یہ خانۂ کعبہ کی حفاظت کے لئے قربانی دی جا رہی تھی۔ خانۂ کعبہ بنا ہی نہیں تھا، کسی کتاب کی حفاظت کے لئے، ابراہیمؑ پر کوئی کتاب نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ وہ دین جو بننے والا تھا دینِ حنیف ابراہیمؑ کا اُس کا ابھی آغاز نہیں ہوا تھا تو کس لئے یہ قربانی دی جا رہی تھی۔ بس ایک ہی بات ملتی ہے کہ ایک اور قربانی کے لئے ہم نے ایک نمونہ پیش کیا تھا بس اتنی سی بات تو اب نیت کس قربانی کی ہے وہ نہیں جو دس ذی الحجہ کو ہوتی ہے بلکہ وہ ہزاروں برس کے بعد دس ذی الحجہ سے ایک مہینے بعد دس محرم کو ہوئی، اہمیت اُس قربانی کی ہے تو اسماعیل کو پیدا اس لئے کیا گیا تھا کہ حسینؑ کو منائے کربلا پر جانا ہے اب عباسؑ کی عظمت کو سمجھیں آپ۔ لوگوں نے کہا، علما نے کہا کہ کیونکہ عبدِ صالح کہا ہے حسینؑ نے اس لئے عباسؑ معصوم ہیں۔ کربلا میں عباسؑ اور علی اکبرؑ کے لئے علما نے لکھا کہ یہ دونوں شہزادے معصوم ہیں، شہزادی زینبؑ کے لئے بھی علما نے لکھا کہ معصوم ہیں اب یہ دوسری بات ہے کہ عصمتِ صغریٰ اور عصمت کبریٰ کی بات الگ الگ ہے۔ یہ اہتمام علیؑ کا تھا بھائی عقیل کسی بہادر قبیلے کی بیٹی کا انتخاب کر دیتا کہ میں عقد کروں

سنا ہوا واقعہ ہے لیکن ایک نتیجہ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں مولا علیؑ نے عقیل سے کہا تا کہ میں عقد کروں اور اُس سے ایک بیٹا پیدا ہو وہ بہادر ترین بیٹا ہو جو کربلا میں میرے بیٹے حسینؑ کی مدد کرے۔ عقیلؑ سے کہا بڑے بھائی سے بھائی بیس سال بڑا ہے۔ امامِ وقت اور غیر معصوم سے یہ کہے کہ میرے لئے انتخاب کرو اگر یہ کہا جائے کہ عقیل ماہرِ انساب ہیں تو مولاؑ نے تو منبر پر بیٹھ کر کہا سلونی، پوچھو مجھ سے زمین سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں تو کیا عرب کے قبیلوں کے شجرے مولا نہیں جانتے تھے کہ عقیل سے کہتے کہ فلاں قبیلے میں جاؤ اور بیٹی کا انتخاب کرو، نہیں تم انتخاب کرو بہادر قبیلے کی بیٹی کا انتخاب کرو، یہ کیوں کہا آخر معلوم ہے کہا امامِ وقت ہے بھائی بیس سال بڑا ہے تفصیل نہیں بتانا چاہتا بھائی اشارہ کرنا چاہتا ہے کہ تم بھی ابو طالبؑ کے بیٹے ہو میں بھی ابوطالبؑ کا بیٹا ہوں میرے الفاظ کے معنی سمجھ جاؤ اور عقیلؑ سمجھ گئے، عقیلؑ علیؑ کی بات کو سمجھ گئے۔ اشارہ یہ تھا کہ عقیلؑ میں کربلا کے لئے ایک بیٹے کا انتظام کر رہا ہوں اور تم بھی انتظام کرلو۔ عقیلؑ سمجھ گئے اور کہا اچھا علیؑ اگر تم نے عباسؑ کو تیار کیا ہے تو میں اپنے بیٹوں کو تیار کروں گا۔ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کی بات کو سمجھ گیا اس لئے علیؑ نے کہا اور اب عقیلؑ چلے اطلاع ملی کہ بیرونِ مدینہ قبیلۂ بنی کلاب ٹھہرا ہوا ہے، گئے سردار کو اطلاع ملی کہ جنابِ عقیل آئے ہیں آ کر قدموں پر گر پڑا، کہا میرے خیمے میں تشریف لے چلئے میرے مہمان ہویئے۔ آپ گئے مہمان ہو گئے، سردار قبیلہ نے پھر ہاتھ باندھ کر پوچھا کہ اے سیّد العرب کے بیٹے کیسے تشریف لائے، کیسے آنا ہوا، کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ تیری بیٹی فاطمہؑ کلابیہ کا عقد میرے بھائی علیؑ کے ساتھ ہو جائے، بے قرار ہو گیا کہا رسولؐ کا

داماد میرا داماد بنے گا۔ مجھے منظور ہے، کہا نہیں اسلام کا طریقہ ہے بیٹی سے بھی پوچھ لے، گھر میں گیا زوجہ کو اطلاع دی اُس نے بھی یہی جملہ کہا رسولؐ کا داماد فاطمہؑ کا شوہر میری بیٹی فاطمہؑ کلابیہ کا شوہر بنے گا۔ انہوں نے کہا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بیٹی سے بھی پوچھو کہ ایک پیغام آیا ہے۔ مدینے سے علیؑ ابن ابو طالبؑ کا تجھے منظور ہے، گئیں قبیلے کی لڑکیاں اور قریب جا کر کہتی ہیں کہ یہ پیغام آیا ہے فاطمہ کلابیہ نے ایک جملہ کہا، کہا میں کچھ اور تفصیل تو نہیں بتا سکتی اور نہ کچھ کہنا چاہتی ہوں میرے بابا سے اور میری مادرِ گرامی سے یہ کہہ دو کہ کل رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے پہلے وہ خواب بیان کر دوں میں نے دیکھا کہ ایک بی بی آئیں، نورانی چہرہ تھا انہوں نے اپنے ہاتھ سے مجھے دلہن بنایا اور اُس کے بعد کہا کہ مبارک ہو تو میرے بیٹے عباسؑ کی ماں بن گئی۔ اب یہ آپ دیکھیں کہ آلِ محمدؐ کے گھرانے کی عجیب تہذیب ہے کہ جب آپ فاطمہؑ سے پوچھیں گے کہ آپ کا بیٹا کون ہے تو کہیں گی عباسؑ میرا بیٹا ہے اور جب آپ اُم البنینؑ سے پوچھیں گے تو وہ کہیں گی حسینؑ میرا بیٹا ہے، تمام مؤرخین نے لکھا ہے یعقوب اور یوسفؑ کے واقعے میں کہ ایک باپ سے تھے مائیں الگ الگ تھیں تو بھائی چھوٹے بھائی کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ علما نے لکھا کہ تاریخ میں صرف ایک مثال ملتی ہے کہ ایک باپ کے بیٹے ہوں اور مائیں الگ الگ ہوں حسینؑ اور عباسؑ کے علاوہ اور کوئی مثال نہیں ملتی۔ عجیب دو بھائی ہیں جن کی تشبیہ دنیا میں کسی سے نہیں دی جا سکتی۔ عقد ہوا بنی ہاشم گئے فاطمہؑ کو بیاہ کر لے آئے۔ دلہن بن کر محلۂ بنی ہاشم میں آئیں، عماری سے اُتریں اور اترتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ چوکھٹ پر سجدہ کیا۔ کنیزوں نے پوچھا بی بی کیسا سجدہ کہا یہ گھر وہ ہے جس پر

ملائکہ آتے ہیں، یہ زہراؑ کی چوکھٹ ہے گھر میں گئیں پہلے اُس حجرے میں گئیں جہاں دونوں شہزادے اور دونوں شہزادیاں تشریف فرما تھیں، ہاتھ باندھ کر کہا شہزادو اور زینبؑ واُم کلثومؑ ماں بن کرنہیں آئی کنیز بن کر آئی ہوں، کنیزی کروں گی۔ یہ ہے اُم البنینؑ کی سیرت، علیؑ سے اُم البنینؑ کا خطاب پایا، اُم البنینؑ کے معنی یعنی بیٹوں کی ماں۔ خطاب دیا تو اللہ نے چار بیٹے عطا کئے ایک بیٹی چار بیٹے۔ عباسؑ، جعفر، عمران، عبداللہ۔

ایک سال کے اندر قدرت نے اُم البنینؑ کو بیٹا عطا کیا۔ مولا علیؑ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اطلاع ملی آپ کے یہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی ہے۔ اُم البنینؑ کو اللہ نے چاند سا بیٹا عطا کیا۔ اطلاع پاتے ہی گھر میں آئے۔ حجرے میں پہنچے اور بچے کو گود میں لے لیا ابھی بچے کی آنکھیں بند ہیں ایسے میں ایک بار مڑ کر آواز دی کہاں ہے میرا بیٹا حسینؑ اور یہ یاد رکھئے کہ جب عباسؑ پیدا ہوئے تو حسینؑ کی عمر پچیس سال کی تھی، بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے پچیس سال بڑا ہے۔ یعنی اتنا فرق ہے، بے اختیار کہا حسینؑ ذرا ہاتھ پھیلاؤ، حسینؑ نے ہاتھ پھیلائے بچے کو حسینؑ کی گود میں دے دیا، بچہ گود میں آیا، آنکھیں بند تھیں اب گھبرا کے آنکھیں کھول دیں اور آنکھیں حسینؑ کے چہرے کی طرف ہیں بھائی بھائی کو دیکھ رہا ہے، بھائی نے بھائی کی خوشبو پائی۔ اب علیؑ کہتے ہیں کہ حسینؑ بھائی کا کچھ نام رکھا حسینؑ نے کہا چہرے سے تو یہ عباسؑ لگتا ہے۔ یعنی بپھرا ہوا شیر لگتا ہے کہا یہ تو عباسؑ ہے عباسؑ، تو پھر حسینؑ آج سے ہم نے اِن کا نام عباسؑ رکھ دیا۔

نام عباسؑ ہو گیا۔ اب عباسؑ کی پرورش کس طرح کی ہے ام البنینؑ نے،

لوگ کہتے ہیں کہ باپ کا اثر اولاد میں آتا ہے تو ماں کی طرف سے بھی اثر آتا ہے۔ روم کے سفیر جب عرب سے کوئی پہنچتا تھا تو پوچھتا تھا کہ عامر کے رشتے دار ہو کہ نہیں اگر وہ پہنچنے والا کہتا تھا کہ عامر سے کوئی رشتہ داری نہیں تو شاہِ روم اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا تھا اور اگر وہ یہ کہہ دیتا تھا کہ میں عامر کا عزیز ہوں، میں عامر کے قبیلے سے ہوں تو اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوتی تھی، بڑا اُس کا استقبال ہوتا تھا، بڑی تعظیم ہوتی تھی۔ وہ عامر کہ عرب کے قبیلے، بڑے بڑے شجاع اپنی تلواروں پر عامر کا نام کندہ کرتے تھے کہ اس سے بڑا بہادر ہمارے آس پاس کے قبیلے میں نہیں ہے۔ یہ عامر عباسؑ کے نانا ہیں، شجاعت جو ہے ماں کی طرف سے بھی آ رہی ہے، وفا بھی ماں کی طرف سے آ رہی ہے، اگر ابوطالبؑ کی وفا رسولؐ کے ساتھ اگر علیؑ کی وفا رسولؐ کے ساتھ تو یہ وفائیں بھی عباسؑ کو مل رہیں تھیں اور ماں کی طرف سے وفائیں بھی مل رہی ہیں۔ خون میں اثر آ رہا ہے لیکن اُس کے ساتھ ساتھ تربیت اس شان سے ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے اُم البنینؑ بیٹے سے کہتی ہیں عباسؑ یہ صرف بڑا بھائی نہیں ہے یہ آقا بھی ہے تم اس کے غلام ہو چلتے پھرتے ہر وقت اُم البنینؑ اپنے بیٹے کو سبق یاد کراتی ہیں۔ تم غلام ہو یہ آقا ہیں اور اِسی طرح دن گزر رہے ہیں بیٹا تین چار سال کا ہو گیا، پہلو میں لیٹا ہوا ہے، رات کو اُم البنینؑ نے خواب دیکھا آپ دیکھتی ہیں ایک صحرا ہے اُس میں میرا بچہ تنہا ہے ایک دوش کی جانب چشمہ جاری ہے اور دوسرے کاندھے کے پاس درختِ طوبیٰ نظر آ رہا ہے لیکن عباسؑ بار بار کہہ رہے ہیں کہ میں پیاسا ہوں۔ آنکھ کھل گئی تو بے اختیار بچے کو جگا کر پوچھا عباسؑ پیاسے تو نہیں ہو، ماں نے پوچھا، مادرِ گرامی پیاسا تو نہیں ہوں، بے قرار ہے ماں صبح کو

اُٹھی کہا میرے والی میں نے رات کو یہ خواب دیکھا ہے علیؑ رونے لگے کہا وہ چشمہ جو ہے وہ مشک سکینہؑ ہے اور وہ جو طوبیٰ کا سایہ ہے وہ عَلم کا سایہ ہے۔

اُم البنینؑ کیا تفصیل بتاؤں مولا علیؑ نے کربلا کا واقعہ سنایا، اس ماحول میں کہ کربلا کی تاریخ ترتیب پا رہی ہو۔ عباسؑ پرورش پا رہے ہیں اور جب یہ سبق مل رہا ہے کہ یہ آقا ہیں تو عالم یہ ہے مؤرخین نے لکھا کہ اگر کرسی پر باہر تشریف فرما ہیں حسینؑ تو پہلو میں پانچ سال کا بچہ شیر کی طرح موجود ہے اور اگر مدینے میں کوئی حسینؑ سے ملنے آتا ہے عرضی لے کر تو جب تک عباسؑ تک عرضی نہیں جاتی اُسے اذن نہیں ملتا امام سے ملنے کے لئے اور جب عباسؑ نو سال کے ہوئے تو مؤرخ یہ لکھتے ہیں کہ یہ عالم تھا کہ مدینے کے ایک ایک گھر میں جا کر پوچھتے تھے پانی تو نہیں ختم ہو گیا اور اگر کسی گھر سے آواز آتی تھی کہ عباسؑ پانی نہیں ہے گھر میں تو مشکیں دوش پر لاد کر مدینے کے گھروں میں پانی پہنچایا کرتے تھے۔ دیکھ رہے ہیں آپ کہ کس طرح عباسؑ کی پرورش ہو رہی ہے اور کس طرح ماں پرورش کر رہی ہے اِسی طرح ہر بیٹے کو پالا جب ۲۸ رجب کو مدینے سے حسینؑ چلنے لگے تو سب سے آخر میں جب قافلہ آگے بڑھ چکا تو عباسؑ کے ذمے کیونکہ پورے قافلے کا انتظام تھا اس لئے سب سے آخر میں جب قافلے کو رخصت کر چکے تو اب گھوڑا جو ہے وہ باہر سواری کے لئے موجود ہے، قریب پہنچے، ابھی پشتِ زین پر بلند ہونا چاہتے تھے، رکاب میں پیر رکھا تھا کہ عصمت سرا کا پردہ ہٹا کنیز باہر آئی چادر میں لپٹی ہوئی اور کہتی ہے شہزادے ماں بلا رہی ہے واپس ہوئے رکاب سے پیر نکالا عصمت سرا میں داخل ہوئے دیکھا ماں بالوں کو بکھرائے ہوئے آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے کھڑی ہے، قریب گئے ہاتھوں کو باندھ کر

کہا مادرِ گرامی رخصت کر چکی تھیں، پھر دوبارہ کیوں بلایا ہے، کہا ہاں رخصت کر چکی تھی ایک بات کہنے کو بلایا ہے، کہیے اماں کیا کہنا چاہتیں ہیں، کہا عباسؑ یہ حسینؑ نہیں جارہا یہ فاطمہؑ کی جان جا رہی ہے، عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار رہنا، میں فاطمہ کے بیٹے کو تجھ سے لوں گی۔ یہ جملے یاد رکھیے گا۔ میں عباسؑ فاطمہؑ کے بیٹے کو تجھ سے لوں گی۔ یہ آواز ماں کی عباسؑ کے کانوں میں گونجتی رہی اور وہ وقت بھی آیا کہ جب کہا کہ اب مجھے اذنِ جہاد دیجیے، حسینؑ نے کہا عباسؑ تمہیں کیسے جہاد کی جازت دے دیں تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو۔ دائیں جانب دیکھا بائیں جانب دیکھا کہا جس لشکر کا علمدار بنایا تھا وہ لشکر کہاں ہے، وہ لشکر کہاں ہے۔ راوی لکھتا ہے کہ جب عونؑ و محمدؑ کی لاشیں آ چکیں اور پسرانِ مسلم کی لاشیں آ چکیں تو اک بار خیمے میں گئے اور زوجہ کو آواز دی، کہا کہاں ہے میرا بیٹا محمد آٹھ نو سال کا بچہ باپ کی آواز پر آیا اپنے ہاتھ سے بیٹے کو تیار کیا، کمر میں ننھی سی تلوار لگائی گود میں لے کر آئے اور کہا آقا اس غلام زادے کو بھی رخصت کی اجازت دیجیے۔ عباسؑ کا مرتبہ کیا کہنا غلام زادے کو بھی رخصت دیجیے۔ اب دونوں بھائیوں کی گفتگو دیکھیے بڑا بھائی کہتا ہے عباسؑ صبح سے تیر چل رہے ہیں، نیزے چل رہے ہیں، تلواروں کی بارش ہے اس میدانِ جنگ میں، اس مقتل میں اس بچے کو بھیجو گے تو کہا کہ آقا میرا بیٹا ہے عباسؑ کا بیٹا ہے تو اب حسینؑ یہ سمجھے کہ میں نے عباسؑ کے بیٹے کو روک لیا لیکن عباسؑ کا جواب دیکھیے کہا آقا اس کا انتظام پہلے کر لیا چھوٹے بیٹے کو مادرِ گرامی اُم البنینؑ کے پاس چھوڑ آیا ہوں بس اب کیا کہتے عباسؑ جیسی تمہاری مرضی، بیٹے کو گھوڑے پر بٹھایا اور کہا عباسؑ کے بیٹے ہو میں جنگ دیکھ رہا ہوں، بیٹا میدانِ

جنگ میں گیا کچھ دیر جنگ کی چھوٹا بچہ کہاں تک لڑتا ایک بار گھوڑے سے گرا آواز دی بابا میں گھوڑے سے گر گیا۔ عباسؑ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ دی لجامِ فرس کو کھینچا چاہتے تھے کہ گھوڑے کو آگے بڑھائیں کہ عباسؑ کے گھوڑے سے پہلے حسینؑ نے اپنے گھوڑے کو بڑھادیا۔ گھوڑا سامنے لائے عباسؑ کے سینے پر ہاتھ رکھا کہا عباسؑ کدھر چلے، کہا آقا میرا بچہ پکار رہا ہے، میرا بیٹا گھوڑے سے گر گیا کہا مجھے معلوم ہے لیکن عباسؑ بیٹے کی لاش کو باپ نہیں اُٹھاتا میں لاؤں گا، بیٹے کی لاش کو بھی لاؤں گا۔ عصر کے وقت حسینؑ نے فرات کا رُخ کر کے کہا تھا، عباسؑ تمہارا آقا اکیلا علی اکبرؑ کی لاش لے کر جا رہا ہے۔

جوان بیٹے کا لاشہ کیسے اُٹھاؤں یہ حسینؑ کا پیار، یہ حسینؑ کی محبتیں وہ عباسؑ کی محبتیں اور اب خود کہہ رہے ہیں کہ میں جاؤں حسینؑ کہہ رہے تھے کہ دونوں ساتھ چلیں ایک طرف میں حملہ کرتا ہوں ایک طرف تم حملہ کرو، کہا آقا یہ نہیں ہوسکتا۔

کہا کیوں اس لئے کہ جب میں جنگ کرنے میں لگا ہوں گا تو آپ کے جسم پر کوئی تیر پڑ گیا تو عباسؑ کیا کرے گا اور شہزادی زینبؑ کو کیا جواب دوں گا۔ عباسؑ کا یہ جملہ بتاتا ہے کہ عباسؑ کی زندگی تک حسینؑ کے جسم پر کوئی زخم نہیں آیا اور اگر آپ کے جسم پر کوئی زخم لگ گیا تو میں شہزادی کو کیا جواب دوں گا اور جب رخصت کا وقت آیا اور بہن نے بلایا تو یہی کہا عباسؑ میں سنا کرتی تھی بابا سے زینب تیرے بازوؤں میں رسیاں بندھیں گی لیکن میں اپنے بابا سے یہ کہا کرتی تھی کہ جس بہن کا ایک بھائی ہو وہ ناز کرتی ہے میرے تو اٹھارہ بھائی ہیں اور جس کا عباسؑ جیسا بھائی ہو کس کی مجال ہے کہ میرے بازوؤں میں رسیاں باندھے۔ عباسؑ تم جا رہے ہو زینبؑ کو آج یقین ہو گیا کہ بابا نے جو کچھ کہا تھا وہ

ہو کر رہے گا، بھائی بہن سے رخصت ہوا۔ بھتیجی سے رخصت ہوا اور پھر اُس کے بعد عباسؑ تو واپس نہیں آئے مشک واپس آئی، علم واپس آیا، عباسؑ کی یادگار فرات کے کنارے آج بھی روضہ موجود ہے اب اُس کے بعد بس تاریخ میں اتنا ملتا ہے کہ قافلہ واپس آیا بس تقریر خاتمے پر پہنچی۔ قافلہ واپس آیا مدینے میں شور ہے کہ وہ مسافر جو اٹھائیس رجب کو گئے تھے آج مدینے واپس آ گئے۔ مدینے کے ایک ایک گھر کے دروازے کھلنے لگے بچے بھی چلے، بوڑھے بھی چلے، جوان بھی چلے اور بشیر اعلان کرتا جا رہا ہے گھوڑے پر بیٹھا ہوا کہ وہ قافلہ جو اٹھائیس رجب کو گیا تھا وہ واپس آ گیا اور ایسے میں جب بشیر اعلان کرتا ہے کہ حسینؑ قتل ہوئے، بی بی اُم البنینؑ آگے بڑھیں اور کہا بشیر یہ کیا کہا تو نے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حسینؑ قتل ہو جائیں کیا میرا بیٹا عباسؑ بھاگ گیا تھا بشیر کہتا ہے بی بی پہلے پورا واقعہ تو سنو عباسؑ نے اپنی حدیں تمام کر دیں تھیں۔ جب سن لیا اطمینان ہو گیا کہ عباسؑ نے اور عباسؑ کے بھائیوں نے اپنی قربانیاں پیش کیں اور بڑی شان سے پیش کیں تو سیدھی وہاں سے جنت البقیع پہنچیں پہلے سجدہ شکرانے کا کیا کہ میری قربانیاں قبول ہو گئیں اور اُس کے بعد زہراؑ کی قبر پر پہنچی اور آواز دی شہزادی اُم البنینؑ سے خوش ہونا، شہزادی میرے بیٹے عباسؑ سے آپ خوش ہونا۔ اب تاریخ میں یہ ملتا ہے کہ بعدِ کربلا جب بھی صبح ہوئی سر پر چادر ڈالی ہاتھ میں عصا لیا اور سیدھی جنت البقیع پہنچیں جب تک زندہ رہیں اُم البنینؑ کا عمل یہی تھا خاک پر بیٹھ گئیں چار قبریں بنائیں کہا یہ میرے بیٹے عباسؑ کی قبر ہے، یہ میرے بیٹے عونؑ کی قبر ہے، یہ میرے بیٹے جعفرؑ کی قبر ہے، یہ میرے بیٹے عمران کی قبر ہے اور اُس کے بعد قبروں کو مٹا دیا کہا عباسؑ تجھے میں

نہیں روؤں گی، جعفرؑ تجھے نہیں روؤں گی، عونؑ تجھے نہیں روؤں گی۔ اس لئے کہ
تم چاروں کی ماں زندہ ہے اس لئے حسینؑ کا ماتم کروں گی کہ اُس کی ماں مر چکی
ہے اور کبھی یہ جملہ کہتی ہیں کہ عباسؑ اگر تیرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو فاطمہؑ کا بیٹا
حسینؑ کبھی قتل نہ ہوتا۔

نویں مجلس

حدیثِ کساء

سیرتِ امام محمد تقی علیہ السلام وامام علی نقی علیہ السلام ذکرِ جنابِ زینب سلام اللہ علیہا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساری تعریف اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

سیرتِ معصومینؑ کے عنوان پر آج اُس عشرۂ مجالس کی نویں تقریر جیسا کہ میں نے کل عرض کیا تھا کہ آج کی اور کل کی تقریر وہ ہی تقریریں ہیں اور معصوم ہمارے سامنے چار ہیں۔ یعنی کیا ہی اچھا ہوتا کہ دسویں تقریر کا آغاز تو یہ پانچ تن کساء میں جمع کیوں ہوئے آیا طہارت کا اعلان کرنا تھا، رشتوں کو انوار دکھانے تھے یا یہ بتانا تھا کہ یہ کساء میں جو خیمہ ہے اس کے حدود میں کوئی اور نہیں آسکتا یہ تو بظاہر ہم غور وفکر کریں تو ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ اصول جو صدیوں صدیوں پر محیط جس کی نگاہیں ہر صدی ہر زمانے کو دیکھ رہی تھیں۔ اُس نے چاہا کہ عالمِ انسانیت کی ہدایت کے لئے ہم ایسے پانچ رنگوں میں جائیں گے کہ انسان اپنے زندگی کے کسی بھی موڑ پر اگر اپنے معاشرے کی زندگی میں اپنی خاندانی زندگی میں .... ہندوستان اور پاکستان کے عظیم ترین ماہرِ تعلیم خواجہ غلام سید مرحوم جو خواجہ الطاف حسین حالی کے نواسے تھے اور اِس دَور کے موجود ممبئی میں جو افسانہ نگار ہے خواجہ احمد عباس اُن کے بڑے بھائی بہت اعلیٰ

عہدوں پر ہندوستان میں رہے تو انہوں نے ایک کتاب ایجوکیشن کے بارے میں لکھی۔ انہوں نے لکھا کہ اگر کوئی تعلیم کو عام کرنا چاہے اور تحقیقِ تعلیم میں اگر کوئی اپنا نظریہ پیش کرے تو وہ نظریہ اُس کا اُس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُس نظریے کو اپنے گھر میں رائج نہ کر دیا ہو اور گھر والوں کو اس کا پابند نہ بنا دیا ہو۔

توختمی مرتبتؐ بتانا یہ چاہ رہے تھے کہ جو پیغام دے کر جا رہا ہوں، جو تعلیمات تمہارے سپرد کر کے جا رہا ہوں پہلے میں نے اس میں ڈھالا ہے اپنے گھر والوں کو اور دیکھو نمونے یہ ہیں تو اب ضروری تھا کہ کسی واقعے کے تحت ذہنوں میں یاد رہ جائے اس لئے آپ کے سامنے تحفے میں حدیث کساء چلی آ رہی ہے اور اس کی برکتیں ہیں کیا کہنا تو رسولؐ بتانا یہ چاہتا تھا کہ بظاہر یہ پانچ تن ہیں میں، میرا بھائی علیؑ، میری بیٹی اور میرے نواسے لیکن میں دنیا میں جتنے رشتے ہوں گے خاندانی اب یہ معجزہ ہے پانچ تن کا جتنے بھی تمہارے خاندانی رشتے ہوں گے جن میں تمہیں ضرورت پڑتی ہے معاشرتی زندگی میں میل جول کی وہ تمام رشتے ان پانچ میں چادر کے نیچے ہیں۔ عورت کے تین ہی روپ ہیں پہلے وہ بیٹی ہے، پھر بیوی ہے، پھر ماں۔ زہراؑ تنہا ہیں مگر اِسی چادر میں بیٹی بھی ہیں باپ موجود ہے، بیوی بھی ہیں شوہر موجود ہے، ماں بھی ہیں بچے موجود ہیں۔ اگر دنیا کی کوئی عورت بہترین بیٹی بننا چاہتی ہے تو چادر کی طرف دیکھے زہراؑ کو۔ اگر کوئی عورت معاشرے میں بہترین زوجہ ثابت ہونا چاہتی ہے تو چادر کی طرف دیکھے، زہراؑ کو، اگر معاشرے میں کوئی عورت بہترین ماں بننا چاہتی ہے تو زہراؑ کو دیکھے اور اب اُس کے گرد رشتے ہیں اور اگر کوئی بہترین شوہر ثابت ہونا چاہتا

ہے تو علیؑ کو دیکھے، کوئی اگر بیٹی کا بہترین باپ بننا چاہتا ہے تو رسولؐ کو دیکھے اور اگر کوئی بیٹوں کا بہترین باپ بننا چاہتا ہے تو علیؑ کو دیکھے اور جو معاشرے کے بہترین بیٹے بننا چاہتے ہیں وہ حسنؑ اور حسینؑ کو دیکھیں گویا معاشرے کا ہر رشتہ اس میں یکجا کر دیا گیا تا کہ انسان دیکھے، سمجھے اور غور کرے اور عورت وہی عورت مکمل ہے کہ جو بیٹی بھی ہو، بیوی بھی ہو اور ماں بھی ہو اور وَنِسَآءَنَا جو کہا گیا تھا تو اُس کے لئے مفسرین نے یہی لکھا وَنِسَآءَنَا یعنی اُس عورت کو طلب کیا گیا تھا مباہلے میں جس کے تینوں روپ ہوں، وہ بیٹی بھی ہو، وہ زوجہ بھی ہو اور وہ ماں بھی ہو۔ اس لئے رسولؐ اللہ ازواج میں سے کسی کو نہیں لے گئے تھے۔

رسولؐ اللہ کی زوجہ بیوی ہو سکتی ہے، بیٹی ہو سکتی ہے ماں نہیں ہو سکتی تو زہراؑ دنیا کی مکمل ترین خاتون ہیں اور جتنی بھی عورتیں زہراؑ سے پہلے گزری ہیں اور جو بلند ترین ہیں اگر انہیں زہراؑ کے سامنے لے آئیں تو کسی نہ کسی فضیلت میں زہراؑ ان سے افضل ہوں گی۔ اگر مریمؑ آ جائیں ماں ہیں، عمران کی بیٹی ہیں کسی کی زوجہ نہیں ہیں تو اِسی طرح آپ کو تاریخ میں ملے گا کہ تاریخ کی واحد خاتون زہراؑ ہیں، عمر اٹھارہ سال کی مگر نمونہ دیکھیں آپ سیرت کا اتنا عظیم الشان اور یہ عجیب بات ہے کہ قدرت کا یہ انتظام آپ دیکھیں کہ دنیا یہ کہہ رہی تھی کہ رسولؐ ابتر ہے اور وہ اللہ جو اپنے حبیب کے لئے کوئی بات سن نہیں سکتا وہ اگر چاہتا تو رسولؐ اللہ کے بیٹوں کو زندہ رکھتا اُس نے دیکھا کہ آدمؑ کا ایک بیٹا ہابیل قتل ہو گیا تو اُس نے شیث جیسا بیٹا عطا کر دیا۔ تحفے میں دے دیا۔ یہ تمہارا بیٹا ہے اس سے نسل چلے گی تمہاری، اُس نے دیکھا کہ نوحؑ کا بیٹا کفر کی طرف راغب ہو گیا، پہاڑ پر چڑھ گیا فنا ہو گیا تو اللہ نے تین بیٹے دے دیئے۔ سام و حام و

یافث اور اُن کی اولاد اب جو بڑھی تو آپ غور کریں کہ سام کی اولاد اور حام کی اولاد میں آنے والے بیٹے جو آئے تو کسی بیٹے کا نام روس ہے، کسی بیٹے کا نام مصر ہے، کسی بیٹے کا نام عرب ہے، کسی بیٹے کا نام چین ہے، کسی بیٹے کا نام ہند ہے، کسی بیٹے کا نام سندھ ہے اور ہر بیٹا ایک ملک بساتا دنیا کی آبادیاں بڑھاتا چلا جا رہا ہے۔ نوحؑ کے پوتوں کے نام پر آج دنیا کے ملکوں کے نام ہیں کہ یہ نسل بڑھ رہی ہے قدرت عطا کر رہی ہے۔ نوحؑ کو بیٹے بھی اور پوتے بھی عطا کیے، نوحؑ کو اتنی کثیر اولاد دینے والا اپنے آخر نبی کو کوئی بیٹا نہیں دیتا اور دیتا ہے تو واپس لے لیتا ہے۔ یعقوبؑ کو بارہ بیٹے دینے والا، ہارونؑ کو شبّر و شبیر، مبشر جیسے بیٹے عطا کرنے والا، جناب زکریا کو بڑھاپے میں یحییٰ جیسا بیٹا دینے والا، ابراہیمؑ کو ضعیفی میں دو بیٹے عطا کرنے والا، ختمی مرتبتؐ کو کوئی بیٹا نہیں دیتا بلکہ ایک بیٹی دے کر اُسے پردے میں چھپا دیا تم کہہ رہے ہو ابتر ہے۔ میں نے کوثر جاری کر دیا کوثر زہراؑ کا نام ہے اور تفصیلِ کوثر بن کر حسنؑ اور حسینؑ آ گئے۔ بس اب راز یہ ہے کہ بیٹا کیوں نہیں دیا بیٹا اس لئے نہیں دیا کہ چونکہ رسولؐ کو رحمت اللعالمین کہہ چکا تھا بیٹی رحمت ہوتی ہے بیٹا نعمت ہوتا ہے۔

آپ رحمت ہیں اس لئے آپ کو رحمت دے رہا ہوں لیکن نعمت سے بھی محروم نہیں رکھا، کوثر کی صورت میں حسنؑ اور حسینؑ نعمت کی شکل میں آ گئے ہیں اسی لئے کہا مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ، يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ، فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ جب ہم دو دریاؤں کو ملاتے ہیں تو لولو مرجان جیسے موتی نکلتے ہیں تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ حسنؑ اور حسینؑ نعمت ہیں، حسنؑ اور حسینؑ اُمت کے لئے بھی نعمت اور رسولؐ کے لئے بھی نعمت۔

اب یہ دوسری بات ہے کہ نسل چلی تو بیٹی سے چلی لیکن دنیا نے کوشش یہ کی کہ ہر دور میں یہ ظاہر کیا جائے کہ بیٹی سے نسل نہیں چلا کرتی اور ہر امام کے دَور میں آپ کو یہ بات نظر آئے گی کہ بار بار ائمہ طاہرین سے یہ کہا گیا۔ امامِ علی رضاؑ کا تذکرہ کر رہا تھا کل معصوم کا میں، گھوڑے پر بیٹھا ہوا مامون ساتھ ہے، معصوم بھی گھوڑے پر تشریف فرما ہیں دو پہاڑیوں کے درمیان سے گزر رہے ہیں تو مامون نے کہا کہ بیٹی سے تو نسل نہیں چلتی آپ فخر کس بات پر کرتے ہیں۔ ایک چچا کی اولاد میں ہوں، ایک چچا کی اولاد آپ ہیں تو آپ رسولؐ کے پوتے کس طرح ہوئے، اُن کے خاندان میں اُن کی نسل میں آپ کیسے وارث ہوے، امام خاموش رہے کچھ دُور گھوڑا بڑھا تھا کہ ایک بار اشارہ کر کے یہ کہا کہ یہ بتا مامون اس پہاڑی کے پیچھے سے اگر رسولؐ آ جائیں اور تجھ سے آ کر کہیں کہ مامون رشید اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دے تو تو کیا کہے گا تو مامون نے کہا کہ میرے لئے باعث فخر ہے کہ رسولؐ میری بیٹی مانگ رہے ہیں، کہا یہ تو کر سکتا ہے اپنی بیٹی رسولؐ کو دے سکتا ہے لیکن رسولؐ مجھ سے میری بیٹی کا رشتہ نہیں مانگ سکتے میری بیٹی رسولؐ کی بیٹی ہے اور رسولؐ اللہ میرے جد ہیں۔

اور دربار میں بھی بار بار گئے اور فرمایا تو کیوں نہیں سمجھتا کہ میں اولادِ رسولؐ ہوں، قرآن میں دیکھ لے ہر نبی کو سلام کیا گیا۔ **سلامٌ علیٰ ابراھیمؑ، سلامٌ علیٰ موسیٰؑ وھارونؑ** ہر نبی کو سلام ہوا لیکن جب اپنے آخری نبی کو سلام کیا تو تنہا نہیں کہا بلکہ اس طرح ارشاد ہوا۔ **سلامٌ علیٰ آلِ یٰسین**، تو ہم آلِ رسولؐ ہیں، ہم پر اللہ نے سلام کیا ہے۔ معصوم مامون کے دربار میں اس طرح استدلال دے رہے ہیں اور بتا رہے ہیں۔ اب جب امامِ رضاؑ کے بیٹا

نہیں ہوا تو اب وہ الزام تاریخ میں دوسری بار دہرایا گیا۔ رسولؐ کو ابتر کہا گیا تھا۔ آٹھویں امام کو لاولد کہا گیا تھا لیکن یہ تو اب امام ہی جانتا ہے کہ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے آنے والی خاتون سبیکہ خاتون اور جب سبیکہ سے عقد ہوا اور گھر میں آئیں تو اب اپنی بہن سے کہتے ہیں کہ آج کی رات آپ رُک جائیں اس لئے کہ اللہ افضل ترین فرزند آج سبیکہ کو عطا کرے گا اور بہن کہتی ہیں حکیمہ خاتون کہ جس وقت ولادت کے آثار ظاہر ہوئے چراغ سارے گل ہو گئے لیکن حجرے میں نور پھیل گیا اور میں نے دیکھا کہ بچے نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا، بچے کو میں نے گود میں لیا اور یہ بچہ، پیدا ہونے والا بچہ آپ کا نواں امام تقی جوادؑ تھا۔ حضرت امام علی رضاؑ کو اللہ نے پانچ بیٹے عطا کئے، تقی جواد، سیّد ابراہیمؒ، سیّد حسنؒ، سیّد حسینؒ، سیّد جعفر تقیؒ جواد کی ابھی چھ سال کی عمر تھی امام رضاؑ نے مدینہ چھوڑا اور جب مکے پہنچے یعنی جس طرح حسینؑ ابن علیؑ نے سفر کیا تھا کل کہہ چکا اِسی طرح مدینے سے سیدھے مکے اور پھر مکے سے ایران چلے گئے۔ نیشا پور سواری پہنچی ابھی امام رضاؑ خانۂ کعبہ میں تھے کہ طواف کرتے کرتے ایک بار معصوم بیٹھ گیا۔ غلام کی گود میں تھا چھ سال کی عمر ہے نویں امام کی۔ بیٹھ گیا وہیں فرشِ خاک پر غلام نے کہا آ جائیے گود میں، رونے لگے امام آگے بڑھے تو غلام سے کہا معصوم نے ارے اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا دل چاہتا ہے بابا کو دیکھتا رہوں اس لئے کہ بابا کے ساتھ یہ آخری حج ہے۔

پہلے یہ مشہور کیا گیا تھا کہ امام رضاؑ کے کوئی اولاد نہیں ہے، پھر سادات کو علم ہو گیا کہ تقی جواد موجود ہیں۔ امام رضاؑ کے چار بیٹے اور بھی ہیں لیکن مشہور یہ کیا گیا کہ صرف ایک بیٹا ہے۔

جب سادات پر یہ راز چھپ نہ سکا اب مامون پریشان کہ سادات کو کس طرح ہاتھ میں لیا جائے، اپنے آدمیوں کو بھیجا، خط لکھا، تقی جواد کو مدینے سے بلایا گیا، معصوم مدینے سے چلے بغداد پہنچے ابھی دربار نہیں پہنچے تھے۔ سرراہ کھڑے ہوئے تھے چھ یا سات سال کی عمر ایسے میں مامون رشید کی سواری آپ کے قریب پہنچی اور بھی بچے کھڑے ہوئے تھے کہ مامون کی سواری جاہ وحشمت کے ساتھ نکلی منادی کی ندا آئی راستے سے ہٹ جاؤ، سپاہیوں کے گھوڑے دوڑتے ہوئے قریب آئے تو بچے خوف سے بھاگ گئے۔ امام جہاں کھڑے تھے وہیں پر کھڑے رہے۔ مامون نے سواری روک دی کہا تمام بچے بھاگ گئے تم کیوں نہیں ڈر کر بھاگے، معصوم نے کہا کہ دیکھ تین باتیں ہیں پہلی بات یہ کہ اگر میں تجھے ظالم سمجھتا کہ تو ظالم ہے ظلم کرے گا تو میں بھاگ جاتا یا میں ڈرتا کہ میں نے کوئی خطا کی ہے تو میں بھاگ جاتا یا پھر راستہ تنگ ہوتا، تیرے گزرنے کے لئے راستہ نہ رہ جاتا تو بھاگ جاتا، راستہ تنگ نہیں تو جا سکتا ہے تو ظالم نہیں کہ ظلم کرے گا مجھ پر، میں نے تیری کوئی خطا نہیں کی تو میں کیوں بھاگتا۔ حیران ہوا اور مامون سوچ رہا ہے کہ یہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے۔ سواری آگے بڑھ گئی، شکار کھیلنے جا رہا تھا واپس ہوا پھر بچے اُسی طرح بھاگ گئے امام اُسی طرح کھڑے رہے، مامون نے سواری روک لی بند مٹھی معصوم کے سامنے کر کے کہا بتایئے میری مٹھی میں کیا ہے۔ کہا اللہ نے دنیا میں سمندر اور دریا بنائے ہیں، اُن میں مچھلیاں ہیں بادل جب سمندر سے اُٹھتے ہیں تو اُن میں چھوٹی مچھلیاں بادلوں میں چلی جاتیں ہیں۔ بادل اپنے میں اُن مچھلیوں کو لئے رہتے ہیں۔ بادشاہ اپنے شکاری باز فضاؤں میں چھوڑتے ہیں

شکاری باز جاتے ہیں اور بادل سے مچھلی لاتے ہیں مچھلی لا کر بادشاہ کے ہاتھ پر رکھتے ہیں۔ بادشاہ مٹھی بند کر کے خاندانِ رسالت کے بچے سے امتحان لیتا ہے۔

معصوم کی عمر سات سال ہے پوچھئے معصوم سے کہ کیا تھا اور بچوں کی طرح آپ بھی بھاگ جاتے تو معصوم یہی کہے گا کہ کرّار غیر فرار کا بیٹا ہوں اور بچے بھاگ جائیں وہ دنیاوی بچے ہیں ہمارے خاندان کا آدمی کبھی بھاگا ہی نہیں۔ کسی سے ڈرتے نہیں تو ہم کیسے مامون سے ڈر کر بھاگ جاتے اور اب یہی سوال معصوم سے کریں کہ بات تو مامون نے صرف اتنی پوچھی تھی کہ میری مٹھی میں کیا ہے لیکن معصوم نے اتنا طویل جواب کیوں دیا تو معصوم صرف یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ علم کی عظمت کو پہچان لو جو آلِ محمدؐ کو عطا کیا گیا ہے زمین سے لے کر آسمان تک کی باتیں تجھے بتاتے ہیں کہ زمین کا علم بھی ہمارے پاس ہے اور آسمان کا علم بھی ہمارے پاس ہے اور یہ بھی بتانا تھا کہ دیکھ بادشاہ جو ہیں وہ ایسی شکل اختیار کیا کرتے ہیں کہ جو اسلام میں ممنوع ہے۔ ہم آلِ محمدؐ پردہ چاک کر کے بتاتے ہیں کہ یہ شکار وغیرہ جو ہیں وہ بادشاہوں کے کام ہیں آلِ محمدؐ کے کام نہیں تو اس طرح معصوم نے اشارہ کیا اب اُس نے نام پوچھا تو انہوں نے کہا میں علیؑ رضا کا بیٹا ہوں۔ حضرت امام محمد تقیؑ صرف (۲۵) پچیس برس حیات رہے جوانی کی عمر میں مامون رشید نے اپنی بیٹی ام الفضلؑ کے ساتھ عقد کر دیا اور جس دن شادی ہوئی ظاہر ہے کہ عرب کی شہزادی سے شادی ہو رہی تھی خلیفۂ وقت کی بیٹی سے شادی ہو رہی تھی تمام مورخین نے بڑی شان و شوکت کے ساتھ تاریخی کتابوں میں اس شادی کے پورے واقعے کو درج کیا ہے کہ کتنی دھوم سے شادی ہوئی۔ دربار سجا دیا گیا تھا، محل سرائیں سجی ہوئی تھیں، ریشمی پردے ڈال دیئے

گئے تھے، زرّیں کمر غلام اور کنیزیں اور ایسے میں امام کو تخت پر بٹھایا گیا۔

صیغے جاری کیے خود ہی خطبۂ عقد پڑھا عقد ہو چکا جب عقد ہو چکا دربار بھرا ہوا، سفرا ابھی بیٹھے ہوئے ہیں، دربار کا بلکہ ملک کا سب سے بڑا عالم یحییٰ بن اکثم اور تمام علماء نے چہ میگوئیاں کیں کہ مامون نے کس کو داماد بنالیا ارے ابھی تو مکتب میں پڑھنے کے دن تھے ابھی تو ان کی تعلیم و تربیت ہوتی اس کے بعد شادی کرنی چاہئے تھی مامون کو۔ مامون کے کان تک بات پہنچی اُس نے یحییٰ بن اکثم سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تو یہ سمجھ رہا ہے کہ ابھی اُس کو تعلیم کی ضرورت ہے تو تو خود سوال کر۔ بھرا ہوا دربار علماء بیٹھے ہوئے ہیں اور اُس عہد کا سب سے بڑا عالم یحییٰ بن اکثم کافی عمر ہے اس کی اور گیارہ سال کے بچّے سے پوچھ رہا ہے اب سب متوجہ ہو گئے کہ سوال کیا جا رہا ہے معصوم سے اور دولھا بنے ہوئے بیٹھے ہیں اب داماد ہو گئے ہیں خلیفۂ وقت کے اور سوال کیا گیا اے ابنِ رسولؐ اگر اجازت ہو تو سوال کروں کہا پوچھ کہا بتایئے اگر کوئی حالتِ احرام میں شکار کھیلے تو اُس کا کفارہ کیا ہے، معصوم نے کہا کہ اتنا بوڑھا ہو گیا تجھے سوال کرنے کی تمیز نہ آئی، کتنا مہمل سوال ہے، تیرے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، مامون مسکرایا کہا وضاحت کیجئے ارے سوال تو صحیح کر اُس شخص نے جانور کو حرم سے باہر شکار کیا یا حرم کی حدود میں؟ یہ تو بتا شکار کھیلنے والا جو احرام باندھے ہوئے تھا وہ حج کا تھا یا عمرے کا یہ تو بتا کہ شکار کھیلنے والے نے جان کے شکار کھیلا یا سہواً کھیلا یہ تو بتا شکار کھیلنے والا عالم تھا یا جاہل تھا؟ احرام باندھنے والا شخص آزاد تھا یا غلام تھا، بچّہ تھا یا بڑا، پہلی مرتبہ شکار کیا تھا یا اُس سے قبل بھی شکار کر چکا تھا، وہ شخص اپنے اس فعل پر مُصِر تھا یا نادم تھا؟

یہ تو بتا کہ شکار کھیلنے والے نے رات کو شکار کھیلا یا دن میں شکار کھیلا، یہ تو بتا کہ شکار کھیلنے والے نے بڑے پرندے کا شکار کیا یا چھوٹے پرندے کا شکار کیا، شکار کھیلنے والے نے کسی جانور کا شکار کیا یا بڑے جانور، وحشی جانور کا شکار کیا، ان حالتوں میں بائیس حالتوں میں کون سی حالت تھی بتا تو جواب دوں۔ (نعرۂ حیدری)

اب یحییٰ بن اکثم حیران ہوگیا بہر حال مامون نے کہا کہ آپ خود وضاحت کر دیں۔ کہا اگر اُس نے حدودِ حرم میں شکار کھیلا تو اُس کا کفارہ دو بکروں کو قربان کرنا ہوگا اور حدودِ حرم کے باہر شکار کھیلا تو اُس کا کفارہ ایک بکرا قربان کرنا ہوگا، اگر اس نے وحشی گدھے کا شکار کیا ہے تو کفارے میں ایک گائے اور ایک شتر مرغ کا شکار کیا ہے تو پھر اُس کے بدلے میں ایک اونٹ اور اگر کسی چھوٹے پرندے کا شکار کیا تو ایک بکری اور اگر بڑے پرندے کا کیا ہے تو دو بکریاں۔ یہ حدودِ حرم سے باہر کی بات ہے اگر حدودِ حرم میں کھیلے گا تو یہی چیزیں دگنی ہوجائیں گی اور اب اُس کے بعد معصوم کہتے ہیں کہ اگر وہ عالم یا جاہل ہے تو دونوں برابر خانۂ خدا میں دونوں کو وہی کرنا پڑے گا جو عالم کرے گا یا جاہل کرے گا ہاں یہ دیکھا جائے گا کہ بالغ ہے یا نابالغ ہے۔ اگر نابالغ ہے شکار کھیلنے والا تو کفارہ نہیں اور اگر بالغ ہے تو کفارہ دینا پڑے گا۔ اگر احرام اُس نے حج کا باندھا ہے منیٰ پر قربانی دینا پڑے گی اور اگر عمرے کا احرام باندھا ہے تو وہیں مکے میں قربانی دینی پڑے گی اور اگر اُس نے جان کر شکار کھیلا ہے تو اگر نادم ہوگیا تو گناہ نہیں ہوگا اور اگر اسرار ہے تو کفارا دینے کے بعد بھی عذاب برقرار رہے گا اور اگر بھولے سے کھیلا ہے تو معاف ہے اور اگر اُس نے دوبارہ شکار کھیلا ہے، دوسری بار کھیلا ہے تو اب دوگنا کفارہ دینا پڑے گا اور اب اسرار نہ

کرے۔ بائیس صورتیں امام نے بتائیں سوال اتنا سا تھا اور امام نے بتایا کہ مہمل ہے۔ اب یحییٰ بن اکثم کو معلوم ہوا کہ امام کو حق ہے کہ جو حج بھی کروائے اور حج کے مسائل بھی سمجھائے، جو اُس گھر میں پیدا ہوا ہو، جو اُس گھر کے مالک ہوتے ہیں وہی اُس گھر کے بارے میں بتا سکتے ہیں اور اُن مسائل کو سمجھا سکتے ہیں تو اُس عہد سے لے کر اب تک آج بھی ان مسائل کو سمجھانے کے لئے اللہ نے ایک حجّت کو برقرار رکھا ہے۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

اب امام نے یحییٰ بن اکثم سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی ایک سوال کروں یحییٰ بن اکثم سے معصوم نے فرمایا کہ اگر تو کہہ دے تو میں بھی تجھ سے پوچھ لوں، ڈر تو رہا تھا لیکن بہر حال کہہ دیا اُس نے کہ پوچھ لیجئے۔ تو امامؑ نے کہا اے ابن اکثم یہ بتا کہ ایک شخص نے طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک کنیز کو دیکھا وہ اُس پر حرام تھی، طلوعِ آفتاب کے بعد حلال ہو گئی، ظہر کے وقت پھر حرام ہو گئی اور عصر کے بعد پھر حلال ہو گئی اور مغرب کے وقت پھر حرام ہو گئی اور عشاء کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ نصف شب میں وہ عورت پھر حرام ہو گئی، صبح کو پھر اُسی مرد پر حلال ہو گئی۔ اب آپ دیکھئے اب وہ حیران ہوا، کہا میری تو سمجھ میں بات نہیں آئی آپ کوئی وضاحت کیجئے، کہا دیکھ کسی کی کنیز کو کسی نے دیکھا، کنیز دوسرے کی تھی نظر ڈالی طلوع آفتاب سے پہلے اُس کے لئے حرام تھی، طلوع آفتاب کے بعد اُس کنیز کو خرید لیا اب حلال ہو گئی، ظہر کے وقت کنیز کو آزاد کر دیا پھر حرام ہو گئی، عصر کے بعد اُسی سے عقد کر لیا پھر حلال ہو گئی، مغرب کے وقت ظہار کیا، ظہار کیا ہے بچوں کو سمجھا دوں کہ اگر کوئی مرد اپنی زوجہ کو یہ کہہ دے کہ تیری پشت میری ماں یا بہن کی طرح ہے تو عقد جو ہے منقطع ہو جاتا ہے،

ظہار (یعنی یہ کہہ دیا "ظهركِ كظهرِ اُمّی") کیا پھر حرام ہوگئی، عشا کے بعد کفارہ دے دیا پھر حلال ہوگئی، نصف رات کو طلاق دے دی پھر حرام ہوگئی، صبح ہوتے ہی رجوع کرلیا، پھر حلال ہوگئی۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

اور جب رات آدھی گزر چکی تو اب مامون یہ چاہتا ہے کہ معصوم یہیں محل سرا میں قیام کرے، انتظام کیا گیا، ایک سجے ہوئے حجرے میں ڈیڑھ سو کنیزوں کو سجا کر بھیجا گیا لیکن امام نے مڑ کر اُن کنیزوں کی طرف نہیں دیکھا اور یہی کہہ رہے ہیں کہ میں یہاں قیام نہیں کروں گا۔ مامون پریشان ہے، چاہتا ہے کہ آج کی رات داماد یہیں رہے تو ایسے میں دربار کا مشہور گوّیا گانے والا میوزیشن آج کے دور میں، اُس نے مامون کے کان میں کہا کہ آپ کہیں تو میں روک لوں، کہا ہاں روک لے۔ اُٹھا اشارہ کیا رقص کرنے والوں کو اور خود رباب اور ستار اور مضراب ہاتھ میں لے کر راگ چھیڑے اِدھر راگ چھڑے اُدھر معصوم نے مُڑ کر کہا شرم نہیں آتی اتنی بڑی داڑھی ہے خوفِ خدا نہیں ہے تیرے دل میں، کچھ اس عالم میں کہا کہ اُس کے ہاتھ سے مضراب چھوٹ گیا، بے ہوش ہوگیا، کہاں کے ساز، کہاں کے کارندے، کہاں کے راگ، اتنی بات تو طے ہوگئی کہ معصوم کی موجودگی میں اگر ساز اور راگ ہوں تو معصوم کو انتہائی ناگوار معلوم ہوتا ہے طے ہوگئی نا بات، جب اس عشرے کا آغاز ہو رہا تھا تو میرے ایک دوست نے کہا کہ ٹائم آپ نے بڑا عجیب رکھا ہے اس لئے کہ وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ٹیلی ویژن پر ڈرامے دیکھ رہے ہوتے ہیں تو میں نے کہا کہ میں اُسی ٹائم پر پڑھوں گا میں اُن لوگوں کے لئے پڑھ ہی نہیں رہا ہوں کہ جو سوا دو مہینے میں ڈرامے دیکھتے ہیں اور ٹی وی کھولتے ہیں، اُن کے لئے نہیں پڑھ رہا

ہوں بلکہ وہی آئیں گے جو سوا دو مہینے اپنے گھر کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن بند رکھتے ہیں تو امام کی موجودگی میں اگر راگ چھڑے، ساز چھڑے ڈرامہ ہو تو معصوم کو ناگوار ہوتا ہے۔ ایک طرف یہ بھی دعویٰ ہے کہ سوا دو مہینوں میں ائمۂ طاہرین ہمارے گھروں میں مہمان رہتے ہیں اور اُس کے بعد بھی اگر گھروں میں ریڈیو کُھلتے ہیں اور ٹیلی ویژن کُھلتے ہیں تو اب انجام دیکھیں مامون کے دربار کے گوئیے کا کہ تیسرے دن مر گیا۔ معصوم نے ایسی جلال کی نگاہ ڈالی تھی یعنی پسند نہیں ہیں یہ چیزیں معصوم کو تو یہ خیال کریں وہ لوگ کہ جو ایامِ عزا میں بھی اپنے گھروں کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کھولتے ہیں۔ تھوڑا سا صبر تھوڑی سی بات اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اپنے کو کنٹرول کرے۔ ٹیلی ویژن کو بند کر کے رکھے اور پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے قوم کے نوجوان زیادہ تر بزرگ تو بیچارے عام دنوں میں بھی ٹی وی نہیں دیکھتے تو وہ سوا دو مہینے میں کیا دیکھیں گے۔ رہ گئے بچے یا جوان تو میرا خیال یہ ہے کہ اگر آپ غور کریں گے تو زبردستی والی بات دوسری ہے واقعی کوئی بچہ اور جوان میرے خیال میں قوم کا ٹی وی دیکھتا نہیں ہوگا سوا دو مہینوں میں تجربہ آپ کے سامنے پیش کر دیا، صرف یہ کہ شام ہوتے ہی انجمنیں ماتم کے لئے نکل جاتی ہیں اور کم از کم بارہ بجے تک تو انجمنیں ماتم کرتی ہیں اور لڑکے اور بچے انجمنوں میں جاتے ہیں اس کے معنی انہیں وقت ہی نہیں ملا ٹی وی دیکھنے کا تو ہمارے خیال میں ہمارے یہاں کا کوئی بچہ جو امام حسینؑ کا چاہنے والا ہے وہ ٹی وی نہیں دیکھتا ہوگا اور نہ گانے سنتا ہوگا سوا دو مہینے اور اسی بات پر جس پر آپ کو ناز ہے فخر ہے۔ اسی پاکستان میں چند وکلاء بیٹھے ہوئے آپ سے پچیس سال پہلے...... میں بحث کر رہے تھے شیعہ وکلاء بھی تھے

اور سُنّی بھی، شیعوں میں عزم جونپوری آلِ رضا صاحب اور دیگر وکلاء بحث کر رہے تھے تو بحث یہ تھی کہ یہ سوا دو مہینے ماتم اور مجلسیں ہوتی ہیں اس کا فائدہ کیا ہے۔ یہ آپ لوگ کیوں کرتے ہیں تو عزم صاحب مرحوم نے جو جواب دیا تھا لاجواب جواب دیا تھا اور جو جواب دیا تھا اُسی کو انہوں نے جو پہلا مرثیہ کہا تھا اُس میں نظم کیا تھا۔ عزم جونپوری انہوں نے کہا کہ دیکھئے ۴۷ء سے لے کر اور جس دور میں گفتگو ہو رہی تھی اُس وقت تک کے تمام پاکستان کے اخباروں کو جمع کریں اور جتنی جرائم کی خبریں ہوں، ڈاکے کی، زنا کی، چوری کی، مال چھیننے کی وہ ساری کٹنگ ایک جگہ رکھیں اور ایورتج نکالیں کہ اُن مجرموں میں شیعہ کتنے تھے۔ آپ یقین کریں چپ ہو گئے سب یہ آپ کے سامنے تجزیہ ہے۔ روز آپ اخبار پڑھتے ہیں اس نظریئے سے ایک دن پڑھ لیجئے خدا کا شکر ہے کہ آپ کو کسی صفحے پر جرائم کی خبروں میں ہمارے یہاں کا کوئی نام نہیں ملے گا تو عزم صاحب نے کہا کہ بھئی یہ سوا دو مہینے کی برکت ہے، سوا دو مہینے اتنی سچائیاں سنتے ہیں کہ سوا دو مہینے کے بعد جو سال گزرتا ہے تو نہ چوری کے قریب جاتے ہیں نہ زنا کے قریب جاتے ہیں۔ (نعرۂ صلوٰۃ)

یہ ہے برکت ان مجلسوں کی اور میں نے اُس وقت اس موضوع پر ایک مجلس پڑھی تھی کہ جب فقہ کا پاکستان میں شور وغل اُٹھا کہ صدرِ پاکستان جنرل ضیاء الحق اورنگزیب کے بعد پہلی بار تاریخ میں فقہ کا نفاذ کرنے جا رہے ہیں اور فتاویٰ عالمگیر کی جلدیں بھی چھپ کر آ گئیں اور بڑا اہتمام ہوا نظریاتی اسلامی کونسل کا قیام ہوا اور طے ہوا کہ سب شرعاً ہوگا اُس وقت اچانک ہمارے بعض علماء نے بیانات دینا شروع کئے۔ سب سے پہلے بیان جو آیا وہ آپ کے علامہ

نصیرالاجتہادی کا آیا اور اُن کا بیان اور ہیڈنگ یہ تھی کہ ہاتھ کاٹنے اور زانی کی سزا جو ہے آپ نہیں دے سکتے ہمارے لوگوں کو۔ توجیہ یہ تھی کہ چور کے ہاتھ ہماری فقہ سے کٹیں گے اور زانی کی حد جو ہے وہ ہماری فقہ سے جاری ہوگی تو میں نے مجلس میں یہ پڑھا تھا کہ آپ نے یہ مان لیا کہ ہمارے یہاں زانی بھی ہوتے ہیں اور چور بھی ہوتے ہیں آپ کو بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ چودہ سو سال سے اب تک تاریخ میں کبھی فقہ جعفری کا مسئلہ حل نہیں ہوا، حکومت کی سطح پر کبھی نہیں لایا گیا، فقہ جعفری کو، ہماری فقہ چل رہی ہے جاری وساری ہے۔ ہر آن یہ عمل اجتہاد کے ذریعے جاری ہوتا ہے، تو ہم کو کسی حکومت کی سطح پر کوئی فقہ وقہ نہیں چاہئے اور پھر زانی اور چور کا جہاں تک مسئلہ ہے اس مسئلے سے ہمارا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے نہ ہمارے یہاں کوئی چور ہوتا ہے نہ زانی ہوتا ہے۔ (نعرہ صلوٰۃ)

معتصم عباسی خلیفہ وقت کے دربار میں ایک دن ایک چور کو پیش کیا گیا، مقدمے کی سماعت میں چور نے اقرارِ جرم کر کے خلیفہ معتصم سے سزا کا مطالبہ کیا، معتصم نے علما کو جمع کیا اور پوچھا اس چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے، قاضیٔ شہر احمد بن ابی داؤد نے کہا پشتِ دست چھنگلیا کی طرف سے، خلیفہ معتصم نے پوچھا اس کی وجہ؟ قاضی نے کہا قرآن ''ید'' کا لفظ ہے اور ''ید'' کے معنی ہیں ہتھیلی اور انگلیاں، اس لئے کلائی کے پاس ہاتھ کاٹا جائے گا، تمام علماء نے اس رائے پر اتفاق کیا، لیکن بعض علما نے کہا ''کہنی'' سے ہاتھ کاٹا جائے کہ قرآن میں ''ید'' کی حد ''کہنی'' تک ہے ''المرافق'' یعنی کہنی تک ہاتھ دھولو وضو میں، اچانک معتصم متوجہ ہوا امام محمد تقیؑ کی طرف کہا آپ بھی تو کچھ بتائیں، کہا اگر میں بتاؤں گا تو یہ تیرے تمام علماء جو ہیں یہ میرے دشمن ہو جائیں گے، کہا نہیں کچھ

ارشاد کیجئے، کہا اس لئے حکم دیا ہے کہ کہنی سے ہاتھ کٹے گا، کہا تم کو نہیں معلوم کہ اللہ نے قرآن میں یہ کہا ہے کہ وہ جگہیں جہاں پر آدمی اپنی پشت کو ٹیکتا ہے پیشانی کو، ہتھیلی کو، گھٹنوں کو اور پیر کے دونوں انگوٹھے، وہ اللہ کی جگہیں ہیں، وہ سات اعضا سجدے کے لئے ہیں اس لئے اُس کا ہاتھ جو کٹے گا وہ انگلیاں کٹیں گی تا کہ وہ سجدے میں جا سکے، اگر کہنی یا کلائی سے ہاتھ کٹے گا تو وہ سجدہ نہیں کرسکتا، قرآن میں ارشاد ہے اَنَّ المساجد للہ مقاماتِ سجدہ خدا کے ہیں اور جو چیز خدا کے لئے ہے اُسے کاٹا نہیں جاسکتا۔

معتصم حیران ہو گیا اور اس نے حکم امام کے مطابق ہتھیلی کے بعد انگلیوں کی جڑوں سے ہاتھ کٹوا دیا۔

قاضی احمد بن ابی داؤد کے لئے یہ واقعہ عذاب بن گیا اور اُس نے تمنا کی کہ کاش مجھے موت آجائے، تین دن کے بعد قاضی احمد معتصم کے پاس گیا اور کہا کہ امام محمد تقیؑ کے سامنے علما کی توہین بہت خطرناک ہے، لوگ اُن کی طرف متوجہ ہو جائیں گے، تیرے دربار کے عہدے دار سردار اور فوج کے لوگ اثر لیں گے، تیری حکومت کے حالات بدل جائیں گے، معتصم لرز گیا اور امام محمد تقی کو زہر دے کر شہید کروا دیا۔

امام نے بتایا معصوم نے آپ کے نویں امام نے اور اسی کے بعد معتصم کو علماء نے بہکایا آپ نے دیکھا کہ یہ کیا ہوا یعنی ہمارے یہاں فقہ میں جب چور آئے گا اُس کی انگلیاں کٹیں گی اور وہاں کہنی سے ہاتھ کٹ جائے گا یا کلائی سے ہاتھ کٹ جائے گا تو اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے شور جو مچایا فقہ جعفری کا تو جتنے سنی تھے وہ سب شیعہ ہو گئے کہ انگلیاں ہی کٹیں گی جتنے زانی تھے وہ بھی شیعہ

ہو گئے۔ زکوٰۃ کے مسئلے میں دیکھئے جس کو جس کو اپنا پیسہ بچانا تھا سب شیعہ بن گئے تو اب یہ فقہ جعفری معجزہ ہے میں کیا کروں یہ فقہ جعفری کا معجزہ ہے کہ لبنان میں تین بڑے عہدے ہوتے ہیں ایک صدر کا وزیر کا اور اسپیکر کا اور تین برابر کی وہاں آبادیاں ہیں عیسائی، سنّی اور شیعہ تو اُس میں یہ ہوتا ہے کہ اب کا مجھے نہیں پتہ میں پہلے کی بتا رہا ہوں دس سال پہلے کی بات ہے جو میں نے پڑھی تو صدر جو آئے گا وہ عیسائی ہوگا اور وزیر سُنّی ہوگا اور اسپیکر شیعہ ہوگا یا وزیر جو ہے وہ عیسائی ہوگا صدر سُنّی ہوگا یہ وہاں کے آئین اور لاء میں ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آج سے دس سال پہلے لبنان کے تین وزیرِ اعظم سنّی بنے تھے لیکن تینوں جب مرے تو شیعہ مرے۔ فقہ امام صادقؑ کا معجزہ دیکھئے تینوں کو اللہ نے ایک ایک بیٹی دی تھی مرنے سے پہلے وہ اپنی فقہ کے اعتبار سے میراث بیٹی کو نہیں دے سکتے تھے، فقہ حنفی میں میراث بیٹی کو نہیں ملا کرتی فقہ جعفری میں ملتی ہے اس لئے تینوں کو شیعہ ہونا پڑا کہ میراث بیٹی کو مل جائے مسلمانوں کو یہ ضد کب سے ہوئی کہ بیٹی کو میراث نہیں ملے گی، فدک کے بعد سے آج تک پچھتا رہے ہیں بیٹی کو میراث نہ دے کے۔

جس معصوم کا ذکر کر رہا ہوں تاریخ میں یہ سب سے کم عمر معصوم ہے جنابِ فاطمہ زہراؑ کے بعد یعنی معصومین کی جو عمریں ہوئیں جنابِ فاطمہؑ کی اٹھارہ سال وقت شہادت اور امام محمد تقیؑ کی کل پچیس سال اب تبائیں کہ پچیس سال کی عمر کیا ہوتی ہے، مامون رشید نے جب اپنی بیٹی اُمّ الفضل کا عقد امام محمد تقیؑ سے کر دیا آپ کچھ دِنوں کے بعد دارالحکومت سے مدینے واپس آ گئے تھے۔ زوجہ کو لے آئے اُمّ الفضل ساتھ ہے لیکن زندگی معصوم کی دشوار کر دی اُمّ الفضل نے،

خطوط لکھتی ہے، بار بار شکایتیں لکھتی ہے مامون سمجھاتا ہے لیکن مامون کے مرنے کے بعد جب معتصم خلیفہ بنا تو چچا کو خط لکھا اُم الفضل نے، معتصم نے پہلے تو پروا نہیں کی لیکن بعد میں معصوم کو بغداد بلوا لیا اور شکایت کی اُلٹی کہ انہوں نے سمانہ خاتون سے شادی کی ہے اور اُن سے رغبت رکھتے ہیں لیکن یہاں قدرت سلسلۂ امامت کی حفاظت کر رہی تھی، قدرت یہ بتانا چاہ رہی تھی کہ اُمت والوں نے ہمارے نبی کو بھی بیٹیاں دیں تھیں اس حسرت میں کہ نسل چلے، خلافت ملے تو مسلمانوں کے قبیلے میں آئے اللہ نے تمہاری حسرتوں کو پامال کر دیا تو اب تم اُس کے نویں فرزند کو بیٹیاں دے رہے ہو۔ ساتویں امام سے کسی نے پوچھا کہ ناز کیا ہے آپ کو اپنے خاندان پر، کہا یہی کیا ناز کم ہے کہ ہم کسی کے شجرے میں شامل ہونا نہیں چاہتے دنیا ہمارے شجرے میں گھسنا چاہتی ہے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ سادات کے شجرے میں شامل ہو جائے لیکن قدرت کا انتظام ہے کہ اگر سادات میں کوئی شامل ہوگا تو وہ پھر ایسی بیبیاں ہوں گی جیسے سبیکہ خاتون یا جیسی سمانہ خاتون، دسویں امام کی والدہ اور جس وقت آٹھویں امام ایران گئے تھے تو آپ چھ سال کے تھے اور جب تقی جواد نے مدینہ چھوڑا تو اب دسویں امام جو ہیں وہ بھی چھ سال کے ہیں اور مدینے میں اور بغداد میں پہنچے ہیں بغداد میں آپ کو زہر دیا گیا۔ معصوم کی انتیس ذیقعد کو شہادت ہوئی اور اپنے دادا امام موسیٰ کاظمؑ کے پہلو میں روضۂ کاظمین جو موجود ہے بغداد میں وہاں دفن کیا گیا اس معصوم کو اِدھر مدینے میں ایک صحابی امام کا کہتا ہے کہ میں امام محمد تقیؑ کے گھر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ معصوم شہزادہ ایک تختی لئے ہوئے بیٹھا ہے اور اُسے غور سے دیکھ رہا ہے اور کچھ دیر کے بعد آنکھ سے آنسو جاری

ہوئے۔ اُٹھ کر جانے لگے عصمت سرا میں تو میں نے پوچھا معصوم رونے کا سبب کیا ہے، کہا بابا نے بغداد میں انتقال کیا میں اُس منظر کو دیکھ رہا ہوں اور بس اب مجھے گھر میں تعزیت ادا کر کے سیدھے وہاں جانا ہے نمازِ جنازہ پڑھانے، دفن کرنے کے لئے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ گھر میں آئے تو دادی کی گود میں لپٹ کر رونے لگے، گھر والوں کو بتایا کہ بابا کا انتقال ہو گیا، پچیس سال کا جوان امام محمد تقی خلیفۂ عباسی معتصم کے زہر کے اثر سے تڑپ تڑپ کر شہادت پا گیا امام علی نقیؑ پہنچے امام نے نمازِ جنازہ پڑھائی، امام نے دفن کیا اور اب جیسا کہ کل کہا تھا کہ دو معصوموں کا ذکر ہو گا اس لئے کہ کل آخری تقریر ہے اور کل بھی گیارھویں امام اور ولی عصر کا ذکر ہو گا۔ دسویں امام کو بچپن میں امامت ملی اور یہ دور وہ دور ہے کہ متوکل جیسا ظالم و جابر بادشاہ اور خلیفہ نے مدینے میں چین سے آلِ رسولؑ کو بیٹھنے نہیں دیا اور یہاں بھی یہی ہوا کہ امام کو مدینے میں سکون سے نہیں بیٹھنے دیا۔ سپاہی آ گئے، شاہی سوار آ گئے بلایا گیا امام کو۔ معصوم اپنے نانا کے روضے سے رخصت ہو کر دادی کی قبر پر گئے، مدینے سے چلے اور اب سامرا جو ہے وہ دارالحکومت بن چکا ہے سامرے پہنچے لیکن راہ میں جب سپاہی لے کر چلے تو عالم یہ ہے کہ چاروں طرف سپاہی ہیں اور فوج میں صرف ایک مومن ہے جو امام کا چاہنے والا ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ ان کے شیعوں میں سے ہے لوگ اُس کا مذاق اُڑا رہے ہیں، پوری فوج اُس سے یہ کہتی ہے کہ یہ ہیں تیرے امامِ گرمی کا عالم دیکھ رہا ہے، دیکھ کتنی گرمی ہے، زمین جل رہی ہے، دانہ بھُن رہا ہے زمین پر اور تیرے امام علی نقیؑ سردیوں کے کمبل اور لحاف لے کر جا رہے ہیں۔ تم لوگ یہ بھی کہتے ہو کہ زمین کی ہر جگہ قبریں ہوتی ہیں اس صحرا میں تو کوئی قبر نہیں ہے۔

راستے کے ایک صحرا میں قافلہ رُکا، خیمے لگائے گئے، امام بھی اب خیمے میں تشریف فرما ہیں تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ رات میں ایک طوفان آیا اور طوفان کے ساتھ بارش اور بارش کے بعد برف باری۔ اب جو برف باری ہوئی تو یہ عالم کہ فوج کے ایک ایک سپاہی کے دانت سے دانت بجنے لگے اور اِدھر مولا نے ایک گرم کمبل غلام کو دیا کہ میرے چاہنے والے کو دے آ جو فوج میں ہے اور جب صبح کو فوج اُٹھی تو آدھے سے زیادہ فوج میں لوگ مر چکے تھے۔ اُس نے کہا دیکھا تم نے کہ صحرا میں بھی قبریں ہوتی ہیں اور کس طرح ان قبروں سے اس سے پہلے نہ معلوم کتنے یہاں دفن ہو چکے ہوں گے، کیسے قیامت کے دن ایک قبر سے ستّر مردے اُٹھیں گے اور اب یہ اعجاز دکھاتے ہوئے معصوم آپ کے اور ہمارے دسویں امام سامرے میں پہنچے اور سامرے میں پہنچے تو وہ ظالم و جابر بادشاہ سامنے ہے جس کا نام متوکل ہے اور جب پچیس محرم کو کہ جب ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ میں زینب ہوں، وہی زینب جو کربلا والی زینب ہے اللہ نے میری عمر کو طویل کر دیا ہے میں زندہ ہوں اور جب مسئلہ امام کے سامنے آیا تو کہا کہ اُس زینب کذّابیہ کو شیر کے کٹہرے میں ڈال دیا جائے، درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا جائے، کہا اس سے کیسے پتہ چلے گا، کہا پتہ چل جائے گا اس لئے کہ درندوں پر حرام ہے کہ سیدوں کا خون کریں جب اُس کاذب عورت کو پتہ چلا کہ شیروں کے پنجرے میں ڈالا جا رہا ہے کٹہرے میں ڈالا جا رہا ہے درندوں کے پاس تو اُس نے کہا کہ یہ خود کیوں نہیں چلے جاتے پہلے یہ جائیں اور اب متوکل کے حکم سے امام جیسے ہی کٹہرے میں پہنچے اُن درندوں نے اپنے منہ کو قدموں پر رگڑنا شروع کیا اور امام نے وہیں مصلاّ بچھایا نماز شروع کی، امام

سجدے میں ہیں تو جانور بھی مؤدب چاروں طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ جانور کبھی کبھی گردن اُٹھا کر متوکل کی طرف بھی دیکھ رہے ہیں شاید اپنی زبانِ بے زبانی سے یہ کہہ رہے تھے کہ تو نے بھیج دیا آلِ رسولؐ کو ہمارے پاس آج زیارت ہوگئی۔ قدم کے بوسے تو لے لئے، تو کیا سمجھا، تو کیا سمجھا تھا تو معصوم کے معجزے تاریخ میں موجود ہیں، معصوم کے کارنامے موجود ہیں اور عالم یہ ہے کہ نظر بند ہیں کہیں جا نہیں سکتے۔ کہیں آ نہیں سکتے ہر وقت نگاہوں میں رکھے جاتے ہیں۔ ایسے میں متوکل کو سرطان ہوگیا، پھوڑا نکل آیا حکومت کے بڑے بڑے طبیبوں نے علاج کیا افاقہ نہ ہوا، تکلیف بڑھتی جاتی ہے امام تک بات پہنچی تو کہا بکری کی مینگنیوں کو گلاب کے عرق میں حل کر کے لگایا جائے سرطان ختم ہو جائے گا۔ ایسا ہی ہوا دوسرے دن متوکل ٹھیک ہونا شروع ہوا، ٹھیک تو ہوگیا لیکن یہ نہیں معلوم کہ علاج کس نے کروایا اور اُدھر لوگ امام علی نقیؑ کی شکایتیں کر رہے ہیں کہ اسلحے جمع کر رہے ہیں، بغاوت کرنے والے ہیں، معصوم پر یہ الزامات لگائے جارہے تھے، متوکل کہتا ہے سپاہیوں سے کہ جاؤ گھر کی تلاشی لے لو آدھی رات کو سپاہی گھر پہنچے اور اوپر سے چھت سے چڑھ کر جاتے ہیں کہ امام کے گھر میں کود جائیں۔ امام کو احساس ہوا چراغ لے کر خود آ گئے، کہا میں دروازہ کھولتا ہوں آ جاؤ، اُدھر سے آ جاؤ، سب آ گئے کہا کیا بات ہے، کہا یہ پتہ چلا ہے کہ آپ نے گھر میں اسلحے جمع کئے ہیں، امامؑ نے کہا حجرے میں تلاشی لے لو، لوگ پہنچے تو دیکھا کہ درہم دینار کی تھیلیاں اور اُس پر شاہی مہریں لگی ہوئی ہیں اور ایک تلوار بھی ہے لیکن تلوار پر متوکل کی ماں کی مہر لگی ہوئی ہے، وہ سب لے جا کر متوکل کو دے دیا، متوکل حیران ہوا اپنی ماں کی مُہر دیکھ کر پوچھا تو پتہ

یہ چلا کہ بیمار ہوا تھا متوکل تو ماں نے منّت مانی تھی جب ماں کو پتہ چلا کہ متوکل اچھا ہو گیا ہے امام علی نقی کو تحفے میں یہ چیزیں بھیجی تھیں، متوکل شرمندہ ہوا۔

(نعرۂ صلوٰۃ)

یہ معصوم کے معجزے ہیں یہ معصوم کی سیرت ہے۔ یہ سامرے میں آپ نے پیش کی تھی اور جس طرح بچپن میں یعنی دسویں امام چھوٹے ہیں تو باپ نے انتقال کیا تو اب یہ گیارھویں امام چھوٹے ہیں تو آپ کے دسویں امام نے انتقال کیا یعنی پوری زندگی میں ان پریشانیوں کے باوجود، قید کے بعد ظالم و جابر بادشاہ کی ان باتوں کے باوجود نگاہوں کے سامنے اور بھی زیادہ اذیتیں ہوئیں اور سب سے بڑی اذیت یہ ہے کہ متوکل نے یہ حکم دیا ہے کہ کربلا میں قبرِ حسینؑ پر ہل چلوایا جائے، کربلا کی زیارتیں بند کی گئیں اتنے مصائب معصوم کے آپ کے دسویں امام کے۔ زیارتیں بند ہیں لیکن کیا کہنا چاہنے والوں کا ہاتھ کٹیں، پیر کٹیں، زیارت کو جائیں گے کتنا ہی ٹیکس کیوں نہ دینا پڑے، زیارت کو جائیں گے۔ یعنی معصوم کی موجودگی میں سمجھ رہے ہیں یہ زیارت کرنے والے زائرین کہ معصوم اس سے خوش ہوگا کہ معصوم کی زیارت کی عظمت کیا ہے کہ ہاتھ کٹوا کر اور پیر کٹوا کر بھی جانا چاہئے اور لوگ جا رہے ہیں لیکن قبر کی حفاظت ہوئی اور قبر کو اور قبر کے نشان کو متوکل مٹا نہ سکا اور اس ہی سامرے میں آپ کے دسویں امام نے انتقال کیا اور یہیں قبر بنی اور یہیں شہادت ہوئی۔ اب اگر آپ تاریخ دیکھیں تو آپ کو تاریخ میں یہ نظر آئے گا کہ جب بھی کسی معصوم نے مدینہ چھوڑا حسینؑ کے بعد تو تاریخ میں یہ ملتا ہے کہ ہر معصوم کی ایک بہن ضرور مدینے سے چلی ہے۔ کل جس معصوم کا ذکر کیا تھا ساتویں امام کی بہن فاطمہ بنتِ امام صادقؑ،

نویں امام کی بہن حکیمہ خاتون، آٹھویں امام کی بہن فاطمہ جو اَب معصومہ قم کے نام سے مشہور ہیں اُن کا ذکر میں نے کل اس لئے نہیں کیا تھا کہ مجھے یہاں ایک اور مجلس آٹھویں امام کی سترہ صفر کو شاید تابوت بھی بڑھنا ہے تو اُس میں پھر مجھے امام رضاؑ کا ذکر کرنا ہے اُس دن پھر معصومہ قم کے حالات پڑھوں گا اور یہ عجیب بات ہے کہ ہر امام نے اپنی کسی نہ کسی بیٹی کا نام فاطمہ ضرور رکھا اور بیٹوں میں سے کسی ایک کا نام علی ضروری رکھا لیکن سلسلۂ معصومینؑ میں آپ کو نظر آئے گا یعنی چہاردہ معصومینؑ کی ترتیب اس طرح ہے کہ چہاردرہ معصومینؑ میں چار محمد، چار علیؑ، غور کیا آپ نے چار محمد ہیں اور چار علی، محمدؐ علیؑ کے بعد چوتھے امام علیؑ، پانچویں امام محمدؑ اور اُس کے بعد آٹھویں امام علیؑ اور نویں امام محمدؑ اور دسویں امام پھر علیؑ آخری امام محمدؑ اس طرح چار علی چار محمد ایک موسیٰ ایک جعفر اور دو حسن یہ ہیں کل نام سات نام محمد، علی، جعفر، موسیٰ اور حسن سلسلہ معصومینؑ میں چار علی چار محمد، دو حسن ایک موسیٰؑ ایک جعفرؑ یہ عجیب بات ہے کہ بعدِ حسینؑ پھر کسی معصوم کا نام حسینؑ نہیں ہوا۔ علی بھی نام ہوا محمد بھی نام ہوا اور حسن بھی نام ہوا لیکن حسینؑ کے بعد پھر کسی معصوم نے اپنے معصوم بیٹے کا نام حسینؑ نہیں رکھا۔ یہ اللہ نے امام حسینؑ کی شہادت کو عظمت عطا کی بعد کے معصومین نے یا میں یہ کہوں کہ حکمِ الٰہی سے یہ نام رکھے جاتے تھے اس لئے قدرت نے یہ چاہا کہ حسینؑ دوسرا نہ ہو گیارھویں امام حسنؑ ہیں لیکن حسینؑ کوئی نہیں۔ اگر دوسرا حسینؑ ہوتا تو پھر لازمی تھا کہ حسینؑ کے ساتھ ایک بہن زینب بھی ہوتی، ایک بھائی عباسؑ بھی ہوتا پھر جنگِ کربلا بھی ہوتی پھر پوری تاریخ ہوتی اس لئے تاریخ تو وہاں پر رُک گئی، تکمیل پا گئی شہادت کی عظمتیں مل چکیں، حسینؑ ایک تو بہن بھی ایک ہے، زینبؑ،

آغاز میں نے تقریر کا کیا تھا حدیثِ کساء سے تو میں وہیں جا رہا ہوں حدیث کساء کے موضوع پر ہر رشتہ موجود چادر میں ماں بھی، بیٹی بھی، زوجہ بھی لیکن عورت کا چوتھا روپ بہن بھی ہے لیکن ان پانچ میں بہن کوئی نہیں تو اللہ نے اس رشتے کو اُس وقت پردے میں رکھا ظاہر نہیں کیا لیکن قدرت نے چاہا کہ یہ رشتہ بھی انہی پانچ میں سے نکلے کہیں اور سے نہ آئے تو آپ نے دیکھا کہ بہن جو آئی ہے عملی نمونے کے لئے وہ انہی پانچ میں سے ہے رسولؐ کی نواسی علیؑ اور فاطمہؑ کی بیٹی، حسنؑ اور حسینؑ کی بہن یعنی پانچ معصوموں کی گود میں پلی ہے یہ، اب زینب کی عظمت جانیں، کل کہہ چکا کہ دونوں تقریروں میں شہزادی زینب کا ذکر کروں گا، سب کا ذکر میں نے ایک ایک دن کیا لیکن اب ظاہر ہے کہ شہزادی کے لئے دو دن بھی نامکمل ہیں مصائب کے اور میں صرف مصائب تو پڑھتا نہیں آپ کو معلوم ہے کہ میں ان کربلا والوں کے فضائل بھی پڑھتا ہوں اور روز پڑھتا ہوں تو آج جس بی بی کا ذکر ہے وہ زینب ہے اور فضائل جو ہیں وہ مصائب بھی ہیں جو مصائب ہیں وہ فضائل بھی ہیں۔ زینب کے فضائل مصائب، مصائب فضائل۔ علیؑ اور فاطمہؑ کی یہ بیٹی جب پیدا ہوئی سب سے پہلے گود میں رسولؐ کے آئی، بچی کو رسولؐ کی گود میں دیا گیا علیؑ سامنے تھے، کہا علیؑ بیٹی کا کچھ نام رکھا، کہا رسولؐ اللہ آپ کی موجودگی میں بھلا میں کیسے نام رکھ سکتا ہوں، حسنؑ اور حسینؑ کا نام آپ نے حکمِ الٰہی سے رکھا، اس بچی کا نام بھی آپ ہی رکھیں گے تو بے اختیار کہا زینِ اب۔ اب یعنی باپ کی زین معنی زینت وہ بیٹی جو اپنے باپ کی زینت ہے خدا کی قسم بیٹی باپ کی زینت ہوتی ہے اور زینب جیسی بیٹی اگر زینت بن جائے باپ کی تو اب باپ کے دل سے پوچھئے کہ

اُس کی نظر میں بیٹی کی عظمت کیا ہے۔ پہلی تقریر میں کر چکا کہ کس طرح علی لیکر گئے ہیں روضۂ رسولؐ پر بیٹیوں کو، کیا شان ہے علیؑ کی زندگی میں زینب کی عظمتیں کیا ہیں اور اُس کے بعد بھی آج علیؑ کی نگاہ میں زینب کا مرتبہ کیا ہے۔ کسی شخص نے جا کر روضۂ نجف میں علیؑ کی ضریح کو پکڑ کر یہ کہا کہ مولا کئی بار دعا مانگ چکا ہوں لیکن دعا پوری نہیں ہوتی۔ اب میں آپ کو آپ کی بیٹی زینب کا واسطہ دیتا ہوں، رات کو خواب میں آ گئے آنکھ میں آنسو، چہرے پر اضطراب، جلال کا عالم آئندہ نہ نام لینا زینب کا میرے روضے پر تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ ارے میری ضریح پر کھڑے ہو کر میری بیٹی کا نام اس طرح لیا تو نے تیری زبان پر نام کیسے آیا، تُو مجھے زینب کا واسطہ دیتا ہے شاید آج بھی اگر علیؑ کے سامنے زینب کا نام لیا گیا ہوگا اس لئے علیؑ کو اضطراب ہوا ہوگا کہ نگاہوں میں شام اور کوفے کے منظر آ گئے ہوں گے۔ اس لئے مولاؑ نے آ کر خواب میں یہ کہا کہ اب میری قبر پر کھڑے ہو کے اس طرح واسطہ نہ دینا۔ اسی لئے بار بار یعنی آخری وقت ہے علیؑ کے سر پر ضربت لگ چکی ہے، لیکن اس کے باوجود خیال اتنا ہے کہتے ہیں کہ یہ کون رو رہا ہے کون رو رہا ہے، یہ شہزادیاں رو رہی ہیں، جاؤ کوفے والوں سے کہہ دو کہ ہمارے بعد کچھ دنوں کے یہ دونوں کوفے کے بازار میں آئیں گی، اُس وقت یاد رکھنا کہ آج یہ کوفے کی شہزادیاں ہیں ۱۹ رمضان شبِ ضربت علیؑ زینبؑ کے مہمان رہے ہیں، اُمِ کلثومؑ کے پاس مہمان رہے ہیں اور جب نماز ادا کی نمازِ شب اور بیٹی نے مصلاّ لا کر دیا تو کہا بیٹی آج چاہتا ہوں تیری چادر پر نماز پڑھوں، اس رات زینب کی چادر پر نمازِ شب ہوئی ہے، یہ کوفہ ہے اس لئے یہ سب کچھ ہے تا کہ دنیا والے جب سنیں یہ واقعات تو کم از کم

۶۱ ھ تک کچھ تو یاد رہے کہ باپ نے اس چادر پر نماز پڑھی تھی مگر ہائے پرسوں شاید کہا تھا میں نے کہ نصر اللہ نے جب کتاب میں پڑھا کہ علیؑ نے بھاگے ہوؤں کا پیچھا نہیں کیا، دشمنوں کے بچّوں کو اسیر نہیں کیا، دشمنوں کی عورتوں کو اسیر نہیں کیا، کسی کے کبھی بازو نہیں باندھے علیؑ کی سیرت یہ تھی اور دشمنوں نے علیؑ کی اولاد کے ساتھ یہ کیا۔ خیمے جلائے گئے، خیموں میں آگ لگائی گئی بیٹیوں کے سر سے چادریں چھینی گئیں، اور اب حسینؑ کا وارث کون ہے، بیمار بیٹا لیکن بیمار بیٹا جلتے ہوئے خیموں میں ہے اب امامت کو کون بچائے گا۔ حسینؑ جب رخصتِ آخر کے لئے آئے تو حسینؑ یہ سمجھ رہے تھے کہ زینبؑ کو جو ذمّے داریاں دی جارہی ہیں اُس کو میری بہن کس طرح نبھائے گی۔ تاریخوں میں ملتا ہے کہ جب رخصتِ آخر کے لئے آئے تو بہن کا ہاتھ تھام کر ایک تنہا خیمے میں لے گئے اور کچھ باتیں کیں ہیں بہن سے تاریخ میں ملتا ہے کہ تنہائی میں بہن سے کچھ باتیں کی ہیں تاریخ میں یہ نہیں بتایا کہ بہن اور بھائی میں باتیں کیا ہوئیں لیکن روایت میں اتنا لکھا ہے کہ جانے کا انداز یہ تھا کہ جب خیمے میں جارہے ہیں بھائی اور بہن تو حسینؑ آگے چل رہے تھے بہن پیچھے چل رہی تھی اور جب گفتگو تمام ہوئی اور خیمے سے بہن اور بھائی برآمد ہوئے تو اب بہن آگے چل رہی تھی بھائی پیچھے چل رہا تھا۔ گویا بتا دیا کہ قیادت زینب تمہیں دے دی ہے قافلے کی، تھوڑا میرے سامنے ذرا چل کر دکھا دو دنیا کو بتا دیں کہ یہ عصمت جو امامت کے آگے چند قدم چلی ہے اِن کی منزلت پہچان لینا، حسینؑ نے اسلام بچایا ہے تو زینب کا حصہ بھی برابر کا ہے اور چونکہ اتنی ذمّے داریاں بھائی نے دیں ہیں اِسی لئے یہ عالم ہے کہ جب پوچھا گیا ہے سیّد سجاد سے کہ واقعۂ کربلا میں سب سے زیادہ

مظلوم کون ہے، سب سے زیادہ اذیت کس کو ہوئی ہے، سب سے زیادہ تکلیفیں کس نے اُٹھائیں ہیں امامؑ رونے لگے، کہا کس کس کا نام لوں لیکن کہا سنو سب سے زیادہ اذیتیں میری پھوپھی زینبؑ نے اُٹھائیں ہیں۔ اب پوچھنے والے کی ہمت یہ نہیں ہے کہ پوچھے کیوں امامؑ سمجھ گئے خود وضاحت کی کہا ارے جب تازیانہ لے کر، نیزہ لے کر کسی بچے کی طرف کوئی ظالم بڑھتا تھا، ہماری طرف بڑھتا تھا یا کسی بی بی کی طرف بڑھتا تھا میری پھوپھی اماں ہمیشہ سے بچالیتی تھیں یہ ہے شہزادی، شہزادی نے اس طرح خدمت کی ہے، کیا کہنا ایک منزل تک لانا چاہ رہا ہوں، مکمل کروں گا شہزادی کے حالات کہ باپ کی نگاہ میں اتنی عظمت اور اب بھائی کی نگاہ میں عظمتِ زینبؑ کیا ہے تھوڑا اور یاد کرلیں، ذہنوں میں بچے اور نوجوان محفوظ کرلیں کہ بھائی اور بہن کی یہ محبتیں کس منزلِ کمال پر ہیں نہ ایسا بھائی ہوا نہ ایسی بہن تاریخ میں ہوئی۔ تاریخِ اسلام میں نہیں نظر آتا بہن سو رہی ہے، آرام کر رہی ہے، مدینے کا واقعہ ہے بہن آرام کر رہی ہے، چہرے پر دھوپ پڑ رہی ہے، بھائی کا اُدھر سے گزر ہوا دیکھا بہن آرام کر رہی ہیں دوش سے عبا اتاری اور عبا لے کر بہن کے سامنے کھڑے ہو گئے، بہن نے سایہ پایا اُٹھ گئیں، بے اختیار کہا آپ معصوم ہیں یہ آپ نے کیا کیا بھیا، کہنے لگے تمہاری نیند میں نہیں چاہا میں نے کہ خلل پڑے، میں نے چاہا جب تک سوتی رہو میں سایہ کئے کھڑا رہوں گا۔ اُس دن سے زینبؑ کے ذہن میں یہ ایک بات رہی ہوگی کہ کاش کوئی ایسا موقعہ آئے کہ میرا بھائی آرام کر رہا ہو اور میں اُس پر سایہ کروں گی تو ضرور ذہن میں رہا ہوگا اور اُس دن کیا گزری ہوگی زینبؑ پر کہ جب گیارہ محرم کو جلتی ریت پر دھوپ میں بھائی کا لاشہ دیکھا ہوگا اب سایہ

کرنے کا موقعہ نہ تھا تو اب بہن نے ایک جملہ کہا کہ بھیا بہن سایہ تو کرتی
تمہارے لاشے پر بہن سایہ تو کرتی لیکن ظالموں نے سر کی چادر لوٹ لی۔ کیا
زمانے نے آلِ محمدؐ پر ظلم کئے ہیں اب کس کس طرح بیان کئے جائیں۔ پانچویں
امام سے پوچھا گیا یہ واقعاتِ کربلا جو سامنے ہیں کیا یہی ہیں پورے واقعات،
کہا سنو آدھے سے بھی کم تمہیں بتایا گیا صرف اس لئے چھپا لیا اگر زبانِ
عصمت سے پورے واقعات کو سن لیتے تو تمہاری موتیں واقع ہو جاتیں۔ تم
اپنے سروں کو دیواروں سے ٹکرا دیتے آپ غور کریں کہ کیا کیا مظالم کئے گئے،
کس کس طرح کے ظلم ہوئے اور حد سے جب ظلم بڑھے ہیں اور جو واقعات
ملتے ہیں وہ خدا کی قسم صدیوں رونے کے لئے کافی ہیں۔ دنیا کہتی ہے یہ کیسے
آنسو ہیں اور کب تک روؤ گے اگر رونے والوں کو رونے دیا جاتا ہوتا تو آج ہم
کیوں روتے۔ رونے والے تو سب تھے، رونے نہیں دیا اور پھر اُس کے بعد
بھی اتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں ہیں بس یہ آخری جملے کہ اب قید خانہ شام میں یہ
دیکھا ہے منظر سید الساجدینؑ نے زینب پر جو مصیبتیں پڑی ہیں اُس کی ایک
جھلک آپ دیکھ رہے ہیں کل تفصیل سے بیان کروں گا، سیّد سجادؑ نے دیکھا کہ
پھوپھی بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہیں بے اختیار کہا پھوپھی اماں کبھی آپ کو نمازِ شب
بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا تو کہا بیٹا اب تیری پھوپھی کھڑی نہیں ہو پاتی، کھڑے ہو
کر نماز نہیں پڑھ پاتی بیٹا بات یہ ہے کہ یزید کے یہاں سے جو کچھ کھانا اور پانی
آتا ہے اتنا کم ہوتا ہے کہ میں اپنے حصے کا بچوں کو پانی پلا دیتی ہوں اور کھانا کھلا
دیتی ہوں، تیری پھوپھی کئی دن سے پیاسی ہے، کئی دن سے بھوکی ہے۔

❀❀❀

مسلمان اللہ کے گھر کا طواف کرنے آئے ہیں، یہ خانۂ کعبہ علیؑ کی والدۂ گرامی کا زچہ خانہ ہے اور علیؑ کا گھوارہ ہے، وہ علیؑ کی ذات تھی جس نے خانۂ کعبہ میں دوشِ رسولؐ پر قدم رکھ کے بتوں کو توڑا تھا، مسلمانوں کو طواف کرتے ہوئے دیکھئے اور اُن کے چہروں پر نظر ڈالئے بھئی خوب اُنھوں نے علیؑ کو کعبے کے گھوارے سے الگ کر دیا ہے اور خود گھوارے کا چکر کاٹ رہے ہیں۔

رسول اللہ کی مشہور حدیث ہے "مَنْ مات وَلم یعرف امام زمانه مات میتة الجاهلیة" جو شخص مرجائے اور اپنے امام کو نہ جانے گویا جاہلیت کی موت مر گیا'' جس نے عقیدۂ امامت کو چھوڑ دیا اُس نے توحید کے بجائے طاغوت کی اطاعت قبول کرلی۔

جس طرح ہدایت کے لئے رسولؐ کی ضرورت ہے اُسی دلیل سے اُمت کو امام کی بھی ضرورت ہے۔ اگر انسان ہدایت پانے میں خود کفیل ہوتا تو انبیاء کی اسے ضرورت نہ ہوتی۔ قرآن میں ارشاد ہے:-

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۷۱)

''روز قیامت ہر ایک گروہ کو اس کے اپنے امام اور رہبر کے ساتھ آواز دی جائے گی''۔

دنیا اور آخرت میں امام کے بغیر کام نہیں چلے گا، آج کل جہاد کے نعرے بہت عام ہیں لیکن معصوم کے بغیر جہاد نہیں ہوسکتا، جہاد ایک راہِ عدل ہے اور اس کو صرف امام سمجھا سکتا ہے۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ جنگِ جمل میں قید ہوجانے والے اشخاص کو حضرت علیؑ آزاد کر دیتے تھے لیکن جنگِ صفین میں جو قید ہوتے تھے انھیں قتل کر دیتے ہیں اس کی کیا وجہ تھی۔ امامؑ نے فرمایا، جنگِ صفین میں مخالفین کا رہبر زندہ تھا فرار ہونے کے بعد سب اس

کرنے کا موقعہ نہ تھا تو اب بہن نے ایک جملہ کہا کہ بھیا بہن سایہ تو کرتی تمہارے لاشے پر بہن سایہ تو کرتی لیکن ظالموں نے سر کی چادر لوٹ لی۔ کیا زمانے نے آلِ محمدؐ پر ظلم کئے ہیں اب کس کس طرح بیان کئے جائیں۔ پانچویں امام سے پوچھا گیا یہ واقعاتِ کربلا جو سامنے ہیں کیا یہی ہیں پورے واقعات، کہا سنو آدھے سے بھی کم تمہیں بتایا گیا صرف اس لئے چھپا لیا اگر زبانِ عصمت سے پورے واقعات کو سن لیتے تو تمہاری موتیں واقع ہو جاتیں۔ تم اپنے سروں کو دیواروں سے ٹکرا دیتے آپ غور کریں کہ کیا کیا مظالم کئے گئے، کس کس طرح کے ظلم ہوئے اور حد سے جب ظلم بڑھے ہیں اور جو واقعات ملتے ہیں وہ خدا کی قسم صدیوں رونے کے لئے کافی ہیں۔ دنیا کہتی ہے یہ کیسے آنسو ہیں اور کب تک روؤ گے اگر رونے والوں کو رونے دیا جاتا ہوتا تو آج ہم کیوں روتے۔ رونے والے تو سب تھے، رونے نہیں دیا اور پھر اُس کے بعد بھی اتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں ہیں بس یہ آخری جملے کہ اب قید خانہ شام میں یہ دیکھا ہے منظر سید الساجدینؑ نے زینب پر جو مصیبتیں پڑی ہیں اُس کی ایک جھلک آپ دیکھ رہے ہیں کل تفصیل سے بیان کروں گا، سیّدِ سجادؑ نے دیکھا کہ پھوپھی بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہیں بے اختیار کہا پھوپھی اماں کبھی آپ کو نمازِ شب بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا تو کہا بیٹا اب تیری پھوپھی کھڑی نہیں ہو پاتی، کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ پاتی بیٹا بات یہ ہے کہ یزید کے یہاں سے جو کچھ کھانا اور پانی آتا ہے اتنا کم ہوتا ہے کہ میں اپنے حصے کا بچوں کو پانی پلا دیتی ہوں اور کھانا کھلا دیتی ہوں، تیری پھوپھی کئی دن سے پیاسی ہے، کئی دن سے بھوکی ہے۔

❀❀❀

دسویں مجلس

فلسفۂ امامت

سیرتِ امام حسن عسکریؑ وسیرتِ ولی عصرؑ، ذکرِ جنابِ زینب سلام اللہ علیہا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ساری تعریف اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

''سیرتِ معصومینؑ'' کے موضوع پر دسویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ تمہید میں ہم ''فلسفۂ امامت'' پر مختصر مختصر گفتگو کریں گے پھر اپنے اصل موضوع سے منسلک ہوجائیں گے۔

ہمارے عقیدے کے مطابق امامت اصولِ دین کا ایک اہم رکن ہے، امام کے معنی پیشوا اور رہنما کے ہیں، جس کی پیروی کی جائے اس کو امام کہتے ہیں۔

آخری حج سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر رسولؐ اللہ پر وحی ہوئی کہ

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ (سورۂ مائدہ۔ آیت ۶۷)

''اے رسولؐ! جو کچھ حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہو چکا ہے پہنچادو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لو کہ رسالت کا کوئی کام تم نے انجام نہیں دیا، خداوند عالم تمہیں تمام ہونے والے خطرات سے محفوظ رکھے گا، بے شک

اللہ کافر لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا''۔

آیت میں ارشاد ہے کہ ڈرو نہیں ہم تمہاری حفاظت کریں گے، حیاتِ رسولؐ کا آخری زمانہ ہے اور ہزاروں محبت کرنے والے موجود ہیں، غدیرِ خم وہ مقام ہے جہاں سے اطراف کے قافلے جدا ہو کر اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوتے تھے، موسم اور ہوا شدید گرم ہے اور رسولؐ کی زندگی کا آخری سال ہے، ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو پیغام رسولؐ کو پہنچانا ہے ایک ایسے موضوع کے سلسلے میں ہے کہ حضورؐ اکرم منافقین کی شدید مخالفت سے ہراساں ہیں۔ اِن تمام باتوں کے پیشِ نظر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ آیت کسی اہم پیغام کے بارے میں ہے اور وہ پیغام رسولؐ اللہ کی جانشینی اور اُمت کے لئے ایک معصوم رہبری اور امامت کا مسئلہ ہے۔ آیت کا لہجہ بتا رہا ہے کہ امامت اصولِ دین میں ہے۔

دین کی بنیاد یعنی اساسِ اسلام پانچ چیزوں پر قائم ہے جن میں سے اہم ترین رکن ولایت، امامت، خلافتِ الٰہیہ یعنی رہبری ہے جو بعد رسولؐ اُمت کے لئے ایک نعمت قرار پا چکی ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور ولایت پر قائم ہے، امامؑ کے صحابی زرارہؓ نے پوچھا ان میں سے کون سا ستون اہم ہے؟ امامؑ نے فرمایا، ولایت سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی کنجی ولایت ہے، کیونکہ ان تمام مسائل کی رہبری ولی اور امام کرتا ہے، اطاعتِ امام کے بغیر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بیکار ہے۔ نماز، روزہ، حج جسمانی طاقت نہ ہونے پر معاف ہے زکوٰۃ اور حج مالی وسائل محدود ہونے پر معاف ہے لیکن ولایت و امامت ہر حال میں قبول کرنا واجب ہے وہ کبھی معاف نہیں ہوسکتا۔

خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ بات دل میں رہے کہ یہ ہزاروں

مسلمان اللہ کے گھر کا طواف کرنے آئے ہیں، یہ خانۂ کعبہ علیؑ کی والدۂ گرامی کا زچہ خانہ ہے اور علیؑ کا گہوارہ ہے، وہ علیؑ کی ذات تھی جس نے خانۂ کعبہ میں دوشِ رسولؐ پر قدم رکھ کے بتوں کو توڑا تھا، مسلمانوں کو طواف کرتے ہوئے دیکھئے اور اُن کے چہروں پر نظر ڈالئے بھئی خوب اُنھوں نے علیؑ کو کعبے کے گہوارے سے الگ کر دیا ہے اور خود گہوارے کا چکر کاٹ رہے ہیں۔

رسولؐ اللہ کی مشہور حدیث ہے **"مَنْ ماتَ وَلَم یعرف امام زمانه ماتَ میتة الجاهلیة"** "جو شخص مرجائے اور اپنے امام کو نہ جانے گویا جاہلیت کی موت مرگیا" جس نے عقیدۂ امامت کو چھوڑ دیا اُس نے توحید کے بجائے طاغوت کی اطاعت قبول کر لی۔

جس طرح ہدایت کے لئے رسولؐ کی ضرورت ہے اُسی دلیل سے اُمت کو امام کی بھی ضرورت ہے۔ اگر انسان ہدایت پانے میں خود کفیل ہوتا تو انبیاء کی اسے ضرورت نہ ہوتی۔ قرآن میں ارشاد ہے:-

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۷۱)

"روز قیامت ہر ایک گروہ کو اس کے اپنے امام اور رہبر کے ساتھ آواز دی جائے گی"۔

دنیا اور آخرت میں امام کے بغیر کام نہیں چلے گا، آج کل جہاد کے نعرے بہت عام ہیں لیکن معصوم کے بغیر جہاد نہیں ہوسکتا، جہاد ایک راہِ عدل ہے اور اس کو صرف امام سمجھا سکتا ہے۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ جنگِ جمل میں قید ہوجانے والے اشخاص کو حضرت علیؑ آزاد کر دیتے تھے لیکن جنگِ صفین میں جو قید ہوتے تھے انھیں قتل کر دیتے ہیں اس کی کیا وجہ تھی۔ امامؑ نے فرمایا، جنگِ صفین میں مخالفین کا رہبر زندہ تھا فرار ہونے کے بعد سب اس

کے پاس جمع ہوتے اور فساد کو بڑھا دیتے اس لئے قتل کرنا ضروری تھا۔ جنگِ جمل کے بڑے بڑے مخالف گروہ کے رہنما قتل ہو گئے تھے۔ مثلاً طلحہ اور زبیر قتل ہو چکے تھے اونٹ کے پیر کٹنے کے بعد اب فساد کرنے والوں کے پاس کوئی جائے پناہ نہیں تھی اس لئے حضرت علیؑ نے سب کو آزاد چھوڑ دیا کہ شاید توبہ کر کے یہ راہِ راست پر آجائیں۔

امامت کا عقیدہ دین پر یقین میں اضافہ کرتا ہے، اِسی لئے ہر امام کے روضے کی زیارت کو مستحب قرار دیا گیا اور یہی امام حسینؑ کی عزاداری کا بھی فلسفہ ہے کہ انسان فرشِ عزا پر بیٹھ کر اپنے امام اپنے رہبر و رہنما کے صبر و استقامت کا تذکرہ سُنے اور طاغوت کی طاقتوں سے برأت اختیار کرے اور فیصلہ کرے کہ کس طرح جینا ہے اور کون سی راہ اختیار کرنا ہے۔

''اصولِ کافی'' میں حدیث ہے کہ جو شخص بہت زیادہ زحمتیں اُٹھا کر عبادت کرے لیکن عقیدۂ ولایت اور امامت نہ ہو در حقیقت وہ گمراہ ہے اور اللہ اس کی عبادتوں اور اعمال کا دشمن ہے۔

اُمت کو گمراہی سے بچانے کے لئے حضورؐ اکرم نے اپنی زندگی کے آخری سال میں لوگوں کے ساتھ آخری حج کیا اور واپسی پر غدیرِ خم میں حضرت علیؑ کو فرمانِ الٰہی کے مطابق دین کا امام، ولی اور خلیفہ بنا دیا۔ آیت نازل ہوئی۔

''آج کفار مایوس ہو گئے'' جن کافروں نے رسولؐ اللہ کو (معاذ اللہ) شاعر، ساحر اور مجنون کہا تھا وہ اِن تہمتوں کو لگا کر بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ غدیر کے روز اُن کی شکست ہو گئی، بدر، احد و خندق و خیبر کی جنگیں بھی اسلام کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اسلام زندہ رہا، سازشیں ناکام ہو گئیں کفار کو صرف ایک اُمید تھی اور وہ رسولؐ اللہ کی موت کے خواہش مند تھے اس لئے کہ وہ حساب لگائے بیٹھے تھے

کہ رسولؐ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اُن کے کوئی بیٹا بھی نہیں ہے اور ابھی تک کسی کو اپنا جانشین بھی نہیں بنایا ہے۔ اُن کے انتقال کے بعد خوب شور وغل ہوگا اور اسلام کا نام ونشان مٹا دیا جائے گا۔ لیکن رسولؐ اللہ کے بعد اب اُمت میں جو سب سے افضل ترین شخص تھا وہ علیؑ جو کردار میں کامل واکمل تھے انھیں غدیر میں امام اور خلیفۃ المومنین بنا دیا گیا ہے تو کافروں کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور اس دن صحیح معنوں میں کافر مایوس ہو گئے۔ اسلام کو "اکملت لکم دینکم" کی سند مل گئی اس روز دین کامل ہو گیا۔ دین امامت اور ولایت پر کامل ہوا، آج مسلمانوں پر نعمتیں بھی تمام ہو گئیں اور سچ یہ ہے کہ اگر تمام نعمتیں ہوں لیکن ولایت اور امامت نہ ہو تو سب بے کار ہے۔

دنیا سمجھ گئی کہ دین کی حفاظت قیامت تک ولایت اور امامت کرتی رہے گی، امام کے صفات مسلمان مورخین نے دل کھول کر اپنی کتابوں میں لکھے ہیں، امام معصوم ہو عصمت کے بغیر امام نہیں ہو سکتا، امام کشادہ سینہ رکھتا ہو۔

قرآنِ مجید میں ''شرحِ صدر'' کا ذکر پانچ مقامات پر ہے۔

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورۂ نحل۔آیت ۱۰۶)

جو کفر کے ساتھ اپنے سینے کو کھولے یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

کافر بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ بھی کشادہ ہے۔ یہاں شرحِ صدر کفر کے ساتھ استعمال ہوا۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ط (سورۂ زمر آیت۔ ۲۲)

تو کیا وہ شخص جس کے سینہ کو خدا نے قبولِ اسلام کے لیے کشادہ کر دیا ہے تو وہ اپنے پروردگار کی ہدایت کی روشنی پر چلتا ہے۔ گمراہیوں کے برابر ہو سکتا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (سورہ الم نشرح۔ آیت ۱)

اے رسولؐ کیا ہم نے آپ کا سینہ علم سے کشادہ نہیں کیا۔

فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

(سورۂ انعام۔ آیت ۱۲۵)

تو خدا جس شخص کو راہِ راست دکھلانا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کی دولت کے واسطے صاف اور کشادہ کر دیتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (سورہ طٰہٰ۔ آیت ۲۵)

موسیٰ نے کہا پروردگارا تو میرے لئے میرے سینہ کو کشادہ فرما دلیر بنا

معاذ اللہ یہ کہا گیا کہ فرشتہ آیا اس نے رسولؐ کے سینے کو چاک کیا اور اس میں ایک کالا داغ دور کیا تو یہ عمل ہر صاحبِ اسلام کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا، جب سب کے ساتھ نہیں ہوتا تو اتنی پست بات مسلمان رسول اللہ کے لئے کیوں لکھ رہا ہے۔

اب شرحِ صدر کے معنی عملِ جراحی نہیں ہے بلکہ سینہ تو کافر کا بھی کشادہ ہوتا ہے اور صاحبِ ایمان کا سینہ بھی کشادہ ہوتا ہے۔ اب اس سورے کی قدر کرو جس میں یہ کہا گیا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (سورہ الم نشرح۔ آیت ۱)

سینہ خدا کی نعمتوں سے کھلتا ہے یہ عملِ جراحی نہیں ہے۔ میر انیسؔ نے حضرت عباسؑ کے سینے کی تعریف میں فرمایا:-

گھر حُسن کا اور علم کا گنجینہ ہے سینہ   رُخ شمعِ تجلّی ہے تو یہ سینہ ہے سینا
دل بغض سے خالی ہے تو بے کینہ ہے سینہ   دشمن سے بھی ہے صاف وہ آئینہ ہے سینہ

ہے غیرتِ آئینہ تن اس رشکِ قمر کا
اِس پہلو سے پہلو نظر آتا ہے اُدھر کا

جیسے ہی اللہ نے حضرت موسیٰ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے چنا تو انھوں نے

بارگاہِ الٰہی میں سینے کی کشادگی طلب کی۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (سورہ طٰہٰ۔آیت ۲۵)

پروردگار مجھے سینے کی کشادگی اور ایک بلند روح عطا کر کہ میں تمام حوادث کے مقابلے میں بردبار ہوں''

رسولؐ اللہ نے فتح مکہ کے روز جب مسلمانوں نے چاہا کہ مشرکین سے ماضی کے مظالم کا انتقام لیں تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی اور فرمایا آج کا دن رحمت کا دن ہے نہ کہ انتقام کا یہ ہے معصوم کی کشادہ دلی۔اسی بات کو قرآن میں اللہ نے کہا اے حبیب ہم نے آپ کے سینے کو کشادہ کر دیا۔

یہی شان امام کی ہوتی ہے کہ وہ کشادہ دلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔امام حسن مجتبیٰ کا جب ایک مردِ شامی سے سامنا ہوا اور اُس نے آپ کو نازیبا الفاظ میں بُرا بھلا کہا تو آپ نے اس سے فرمایا، کیوں ناراض ہو رقم کی ضرورت ہو تو رقم دوں، گھر نہ ہو تو گھر کا انتظام کروں اور اس قدر اس کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے کہ وہ شامی شرمندہ ہو گیا اور کہا اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس شخص کو امام بنائے، اس طرح کے واقعات تمام آئمہ طاہرین کی سیرت میں نظر آتے ہیں۔ یہ ہے کشادہ دلی جو امامت کے لئے لازمی ہے۔

امامت کے لئے عدالت بھی واجب ہے، مولا علیؑ نے اپنے قاتل ابن ملجم کے لئے فرمایا کہ اس نے مجھے ایک ضربت لگائی ہے اے حسنؑ تم بھی اُسے ایک ہی ضربت لگانا، خیال رکھنا قدم عدالت کی حد سے اس پار نہ جا پڑے۔مولا علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں اگر مجھے ساتوں ممالک اور حکومتیں بخش دی جائیں کہ میں کسی چیونٹی پر ظلم کروں اُس کے منہ سے چاول کا چھلکا چھین لوں تو یہ کام میں نہیں کر سکتا۔

یہ ہے امام کے عدالت کی شان مولا علیؑ کو بتایا گیا کہ معاویہ کے لشکر نے کسی

جگہ کسی غیر مسلمان عورت کے زیور چھین لئے ہیں، اس پر یہ ظلم ہوا ہے اور کسی نے اس پر کوئی ردِّعمل ظاہر نہیں کیا آپ اس قدر افسوس فرماتے ہیں اور پھر ارشاد فرمایا کہ مسلمان اس حادثے سے شرم کے مارے مرجائے تو اس کی جگہ یہ ہے۔

امام شجاع ترین ہوتا ہے اور موت سے نہیں ڈرتا مولا علیؑ فرماتے ہیں خدا کی قسم میں موت سے اس طرح مانوس ہوں جس طرح بچہ اپنی ماں کے دودھ سے مانوس ہوتا ہے۔

امام صاحبِ فضیلت ہو، جس میں کوئی فضیلت نہ ہو وہ امام نہیں ہوسکتا۔ امام قرآن کے مطابق حکم کرتا ہے، امام مہربان ترین شخص ہوتا ہے ماں باپ سے زیادہ لوگوں پر مہربان ہوتا ہے، امام کو دنیا کی ہر زبان آتی ہے۔ وہ ہر قوم سے اُن کی لغت اور زبان میں گفتگو کرتا ہے، امام کو علم ''منطق الطیر'' پرندوں، چرندوں، درندوں کی بولی سمجھ سکتا ہے اور انھیں جواب دے سکتا ہے، امام کو فرشتوں اور جناتوں کی زبان کا علم ہوتا ہے۔ امام زہد و تقویٰ میں بے مثال ہوتا ہے وہ سادہ زندگی بسر کرتا ہے تاکہ معاشرے کے محروم اور غریب لوگوں کے جیسے رہتے ہیں تاکہ انھیں تسلّی ملتی رہے۔ امام صبر و یقین کی منزل پر کامل ہوتا ہے، امام کا انتخاب اللہ کی طرف سے ہوتا اور اس کا گواہ معصوم ہوتا ہے۔

امام کو اللہ اپنے لطفِ خاص سے ایک ایسی ہیبت و جلالت عطا کرتا ہے جو عام انسان میں نہیں ہوتی، دشمن بھی امام کی جلالتِ شان کو دیکھ کر تھرآنے لگتا ہے، امام حسن عسکری علیہ السلام کی شان ہیبت وجلالت مشہور رہے۔

قُم کا ناصبی و دشمنِ اہلِ بیت تحصیل دار احمد بن عبیداللہ بن خاقان اپنی نجی محفل میں بیٹھا تھا۔ باتیں نکل آئیں علوی اور شیعی اشخاص و معاملات کی، تو احمد بن عبیداللہ نے اعتراف کرتے ہوئے کہا:

سامرے میں امام حسن عسکریؑ کے بعد اتنی مسلّم اور باعظمت شخصیت میں نے نہیں دیکھی۔ ان کا وقار، عصمت و پاک دامنی وعظمت کے متعلق بنی ہاشم و اولادِ علیؑ میں دو رائیں نہ تھیں بنی ہاشم کے چھوٹے بڑے سب ان کا احترام کرتے، ہر ایک ان کی عزّت کرتا تھا۔ حکومت کے فوجی اور غیر فوجی افسر، ان کا ادب ملحوظ رکھتے تھے، عوام میں ان کی عزّت کی جاتی، ہر دل ان کی طرف کھنچتا اور نظر ان کے حضور میں جھکتی ہر گردن ان کے آستانے پر خم ہوتی تھی۔

ایک دن میں اپنے والد کی کرسی کے پیچھے کھڑا تھا، اجلاس عام ہو رہا تھا، اتنے میں حاجب آیا اور عرض کیا ابو محمد بن الرضاؑ تشریف لا رہے ہیں والد نے باآوازِ بلند کہا آنے دو۔

مجھے یہ سُن کر تعجب ہوا۔ میرے والد کے سامنے حاجب نے بڑی جسارت کی تھی۔ اس دربار میں، شہزادوں اور ولی عہد یا شاہی معززین کے سوا کسی کی کنیت لینے کی اجازت نہ تھی۔

میں اسی خیال میں کھویا اور اسی حیرت میں غرق تھا کہ ایک گندمی رنگ، خوش قامت، خوبصورت، سڈول بدن، نوعمر، جلیل الشان باہیبت، باحُسن و وقار بزرگ سامنے آئے۔ والد نے جیسے ہی اُنھیں دیکھا، سروقد تعظیم کو اُٹھے، آگے بڑھ کر استقبال کیا، قریب پہنچ کر معانقہ کیا، پیشانی پر بوسہ دے کر ہاتھ میں ہاتھ لیے آئے، اپنی مسند پر بٹھا کر خود ایسے پہلو سے بیٹھے کہ امامؑ کی طرف رُخ رہے۔ میں نے والد کے پاس سینکڑوں آدمی آتے دیکھے مگر یہ آداب و اعزاز، اس شان سے استقبال و پیشوائی کسی کی ہوتے نہیں دیکھی۔ بنی ہاشم، بنی عباس اور فوجی افسر سب ہی آتے تھے، ہاں شہزادوں اور ولی عہد کے لیئے یہ آداب ضرور برتے جاتے تھے۔ خیر، باتیں شُروع ہوئیں تو والد ہر جملے پر فداك

نفسی۔ فداك ابی و اُمی۔ کہتے۔ اتنے میں حاجب نے عرض کی ''موفق (خلیفہ معتمد کا بھائی اور سپہ سالار) آئے ہیں''! موفق کی آمد پر ہمیشہ صاحب، دربان، فوجی افسر پیشوائی کو جاتے، درباری دو صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے تھے۔ لیکن آج والد اسی طرح امامؑ کی طرف متوجہ رہے، یہاں تک کہ باڈی گارڈ نے والد کو دیکھا تو انھوں نے امامؑ سے عرض کی، ''میں آپ پر قربان، جب مناسب سمجھیں تشریف لے جائیں''۔ امامؑ اُٹھے تو دوبارہ معانقہ کیا اور ملازمین خاص سے کہا کہ صفوں اور قطاروں کے پیچھے سے لے کر جانا کہیں موفق نہ دیکھ لے۔

میں نے حاجیوں سے پوچھا: ''یہ کون صاحب تھے جنھیں تم لوگوں نے والد کے سامنے کنیت سے یاد کیا، اور انھوں نے بھی یہ آداب انجام دیے''؟

غلاموں نے کہا: ''علوی تھے، حسن بن علی نام اور ابن رضا کہلاتے ہیں''۔ میرا تعجب اور بڑھ گیا، اسی وقت سے مجھے کچھ کھٹک اور فکرسی رہنے لگی۔ والد کی عادت تھی کہ نماز عشاء کے بعد دفتری کام لے کر بیٹھتے اور شاہی کاغذات تیار کرتے تھے۔ آج وہ نماز پڑھ کر بیٹھے تو میں بھی پہنچ گیا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے۔ احمد، کیا کوئی بات کہنا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! اگر اجازت ہو تو عرض کروں! انھوں نے اجازت دی، میں نے عرض کیا ''صبح کو آپ نے جن صاحب کی آمد پر خصوصی استقبال کیا تھا، وہ کون تھے؟ بڑے اعزاز و اجلال و بزرگی کے آدمی تھے۔ آپ بار بار قربان ہوتے اور ماں باپ نثار فرما رہے تھے''۔

کہنے لگے ''بیٹا! وہ رافضیوں کے امام حسنؑ بن علیؑ معروف بہ ابن رضاؑ تھے۔ پھر چپ ہوگئے، میں بھی خاموش رہا، پھر بولے۔ ''بیٹا، اگر بنی عباس سے امامت منتقل ہو، تو بنی ہاشم میں اس عظیم انسان کی فضیلت وعفت وعصمت وزہد

وعبادت، خوش اخلاقی اور صلاح وتقویٰ کی وجہ سے کوئی دوسرا امامت کا اہل نہیں۔ اگر ان کے والد کو دیکھا ہوتا تو تمھیں معلوم ہوتا کہ کیسے اونچے انسان، کس قدر عظمت وفضیلت کے مالک تھے''۔

یہ باتیں سُن کر مجھے اپنے والد کی طرف سے کچھ کدورت اور دل میں کھٹک بڑھ گئی۔ میں سوچنے لگا کہ عجیب باتیں اور عجیب کام کیا ہے انھوں نے۔ اب دن رات ابن رضاعہ کا خیال ستاتا اور ہر ایک سے ان کا ذکر کرتا تھا۔ بنی ہاشم، فوجی افسر، دفتر کے اعلیٰ عہدیدار جج اور فقیہ بلکہ عوام میں جس سے سنا یہی سنا کہ بڑے محترم بڑے معزز، بے حد قابلِ تعریف اور حد سے زیادہ بلند مرتبہ بلکہ تمام اہلِ بیتؑ اور مشائخ میں افضل و برتر ہیں۔ دوست و دشمن سے یہ تعریفیں سُن کر مجھے بھی ان کی قدر ہوئی اور اب ان کا دلی دشمن نہ رہا۔

امام حسن عسکریؑ کا خادم جس کا نام شاکری تھا، امام کے بارے میں یوں کہتا ہے: میرے مولا حضرت امام حسن عسکریؑ نسلِ علیؑ سے ہیں جو کہ بہت پاک طینت ہیں جن کی مثال نہیں ملتی، وہ جب پیر اور جمعرات کے دن سامرہ کے دارالخلافہ جاتے تھے، تمام بازار سواروں سے بھرے ہوتے تھے۔ جب امامؑ داخل ہوتے تو ہر طرف سناٹا چھا جاتا۔ سواریاں راستے سے ہٹ جاتیں، یہاں تک کہ چوپائے خود بخود راستہ چھوڑ دیتے۔ امامؑ جب دارالخلافہ میں وارد ہوتے اور اپنے مقام پر تشریف رکھتے تو ہر طرف لوگوں کے ہجوم کا عظیم منظر نظر آتا اور جب امامؑ جانے کا قصد کرتے تو خدام آوازیں دیتے، امامؑ کی سواری لے آیئے، ہر سو سکوت چھا جاتا، گھوڑوں کی ہنہناہٹ بند ہو جاتی، جب تک امامؑ کی سواری کا گزر نہ ہو جائے۔

علاوہ ازیں شاکری امام کے متعلق کہتے ہیں: امامؑ محراب عبادت میں یوں

سجدہ پروردگار کرتے کہ ہم بسا اوقات سو سو کر بیدار ہوجاتے تھے مگر آپ سجدے کی حالت میں ہوتے، آپ بہت مختصر کھانا تناول فرماتے تھے، جب امامؑ کے پاس انجیر، انگور وغیرہ پیش کئے جاتے تھے تو آپ ایک یا دو دانہ تناول کر کے فرماتے تھے:

اے محمد! یہ سب کچھ بچوں کے لیے لے جاؤ، میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! یہ سب کچھ لے جاؤں؟ آپ فرماتے: ہاں یہ سب لے جاؤ۔

ان سب تاریخی اسناد اور روایات سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ امام کی شخصیت ہر اعتبار سے افضل بالاتر تھی۔ لوگ آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور اسی طرح آپؑ بھی لوگوں سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔

گیارھویں امام اور اُن کے فرزند کا ذکر ہے، کل میں نے دسویں امام پر تقریر کو تمام کیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتیں جو ہیں اگر اُن پر بھی غور کریں تو سیرتِ معصومینؑ میں بہت بڑے اہم نکات سامنے آتے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ چہاردہ معصومینؑ کے سلسلے میں چار محمدؐ، چار علیؑ، ایک موسیٰ ایک جعفرؑ اور دو حسنؑ چہاردہ معصومینؑ میں چار محمدؐ، چار علیؑ اور ایک کا نام جعفرؑ، ایک کا نام موسیٰؑ اور دو کا نام حسنؑ، حسینؑ ایک تو اگر آپ اس پہ غور کریں کہ گیارھویں امام کا نام حسنؑ کیوں رکھا گیا۔ بات ہم اپنی یہاں سے شروع کر رہے ہیں گیارھویں امام کا نام حسنؑ کیوں رکھا گیا اور ترتیب یہ ہے کہ پہلے ایک محمدؐ آتا ہے پھر علیؑ پھر محمدؐ پھر علیؑ یہ ہے ترتیب نویں امام محمدؐ ہیں دسویں امام علیؑ ہیں جب گیارواں امام آیا تو اُس کا نام ظاہر ہے کہ حکمِ الٰہی سے رکھا گیا، معصوم نے رکھا حسنؑ کیوں رکھا گیا تو آپ کو ذرا سا پلٹ کر دیکھنا پڑے گا کہ اُس کا نام حسنؑ کیوں تھا تو بات سمجھ میں

آ جائے گی تو بدر واُحد وخندق وخیبر وحنین میں تلواریں چمکیں، جنگ ہوئی، اسلام کا دفاع ہوا اور اُس کے بعد جمل وصفین ونہروان میں تلواریں چمکیں اب اُس کے بعد خاموشی یعنی جنگ ہوتے ہوتے اگر خاموشی ہو جائے تو یہ خاموشی کسی بڑی جنگ کا پیش خیمہ ہوتی ہے کہ عظیم ترین جنگوں کے بعد اچانک دو پارٹیوں میں صلح ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم بھی تیاری کر لو ہم بھی تیاری کرتے ہیں پھر آئیں گے تیار ہو کر میدان میں اور دیکھیں گے کون جیتتا ہے کون ہارتا ہے، فیصلہ ہو جائے گا تو حسنؑ کی خاموشی یہ بتا رہی تھی کہ ایک بڑی جنگ ہونے والی ہے، حسنؑ کا نام یہ اشارہ کر رہا ہے کہ میں خاموش ہوں، خلقِ حسن کی لوگ قسم کھاتے ہیں اب جنگ ہوگی کربلا میں میری خاموشی کے بعد تو اب گیارھویں امام کا نام حسنؑ اس لئے رکھا گیا تا کہ دنیا اس حسنؑ کو بھی پہچان لے کہ وہی سیرت ہے۔ اُسی طرح کی خاموشی ہے، یہ خاموشی بتا رہی ہے کہ کوئی بڑی جنگ ہونے والی ہے اور ذوالفقار لے کر کوئی آنے والا ہے۔

آپ کے گیارھویں امام کی والدہ کا نام غزالہ خاتون اور بعض مورخین نے حدیثہ خاتون اور سلیل خاتون بھی لکھا اور لکھا کہ بڑی عابدہ، زاہدہ اور اپنے دور کی اولوالعزم خاتون تھیں۔ ان کا بڑا عظیم مرتبہ تھا اور روم کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں یعنی دونوں اماموں کی مائیں ابھی جن کا ذکر بعد میں ہوگا یعنی امام حسن عسکری کی زوجہ اور والدہ دونوں کا تعلق روم سے ہے اور دونوں عظیم بیبیاں ہیں۔ دسویں امام کے تاریخ نے چار بیٹے لکھے ہیں، سب سے بڑے حسن عسکریؑ اُن کے سگے بھائی اُن سے چھوٹے سید حسینؑ اور دوسری بیوی سے دو بیٹے اور ایک کا نام جعفر ایک کا نام محمد۔ بعض مورخین نے لکھا کہ محمد لاولد

رہے سامرے میں اُن کا مزار ہے جہاں معجزے بھی ہوتے ہیں، اُن کی نذر بھی ہوتی ہے، لوگ منتیں مانتے ہیں۔ مشہور ہے کہ وہاں پر چوری نہیں ہوسکتی اگر کوئی چوری کرے تو چور پکڑا جاتا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اولاد تھی لیکن دو فرزندوں سے نسلِ سادات اب تک باقی ہے، ایک سیّد حسین اور ایک جعفر، عام طور سے بعض لوگوں نے لکھ دیا کہ جعفرِ توّاب معاذ اللہ امام زادہ کوئی توّاب نہیں ہوسکتا۔ جب کاذب ہی نہیں ہوگا تو توّاب کیسے ہوسکتا ہے۔ توبہ خطا کے بعد ہے۔ جب خطا کا امکان ہی نہیں تو توبہ کیسی؟

یہ میرا عقیدہ ہے اور دعوائے امامت جو ہے وہ بالکل اُسی طرح کا ہے کہ جس طرح محمد حنفیہؒ نے بعدِ کربلا دعوائے امامت کیا تھا تاکہ اصل امام کو پہچنوا دیا جائے تو جب امام حسن عسکری علیہ السلام کا جنازہ آیا سامنے اور نماز پڑھنے کے لئے آگے بڑھے تو اب ضروری تھا کہ یہ آگے بڑھیں، کوئی بچہ آئے پردے کو ہٹا کے اور کہے چچا ہٹئے امامِ وقت میں ہوں تو یہ طریقۂ تعارف تھا امام وقت کا تو جعفر کو کذّاب یا توّاب کہنا جو ہے وہ بالکل غلط ہے۔ سیّد جعفر بڑے متقی اور پرہیزگار تھے اور زیادہ تر نقوی سادات جو ہیں ہندوستان اور پاکستان میں جعفر کی اولاد میں ہیں اور خاص طور سے جنابِ جعفر بن علی نقیؑ کی اولاد ہیں۔ ساداتِ امروہہ اور بہار و پٹنہ کے نقوی سادات ہیں اور نصیر آباد کے جہاں کے مولانا کلبِ حسین صاحب ہیں اور یہ جعفر کی اولاد ہیں اور الٰہ آباد کے آس پاس کے لوگ جو ہیں، جتنی بھی بستیاں ہیں ساداتِ بارہہ تک اور فتح پور ہنسوہ تک وہ سب سیّد حسین کی اولاد ہیں وہ سارے نقوی سادات ہیں۔ شجرے ان سب لوگوں کے چھپ چکے ہیں اور اتفاق سے میں بھی اسی امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد میں

ہوں یعنی سیّد جعفر الذکی اور سیّد حسین کی اولاد میں اور ان کا روٹ جو ہے آنے کا وہ اصفہان سے کڑا منڈوہ سادات آئے اور سادات گردیزی سیّد جعفر کی اولاد ہیں جو گردیز سے ملتان گردیز محلّے میں بسے یہ لوگ اور گردیز سے آ کر مانکپور میں آباد ہوئے اور مزار اُن سیّد زادے کا وہیں ہے اور وہاں سے نسل جو تھی وہ آگے بڑھی اور سامرے میں دسویں امام کا انتقال ہوتا ہے۔ ابھی تک ہر امام کو قید خانے میں رکھا جا رہا تھا لیکن اس امام کو قید خانے میں نہیں رکھا گیا بلکہ سامرہ میں کیونکہ نیا دارالحکومت بنا تھا، عباسی خلیفہ تھا اس لئے جتنی بھی فوج تھی ملک کی مرکزی فوج وہ دارالحکومت سامرہ میں رہتی تھی اور جہاں چھاؤنی تھی، جہاں فوج رہتی تھی اُس فوج کے درمیان میں مکان دیا گیا رہنے کے لئے تا کہ چاروں طرف فوج نگرانی کرتی رہے معصوم کی اور اُسی چھاؤنی میں دسویں امام کے بعد گیارھویں امام کی بھی زندگی گزری۔ عسکر کے معنی ہیں لشکر تو کیونکہ اُس مقام کا نام عسکر پڑ گیا تھا تو چھاؤنی میں رہنے والا اس لئے آپ کو عسکری کہا جانے لگا۔ اس نام کا معجزہ یہ ہے کہ نام تو عسکری ہو گیا یعنی جہاں کینٹ ہے، چھاؤنی ہے، جہاں فوج ہے وہاں کا رہنے والا تو کمال یہ ہے معصوم کا کہ نہ وہ دارالحکومت رہا نہ وہ شان شوکت رہی، نہ وہ چھاؤنی رہی نہ لشکر رہے نہ وہ فوجیں رہیں، آج بھی حسن عسکریؑ کا قلعہ وہاں موجود ہے۔ اُس نام کی مناسبت سے سامرے میں اگر کوئی جائے گا تو دسویں امام کی وجہ سے اور گیارھویں امام کی وجہ سے۔ یعنی خلیفۂ عباسی کی نشانیاں کوئی دیکھنے وہاں نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ کوئی نشانی ہی نہیں ہے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ کسی بھی بنی امیہ کے خلیفہ کی اور کسی بھی بنی عباس کے خلیفہ کی قبر کا کہیں دنیا میں پتہ نہیں، کہیں پتہ نہیں کسی کو

بھی قبر کا پتہ نہیں ڈھونڈیں گے آپ کہیں نہیں ملے گی۔ یعنی بنی امیہ کا لفظ جو میں نے کہا اس پر ذرا سا غور کریں۔ یعنی کوئی بھی اگر بنی امیہ میں ہے تو اُس کی قبر کا نشان نہیں ملے گا۔ بس اس سے زیادہ میں نہیں کہہ سکتا کوئی بھی اگر داخل ہے اس قبیلے میں تو اُس کی قبر کا نشان نہیں ملے گا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ چار پتھر کہیں رکھ کر تصویر دے دی جائے اور کہا جائے کہ یہ ہے قبر تو بنا لو۔ یہ دیواریں توڑ کر یہودیوں کا قبرستان ملا لیا جائے یہ دوسری بات ہے لیکن نشان نہیں ملے گا۔ اب ہوسکتا ہے کوئی جوان اُٹھ کر مجھ سے یہ پوچھ لے کہ بھائی ہارون رشید کی قبر کا نشان کیوں ہے؟ اب کچھ مسائل آ گئے۔ اِسی طرح میں آگے بڑھتا جاؤں گا۔ ہارون رشید کی قبر کا نشان کیوں ہے۔ ایک خلیفہ کیوں رہ گیا جس کی قبر جو ہے وہ امامِ رضاؑ کے روضے میں بنی ہوئی ہے۔ امام کے پیروں کی طرف یہ کیا راز ہے۔ تو اب قدرت یہ چاہتی ہے کہ فرعون نیل ندی میں غرق ہو جائے لیکن اُس کی میت ایوانِ مصر میں رکھی رہے غرق ہو گیا اور فرعون کی لاش ابھی آپ نے اخباروں میں تصویریں دیکھیں ہوں گی۔ دو ایک سال پہلے کہ مرمت ہونے کے لئے لاش بھیجی گئی تھی مصر سے مسالہ وغیرہ لگانے کے لئے تو اب قدرت نے یہ بتایا کہ تا کہ اس کی لاش کو دیکھ کر زمانے کو عبرت حاصل ہو اور اب کوئی خدائی کا دعویٰ کرتے ہوئے گھبرائے اُس کی نظر میں نیل ندی آ جائے۔ موسیٰؑ کا عصا نظر میں آ جائے، پورا انجام سامنے آ جائے لاش کو دیکھ کر، اس لئے لاش کو محفوظ رکھا تو اب تمام خلفا میں ایک کی قبر کو رکھا تا کہ وہاں جا کر یہ یاد آئے کہ یہ ہارون رشید ہے اور اب ایک قبر سے ظاہر ہے جب ہارون کی قبر پر کوئی جائے گا تو یہ سوچے گا کہ مامون کی قبر کہاں ہے، منصور کی قبر

کہاں ہے، عبدالملک کی قبر کہاں ہے، مروان کی قبر کہاں ہے، یزید کی قبر کہاں ہے، معاویہ کی قبر کہاں ہے، ایک قبر سے ساری کی ساری قبریں یاد آئیں گی اور جب یاد آئیں گی تو پتہ چلے گا کہ نشان ہی نہیں ہے قدرت چاہتی ہے کہ یاد آتا رہے کہ کسی کی قبر کا نشان ہی نہیں ہے۔

لیکن راز یہ ہے کہ اگر ذرا سی بھی نیکی کوئی کر جائے گا آلِ محمدؐ کے ساتھ تو ہم اُس کا صلہ دے دیں گے تو ہارون رشید جب نجف کے صحرا میں شکار کھیلنے گیا ہے اور شکاری کتوں کو ہرن کے پیچھے دوڑایا ہے اور ہرن بھاگے ہیں اور اونچی پہاڑی پر چڑھ گئے ہیں اور اب ہارون کوشش کرتا ہے کہ یہ شکاری کتے پہاڑی پر چڑھیں لیکن کتے نہیں جاتے پہاڑی پر، وہاں ایک ضعیف شخص ملا کہا اے شیخ! کیا بات ہے اس پہاڑی پر ہمارے شکاری کتے نہیں چڑھ رہے اور ہرن جو ہیں وہ یہاں درخت کے نیچے پناہ لئے ہوئے ہیں تو اُس بوڑھے نے کہا ارے تجھے نہیں معلوم یہ سامنے ہمارے مولا علیؑ ابن ابی طالبؑ کی قبر ہے تو ہارون رشید کے دَور میں قبر جو تھی وہ دریافت ہوئی مولا کی۔ اَئمہؑ تو جانتے تھے، اہلِ بیتؑ جانتے تھے تو قبر کا دریافت کرنے والا اور پہلی چار دیواری بنانے والا ہارون رشید ہے تو قدرت نے کہا کہ تم نے پہلے امام کی قبر کا اتنا احترام کیا ہے کہ بس اتنی نیکی کہ سب کی قبریں مٹ جائیں گی لیکن تیری قبر کا نشان میں رکھوں گا تو اُس کی قبر کا نشان صرف اس لئے رہ گیا کہ اُس نے مولاؑ کی قبر کا نشان بنوا دیا تھا تو اب بھی اگر چاہتے ہیں عرب کے حکمران کہ اُن کی قبروں کے نشان رہ جائیں یا اُن کا نام لینے والا رہ جائے تو اب بھی وہ پلٹ کر ذرا جنّت البقیع کی طرف دیکھ لیں اور کاش اُن کو کوئی یہ سمجھا دیتا کہ یہ کیا کیا ہے، کیا کر رہے ہو تو اب ہارون کی قبر کا

نشان رہ گیا لیکن ایک صحافی ہے یہاں کراچی میں۔ آج سے سات آٹھ سال پہلے اُس نے روضے کی سیر کی، ایران کا سفر نامہ لکھا اور وہ چھپا اُس نے وہاں سوال بھی کیا کہ یہ ہارون کی قبر پر کیا کہا جاتا ہے، بتایا وہاں کے لوگوں نے کہ یہاں کھڑے ہو کر کیا کہا جاتا ہے ایرانیوں نے بتایا کہ یہاں لعنت کی جاتی ہے، یہ اس لئے ہے کہ وہ ایک رکن ہمارا جو ہے زیارت سے پہلے ہو جائے اب تیسری وجہ بتا رہا ہوں قبر کی تا کہ جب داخل ہوں تو اب جس طرح حج کر چکے تو اب دو تین پتھروں کے بغیر اُس کے تو حج پورا نہیں ہوگا تو یہاں قدرت یہ بتانا چاہتی ہے کہ زیارت پوری نہیں ہوگی اگر یہ نہیں کرو گے تم۔ تو اس لئے بھی ایک انتظام قدرت نے کر دیا۔ تو وہ ڈیٹیل (Detail) اُس نے اپنے سفر نامے میں لکھی اور اُسی میں اُس نے یہ بھی بتا دیا کہ یہ معجزنما کس طرح کے ہیں چھپا موجود ہے، حوالے کے لئے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جب وہ صحافی میوزیم میں گیا امامِ رضاؑ کے وہ چڑھاوے چڑھے تھے روضے پر، وہ جو وہاں سجے ہوئے رکھے ہوئے ہیں اُس نے ایک ایک چیز دیکھی۔ ایران، عراق اور ہندوستان عرب ایران، عراق اور ہندوستان کے بادشاہوں نے اپنے تاج اُتار کر پھینک دیئے جس وقت روضے میں داخل ہوئے پہلی بار کسی کی کمر میں تلوار تھی اُس نے تلوار چڑھا دی، جو جس کے پاس تھا یعنی یہاں تک انہوں نے بتایا کہ یہ رجسٹر میں لکھ لیا جاتا ہے کہ کیا کیا چیزیں ضریح کے اندر سے ملیں ہیں، پاکستانی صحافی نے کچھ بٹن قمیصوں کے ٹوٹے ہوئے دیکھے، اُنہوں نے کہا جس کے پاس جو ہوتا ہے کوئی بٹن توڑ کر ڈال دیتا ہے، جیب میں قلم ہے، جذبات میں اور محبت میں جس کے پاس جو کچھ ہے اور لوگ تحفے لے کر بھی آتے ہیں روضے پر یہاں آفس

میں دے جاتے ہیں، اُس نے سوال کیا کہ کیا یہ امامؑ رضا قبول بھی کر لیتے ہیں۔ خدّام نے بتایا انچارج نے وہاں کے بتایا کہ ہاں ایسے واقعات ہوئے ہیں جو اس رجسٹر میں درج ہیں۔ انہوں نے کہا کوئی واقعہ حال کا سنا دیں آپ تو اُس نے کہا جی ہاں حال میں یہ واقعہ ہوا کہ ایک بہت ہی بوڑھی عورت ایک چھوٹا سا مٹی کے تیل کا لیمپ لئے ہوئے آئی اور اُس نے کہا یہ ہماری طرف سے امام رضاؑ کو دے دو۔ ہم نے ایک منّت مانی تھی وہ پوری ہو گئی۔ خدّام کہتا ہے کہ جب وہ لیمپ اندر لایا گیا تو آفس کے عملے کے سارے لوگ اُسے دیکھ کر ہنسنے لگے اور بوڑھی عورت سے کہا کہ یہاں تو بڑے بڑے بادشاہوں نے تاج چڑھائے ہیں تیرا ایک چھوٹا سا مٹی کا لیمپ امام رضاؑ لے کر کیا کریں گے کہا دے دو اُنہیں قبول کرنا ہوگا تو کر لیں گے۔ خدّام کہتے ہیں کہ روضے کے آفس کا آڈٹ ہو رہا تھا عملہ ہمارا آڈٹ کر رہا تھا اور شاہ ایران کو حساب دینا تھا دوسرے دن چارج پیش کرنا تھا ضروری تھا، ڈیوٹی تھی اُسی رات لائٹ چلی گئی آفس کی اور کیونکہ کام کرنا ضروری تھا اس لئے وہی مٹی کے تیل کا لیمپ جلا کر ہم نے رات بھر میں اپنے آڈٹ کا کام کیا تو پتہ چلا امام رضاؑ نے اُس کو قبول کر لیا ہے۔

آج بھی معصومینؑ کے روضوں پر برکتیں ہیں، رحمت کی بارشیں ہیں، آج بھی قدرت کی نگاہیں اُسی طرف ہیں اور یہی ایک للک ہے کہ جو ہمیں زیارت کے لئے لے جاتی ہے ورنہ یہ چیزیں کس کو نصیب ہوئیں اس لئے ساتویں امام نے ہارون رشید سے کہا تھا کہ تو جسموں کا بادشاہ ہے ہم دلوں کے بادشاہ ہیں تو آلِ محمدؐ کو ملکِ عظیم ملا، وہ ملکِ عظیم یہی ہے کہ انہوں نے روحوں پر دماغوں پر ذہنوں پر اور دلوں پر حکومت کی اور اُسی کی یہ برکت ہے کہ بغیر کسی دولت بغیر

کسی لالچ کے آج اُن کی بارگاہوں میں عقیدت سے لوگ سر جھکاتے ہیں۔ وہ ہٹ دھرمی تھی وہ حکومت اور دولت کے پردے پڑے ہوئے تھے ورنہ وہ بھی مجبور تھے یہ کہہ دیا تھا اوّل روز کہ حسبُنا کتاب اللہ کہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے کہہ دیا تھا وہی غلطی کی تھی لیکن جب کبھی بھی ایسی مشکل آئی کہ جسے اب حل نہیں کیا جا سکتا، اب کتاب مدد نہیں دیتی تو اب پھر حدیث کا دوسرا رُخ فوراً یاد آتا تھا کہ رسولؐ نے یہ بھی تو کہا تھا کہ کتاب کے ساتھ عترت کو نہ چھوڑنا تو چاہے قید خانے میں ہی کیوں نہ ہو معصوم، تو اب مجبوری ہے کیا کیا جائے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں ایک عیسائی آ گیا ہے اور وہ ہاتھ اُٹھانے لگتا ہے بارش ہونے لگتی ہے تو اب مسلمان تو اُس کے پیچھے پیچھے چلیں گے عیسائی تو کمال دکھا رہا ہے۔ ظاہر ہے اب خلیفۂ وقت تو کمال نہیں دکھا سکتا۔ اب اسلام کے لوگ جو ہیں وہ ٹوٹیں گے اور جائیں گے اور عیسائی مذہب میں مل جائیں گے، عیسائی مسلک اختیار کرتے جائیں گے تو مجبوری ہے اب قیدی کو چھاؤنی سے بلایا جائے گا کہ حل کریں مسئلہ اور معصوم آئے گا اور معصوم بتائے گا کہ اب جو یہ دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے گا تو قریب جاؤ اس کے اور اُس کے اور اُس کی انگلیوں میں جو چیزیں پھنسی ہیں چھین لو اِس سے۔ اُدھر اُس کے ہاتھ اُٹھے اِدھر حکم دیا امام نے کہ جاؤ اور اُس کے ہاتھ سے وہ چیزیں چھین لی گئیں لا کر امام کو دے دی گئیں۔ امام نے اسے مٹھّی میں دبا لیا اور کہا اب اس سے کہو کہ پانی برسوائے، اب بادل آئیں اور بارش ہو، جو آئے ہوئے بادل تھے وہ واپس چلے گئے۔ مطلع صاف ہو گیا امام نے کہا کہ اس کو کسی نبی کی قبر سے ایک ہڈی مل گئی تھی اور نبی کی ہڈی کی یہ خاصیت ہے کہ زیرِ آسمان اگر ہاتھ میں

رکھ کر دعا کی جائے تو بادل آتے ہیں اور بارش ہوتی ہے، امام نے اُس ہڈی کو فوراً دفن کروایا اور کہا دیکھو بارش اب ہوگی، دو رکعت نماز وہیں صحرا میں پڑھی دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے، بادل گھِر کر آئے، لوگوں نے ارادہ کیا کہ بھاگ جائیں بارش بہت تیز ہونے والی ہے، امامؑ نے کہا گھبراؤ مت یہ خراسان میں برسے گا بادل، پھر آئے گھر کر بادل پھر لوگوں نے ارادہ کیا جائیں، کہا گھبراؤ نہیں مدائن میں برسے گا۔ پھر آئے بادل کہا یہ مکّے میں برسے گا اور اُس کے بعد گھنے بادل آئے اور امام نے کہا کہ اب جاؤ لیکن گھبرا کے مت جانا جب تک کہ یہ مجمع یہاں موجود ہے اس میں کا آخری آدمی اپنا آخری قدم اپنے گھر کے دروازے میں نہیں رکھ دے گا جب تک پہلی بوند نہیں پڑے گی۔

اب معصوم سے صرف سے دو سوال کریں، ایک تو یہ پوچھ لیں کہ مولا آپ نے بارش کروانے کے لئے یہ دو رکعت نماز پہلے کیوں پڑھی؟ یہ عجیب بات ہے کہ جس امام نے بھی جب کوئی معجزہ دکھانا چاہا تو پہلے نماز پڑھ لی ہے اُس کے بعد معجزہ دکھایا۔ یہ صرف اس لئے تھا کہ اگر نماز پڑھ کر نہ دعا کرتے اور معجزہ دکھا دیتے تو ان کی ربوبیت کے لوگ قائل ہو جاتے۔ نماز پہلے پڑھ لیتے تھے تا کہ پلٹ کر خدا نہ کہہ سکو تم مجھے۔ یہ ہے توحید کی حفاظت۔

اور یہ گیارھواں معصوم ہے اس کے لئے بارش مشکل کیا ہے اس لئے کہ اہل سنّت والجماعت محمد جعفر پھلواروی نے لکھا کہ اس روایت پر تمام سُنّی اور شیعہ متفق ہیں کہ جب کبھی بھی مکّے میں قحط پڑا اور بارش نہیں ہوئی تو ہر قبیلہ دوڑ کر بنی ہاشم کے پاس آتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر ایک فرد بھی آ کر صحرا میں کھڑا ہو جائے تو ابھی بارش ہونے لگے۔ لوگوں نے لکھا ہے کہ جب تک عبدالمطلبؑ رہے لوگ

اُنہیں لے جاتے تھے۔ اُن کا چہرہ دیکھ کر بادل آتے تھے تو اب یہ ایثار ہے ابوطالبؑ کا کہ قحط پڑا ہے لوگوں نے آکر ابوطالبؑ سے کہا کہ بارش کروایئے لیکن خدا کی قسم کیا ایثار ہے، کیا وفا ہے ابوطالبؑ کی، چاہتے تو اکیلے جا کر بارش کروا دیتے لیکن پانچ سال کے بھتیجے محمدؐ کو کاندھے پر بٹھالیا کہ آج تعارف بھی ہو جائے گا اور دنیا دیکھ لے کہ ہمارے یہاں کے بچے بھی بارش کروا دیتے ہیں اور لے کر کاندھے پر گئے اور کہا کہ یہ وہ ہے کہ جس کے چہرے کو دیکھ کر بادل آتے ہیں تو اب تاریخ میں آپ دیکھتے چلے جائیں کہ بارش سے اُئمہ کا ربط کیا ہے۔ ساتویں تقریر میں کہہ چکا کہ حبشی قید خانے سے بھاگے یہ کہتے ہوئے ارے جب حبش کے جنگلوں میں بارش نہیں ہوتی او رہم دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو موسیٰ کاظمؑ آکر دعا کرتے ہیں اور بارش ہونے لگتی تھی۔ قید میں ہے معصوم لیکن جاتا ہے مدد کرنے کے لئے تو گیارھویں معصوم نے اس طرح بارش کروائی لیکن اُس کے باوجود شاہی کو تو ہے بغض، معجزات دیکھتی ہے اور اُس کے باوجود ہٹ دھرمی یہ ہے کہ امامت کو قبول نہیں کرتی اور ایذا پر ایذا دی جاتی ہے، امام حسن عسکریؑ کو قید خانے سے اس طرح بلایا گیا بلا کے لاؤ اور خلیفۂ وقت کے پاس ایک گھوڑا آیا شریر ہے کہ اُس کے قریب کوئی جا نہیں سکتا اور اچانک بلا کر کہا اصطبل میں جایئے اور اس گھوڑے پر سواری کیجئے، امام گئے اور جا کر اُس کی پشت پر ہاتھ رکھ دیا تو تاریخوں میں ہے جیسے ہی ہاتھ رکھا گھوڑا پورے بدن سے تھر تھرانے لگا اور پسینہ ٹپکنے لگا اور اُس کے بعد بہت آہستہ آہستہ اُس کی گردن پر ہاتھ پھیرا اور اُس کے بعد اُس کو وہاں سے ہٹایا رکاب میں قدم رکھا، زین پر سوار ہوئے اور اُس کے بعد کاوادے کر کافی دیر تک اُس

کو چلاتے رہے، اُس کے بعد اتر گئے حیران ہو گیا خلیفۂ وقت ایک شریر ترین گھوڑا جس کو بڑے بڑے ماہرین استعمال نہ کر سکے تو چونکہ پلٹ کر اپنی تاریخ دیکھتے نہیں ہیں کہ کیا ہو چکا ورنہ اس طرح کی ایذائیں نہ دیتے، اس طرح کے امتحانات نہ لیتے، آنکھوں پر پردے پڑ گئے تھے اور نہ رسولؐ اور رسولؐ سے پہلے اور اُس کے بعد کی تاریخ مسلسل دیکھتے رہے تو اسی لئے ہم تاریخ دُہراتے ہیں۔ یہ جو واقعات ہیں اسی لئے دہرائے جاتے ہیں تاکہ ان واقعات کو سن کر دنیا سبق حاصل کرے اور بھول نہ جائے چونکہ یہ بھول جاتے تھے اس لئے عظمتِ رسالت اور عظمتِ امامت اِن کی نگاہ میں نہیں۔ امام یاد دلاتے تھے، ہر دور کا امام یاد دلا دیتا تھا۔ عبدالمطلبؑ یمن گئے اور شاہِ یمن سے ملاقات کی جب چلنے لگے تو شاہِ یمن نے کہا کہ کچھ تحفے میں آپ کو دے رہا ہوں جس میں چار گھوڑے کچھ تلواریں، کچھ یمنی چادریں اور یہ اس لئے دے رہا ہوں کہ میں نے انجیل میں یہ پڑھا ہے کہ مکے میں ایک نبی پیدا ہونے والا ہے میں تو حیات نہیں رہونگا اگر آپ حیات رہیں تو یہ تحفے اُسے پہنچا دیجئے گا۔ مسکرائے عبدالمطلبؑ کہا وہ بچہ پیدا ہو چکا وہ میرا پوتا ہے اور پانچ سال کا ہو چکا ہے۔

شاہِ یمن خوش ہوا، عبدالمطلبؑ نے وعدہ کیا یہ چیزیں اُس تک پہنچ جائیں گی تاریخوں میں لکھا کہ جب ختمی مرتبت نے شہادت پائی میں شہادت کہتا ہوں وفات نہیں اس لئے کہ آپ کی شہادت ہوئی زہر دے کر ختمی مرتبتؐ کو قتل کیا گیا تو یہ شہادت ہے، شہادت کے بعد آپ نے پچیس گھوڑے میراث میں چھوڑے حاکمِ وقت یہ کہہ رہا تھا نبیؐ کی بیٹی سے کہ نبی نہ وارث ہوتا ہے نہ وارث بناتا ہے لیکن میراث میں تلواریں، غلام، کنیزیں اور گھوڑے جو چھوڑے ہیں وہ

سب کسی کی مجال نہیں کہ اب اولاد سے چھین لے۔ پچیس گھوڑے چھوڑے اور یہ پچیس کے پچیس گھوڑے جن کے لئے دعا کی تھی سرکارِ رسالت نے کہ ان کی طویل عمریں ہوں اور ۶۱ھ تک یہ گھوڑے حیات رہے اور ان تمام گھوڑوں میں وہ چار گھوڑے جو آئے تھے یمن سے عبدالمطلبؑ کے دور میں تو عرب کا قاعدہ یہ تھا کہ جس طرح انسانوں کے شجرے محفوظ کئے جاتے تھے عرب گھوڑوں کے شجرے بھی لکھ لیا کرتے تھے اور صرف یہی نہیں کہ اس گھوڑے کا باپ اور اُس کے باپ کا نام بلکہ، گھوڑے کے باپ کا نام، دادا کا نام، پردادا کا نام، اُس کے بعد دادی کا نام، دادی کے باپ کا نام، نانی کا نام، نانی کے باپ کا نام، یعنی پانچ رُخوں سے گھوڑوں کے شجرے لکھے جاتے تھے اور خاص گھوڑا ذوالجناح اور مرتجز دو گھوڑے جن کے شجرے علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں دیئے اور آخری نام جو شجرے میں آتا ہے ذوالجناح کے آخری نام وہ جنابِ ابراہیمؑ کا گھوڑا تھا۔ یعنی تین ہزار سال سے مسلسل شجرہ لکھا جا رہا تھا ارے جس گھرانے کے گھوڑوں کے شجرے بھی موجود ہوں

پھر اُن کے اپنے شجروں کو تو قرآن نے بیان کیا، دنیا کے حکمرانوں کے شجروں کا بھی پتہ نہیں نہ اُن کے باپ دادا کا پتہ ہے، مسلمان ایسے گمنام لوگوں کو اپنا رہنما مانتے ہیں؟۔

یہاں تو گھوڑوں کے شجرے ملتے ہیں۔ ایک گھوڑے کا نام میمون ہے، ایک گھوڑے کا نام مرتجز ہے، ایک گھوڑے کا نام عقاب ہے، یہ وہ مخصوص گھوڑے ہیں کہ جن کی الگ الگ خصوصیات تھیں۔ میمون کا رنگ جو ہے وہ سبزہ ہے، سرمئی رنگ ہے اور عقاب سرخ رنگ کا ہے اور اُس کے ماتھے پر سفید ٹیکہ ہے

اور اس کا کمال یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں جب جاتا ہے تو عقاب کی طرح اُڑتا ہوا جاتا ہے اور اتنا بہادر ہے عقاب کہ تیروں اور تلواروں کی پروا نہیں کرتا بلکہ دشمنوں کے لشکر میں دھنستا چلا جاتا ہے اپنے سوار کی حفاظت کرتا ہوا۔ اب آپ حسینؑ کا انتخاب دیکھیں کہ عقاب علی اکبرؑ کو دیا، میمون قاسمؑ کو دیا، مرتجز عباسؑ کو دیا ذوالجناح کو اپنے پاس رکھا۔ اب ان گھوڑوں کی معرفتِ امام دیکھیں اس لئے میں اُس واقعے کے سبب یہاں تک آیا ہوں تا کہ ربط دے سکوں اور آپ کو بتا سکوں کہ چاہے کربلا کی جنگ ہو یا گیارھواں معصوم جو بھی حالات ملیں گے وہ یہاں بھی مل جائیں گے یعنی اولوالامر کی سیرتوں میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔

اور جب مرتجز پر چلے جنابِ عباسؑ تو ایک بار کانوں میں گھوڑے کی پہچانی ہوئی آواز آئی۔ مڑے، اب جو مُڑ کر دیکھا تو خوبصورت ترین گھوڑی جس کا نام طاویہ تھا اور جو امامِ حسنؑ کی خاص گھوڑی تھی سواری کی اور مدائن کے میدان میں لڑ کر معاویہ کے لشکر نے امام حسنؑ سے چھین لی تھی۔ اب یہ عباسؑ کی ایک اور فتح دیکھیں۔ علم کی حفاظت، مشک کی حفاظت، فرات کا لے لینا اُن فتوحات میں ایک یہ بھی فتح ہے، سب سے پہلے یہ کام کیا کہ وہ پہلوان مارِد جو طاویہ پر سوار ہے آگے بڑھے اُس سے جنگ ہوئی پہلے اُسے قتل کیا ابھی فرات کا رُخ نہیں کیا۔ اُسے قتل کیا اور قتل کرنے کے بعد طاویہ کو قبضے میں کیا تو طاویہ نے عباسؑ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ برسوں کے بعد آلِ محمدؐ کے گھرانے کے کسی فرد کی زیارت کی اور خوشی میں آنکھ سے آنسو جاری تھے تو اب عباسؑ نے یہ کیا کہ مرتجز کو وہاں سے واپس کیا، طاویہ پر سوار ہوئے تا کہ اس پر سوار ہو کر پہلی فتح لشکر کو دکھاتے ہوئے جائیں۔

بعدِ رسولؐ خدا مدینے میں عباسؓ بن عبدالمطلب نے خلیفۂ وقت کے سامنے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں جانشینِ رسولؐ ہوں اور تبرکاتِ رسولؐ مجھے دے دو تو کیوں کیا عباس نے یہ دعویٰ صرف اس لئے کیا تا کہ مسجدِ نبوی میں یہ ظاہر ہو جائے جس کے پاس تبرکاتِ رسولؐ جائیں گے وہی اصلی وارث ہے نبی کا۔ لباسِ رسولؐ، اسلحہ، زرہ، خود، گھوڑا، تلوار، علیؑ نے کہا آ جانا مسجدِ نبویؐ میں چچا کو بلا لیا سامان آ گیا، کہا یہ ذوالفقار ہے، یہ رسولؐ کا عمامہ ہے، عبا یہ ہے اور یہ سامنے ذوالجناح موجود ہے لباس پہنئے تلوار کمر میں لگایئے اور جایئے ذوالجناح پر سوار ہویئے سب لے جایئے۔ عباسؓ نے چاہا کہ ذوالفقار کو اُٹھا لیں، عباسؓ اتنے شجاع، لحیم شحیم آدمی سے ذوالفقار اُٹھ نہ سکی۔ اب یہ معجزہ ہے ذوالفقار کا کہ غیر معصوم سے نہ اُٹھ سکتی ہے اور نہ غیر معصوم سے چل سکتی ہے۔ نہیں اُٹھ سکی تو اب کیا ہوا علیؑ نے کہا دیکھئے لباس پہنا رسولؐ کا، کہا دیکھو لباس ٹھیک ہے میرے جسم پر عمامہ سر پر رکھا دوش پہ عبا ڈالی، کمر میں پٹکا باندھا، تلوار کمر میں لگائی گھوڑے کے قریب گئے گھوڑے پر بیٹھے، سواری کی واپس آئے جب عباسؓ گھوڑے کے قریب گئے تھے تو گھوڑے نے عباس بن عبدالمطلبؓ کے ساتھ بے ادبی کی واپس آ گئے۔ علیؑ گئے گھوڑے نے گردن جھکا دی، اب سات سال کا سن ہے حسنِ مجتبیٰ کا، کہا بیٹا یہ لباس اپنے نانا کا پہن لو بیٹے کے جسم پر لباس ٹھیک کمر میں ذوالفقار حمائل کی اور شہزادہ گھوڑے کی طرف چلا گھوڑے پر سوار ہوئے علیؑ کی شان سے گھوڑے کو کاوا دے کر سواری کر کے واپس آئے حسینؑ کا سن بھی سات برس کا ہے حسنؑ سے ایک سال چھوٹے ہیں، مولا علیؑ نے کہا حسینؑ یہ لباس پہنو نانا کا۔ حسینؑ نے بھی لباس پہنا، کمر میں ذوالفقار لگائی علیؑ نے کہا جاؤ

گھوڑے پر سوار ہو جاؤ مسجدِ نبویؐ کا مجمع ہے اُس نے یہ منظر دیکھا کہ ابھی تک علیؑ آئے تھے حسن آئے تھے ذوالجناح نے گردن جھکا دی تھی، جیسے ہی ذوالجناح نے دیکھا حسینؑ آ رہے ہیں تاریخ نے لکھا چاروں گھٹنے موڑ کر زمین پر بیٹھ گیا حسینؑ گئے سوار ہوئے پھر موّرخین لکھتے ہیں کہ ذوالجناح بہت آہستہ آہستہ اُٹھنا شروع ہوا اور صحن میں بہت آہستہ آہستہ چلنے لگا کہ سوارِ دوش محمدؐ مجھ پر سوار ہوا ہے اور شاید قدرت کو یہ منظور ہے کہ ذوالجناح یہ احترام جو تو نے کیا ہے جب آخری بار سواری کرے یہ شہزادہ تو ایسا ہی کرنا تو اس گھر سے جانور بھی معرفت رکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں امامِ وقت کو تو وہ کربلا ہو یا علیؑ کا دور ہو یا گیارھویں امام کا دور ہو تو امام نے یہ معجزہ دکھایا کہ جانور جو ہیں وہ سرکشی نہیں کیا کرتے آلِ محمدؐ سے، گواہی دے دی گھوڑے پر سواری کر کے اور اب امام کے وہ معجزات ہیں جو اپنے چاہنے والوں کے ساتھ ہیں امامؑ اپنے چاہنے والوں کو نہیں بھولتے۔ ابنِ عیاش امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں آیا اُس نے کہا مولا بڑا غضب ہو گیا کہا کیا ہوا کہا خلیفہِ وقت نے ایک قیمتی نگینہ دیا تھا مجھے یاقوت دیا تھا، اور یہ کہا تھا کہ اِسے تراش کر لاؤں، انگوٹھی بنا کر مولا اُسے تراش رہا تھا میں کہ نگینہ ٹوٹ گیا، دو ٹکڑے ہو گیا اب میں ڈرتا ہوں کیا ہوگا میں قتل کر دیا جاؤں گا، بادشاہ کے غصے سے تو آپ واقف ہیں، امام مسکرائے کہا ابنِ عیاش آرام سے گھر جاؤ کوئی پریشانی کی بات نہیں کہا مولا آپ مسکرا رہے ہیں میں مشکل میں پڑ گیا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے گھر والوں کو آپ کے حوالے کر دوں۔ (بہت غور سے سنیں بچے اور جوان) وہ کہتا ہے بال بچوں کو میں آپ کے حوالے کر دوں اور اُس کے بعد میرا تو جو انجام ہوگا تو ہوگا کہا ابنِ

عِیاش پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے جاؤ تم گھر جاؤ۔ اب یہ پریشان چلے کہ میں تو مدد مانگنے گیا تھا اور مولا مسکراتے رہے کیوں؟۔ لیکن جب گھر آیا ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی گھر میں داخل ہوئے کہ شاہی سپاہی آ گئے انہوں نے کہا چلو خلیفۂ وقت نے بلایا ہے، یہ کانپنے لگا اور سپاہیوں سے کہا کہ اتنی سی مہلت دو کہ میں اپنے امام سے مل لوں، گئے کہا مولا دیکھئے وہ وقت آ گیا اب بلایا ہے خلیفہ نے اب میں زندہ نہ واپس آؤں گا، اپنا گھر اپنے بچوں کو آپ کی امان میں دے کر جا رہا ہوں۔ کہا ابنِ عِیاش چلے جاؤ کوئی پریشانی کی بات نہیں، جاؤ چلے جاؤ مسکرا رہے ہیں امام یہ مسکراہٹ بڑی معنی خیز ہے آپ کے گیارھویں امام کی، اس پر غور کریں یعنی مسکراتے نہ صرف کہہ دیتے کہ اطمینان سے رہو۔ مسکراہٹ چہرے پر مورخین نے لکھا کہ یہ مسکراہٹ اشارہ کر رہی ہے کسی جانب۔ اب ابنِ عِیاش دربار میں پہنچا اور جیسے ہی دربار میں داخل ہوا ایک بار خلیفۂ وقت نے آواز دی ابنِ عِیاش آ گئے تم اور یہ کانپ رہے ہیں تھر تھرا رہے ہیں کہ کیا حکم ملنے والا ہے، کہا ہاں آ گیا، کہا ابنِ عِیاش اُس دن تمہیں ایک نگینہ دیا تھا، یاقوت دیا تھا، کہا ہاں دیا تھا، کہا اُسے توڑ کر دو ٹکڑے کر دو اس لئے کہ جب تم لے کر گئے تو میری دونوں بیویوں میں جھگڑا ہو گیا ایک کہتی تھی کہ میں انگوٹھی لوں گی ایک کہتی تھی کہ میں انگوٹھی لوں گی میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دو کر کے دونوں کو دے دوں۔

قرآن کی حفاظت میں امام کا کارنامہ عظیم تر ہے، اب رسولؐ نے یہ کہا تھا کہ قرآن اور عترت ساتھ ہیں، امامت کی گیارھویں منزل تک قرآن اور عترت ساتھ ہیں اور ساتھ ساتھ کوثر تک جائیں گے، تاریخ میں لکھوا کر معصوم جایا

کرتے ہیں کہ ہاں ساتھ ہیں اور اسحاقِ کندی نے یہ کہا ہے کہ قرآن میں جتنی غلطیاں ہیں ایک جگہ کر کے کتاب چھاپوں گا، اعلان پورے عرب میں ہو گیا ہے، اسحاق کندی کہتا ہے کہ کہیں تضاد ہے، کہیں قواعد کی غلطی ہے، کہیں کچھ ہے، کہیں کچھ ہے اور میں یہ غلطی نکال دوں گا اور کتاب لکھوں گا، امام کے کانوں تک بھی بات پہنچ گئی، اسحاق کندی کا کوئی شاگرد آیا کہا تو سمجھاتا نہیں اپنے استاد کو، کہا میں استاد کو کیسے سمجھا سکتا ہوں، بڑا مانا ہوا فلسفی ہے، لیکن دہریہ ہے، اسحاقِ کندی دہریہ ہے، کہا اچھا اب جانا اپنے استاد کے پاس تو یہ کہہ دینا کہ کیا تم نے جس آیت کے معنی لئے ہیں مفہوم سمجھا ہے کیا یہی معنی مالک کائنات نے بھی لئے ہیں۔ شاگرد نے ایک دن جا کر کہہ دیا یہ جو آپ غلطی نکال رہے ہیں جس لفظ اور جس آیت کے معنی آپ سمجھ رہے ہیں اللہ کا بھی یہی مطلب تھا، یہی معنی اُس نے بھی فرض کیئے ہیں۔ ایک بار سر اُٹھایا چونکا کہنے لگا یہ بات تمہارے ذہن میں کہاں سے آئی، یہ تو تم نے عجیب بات کہہ دی اور یہ تم نہیں کہہ سکتے یہ کوئی اور بول رہا ہے۔ دیکھئے اسحاقِ کندی نے پہچان لیا کوئی اور بول رہا ہے تو شاگرد نے بتا دیا کہ ہاں امام حسن عسکریؑ نے یہ کہا ہے، کہا اچھا یہ کہا ہے انہوں نے، کہا ہاں، کہا کتاب لے آ جو میں نے لکھی ہے وہ کتاب لایا چراغ کی لَو میں لگا کے پوری کتاب جلا دی۔ اب اگر وہ کتاب آ جاتی تو آج کتنی بحثیں ہو رہی ہوتیں اس مسئلے پر غور کریں آپ کہ بتا دیا کہ میرا وجود جو ہے عترت کا وجود حفاظتِ قرآن ہے جب تک ہم ہیں روئے زمین پر کتاب کی حفاظت ہوگی اور اُس میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ اگر کوئی بڑا ماہر ہے، مفسّر بننا چاہ رہا ہے اور یہ سمجھ کر ترجمہ کر رہا ہے تفسیر کر رہا ہے تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ جو معنی اُس

نے آیت کے لئے وہی معنی ہیں۔ ہم آلِ محمدؐ وہ معنی لیتے ہیں جو اللہ نے بیان کئے ہیں۔ دنیا والے وہ معنی لیتے ہیں جو وہ سمجھے، ہمارا علم الگ ہے دنیا والوں کا علم الگ ہے۔

یہ معصوم کے کارنامے ہیں اور زندگی کے واقعات ملتے ہیں یہ میں نے کسی تقریر میں کہا بھی تھا کہ کاش تمام معصومینؑ کی مکمل سوانحِ عمریاں لکھی جاتیں، ہمارے نوجوان پڑھتے اُنہیں اور مستفید ہوتے۔ حالات بھرے پڑے ہوئے ہیں کتابوں میں عربی اور فارسی کی کتابوں میں اُردو میں منتقل نہیں ہو رہے ہیں اور اس طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے اور اسی لئے میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھیں صرف اس لئے ذہن آپ کا منتقل کرتا ہوں تاکہ یہ احساس باقی رہے کہ ہم سے پہلے والے بہتر تھے یا ہم بہتر ہیں اور یہ یاد رکھئے کہ وہ جو گزر گئے اُن کا آپ شکوہ نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے لئے کام نہیں کر کے گئے لیکن بعد میں نئی آنے والی نسلیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں کوسیں۔ اس نسل کو جو گزر گئی ہے کم از کم پلٹ کر دیکھئے کہ ایک ہندو نول کشور کیا تھا اُس کو شیعیت سے کیا محبت تھی، تجارت تھی اُس کی لیکن شیعوں کی کوئی کتاب ایسی نہیں بچی جو اُس نے چھپوائی نہ ہو اور آج اس پاکستان میں جو کتاب خانے لوگوں کے پاس ہیں اور جہاں جہاں بھی کتب خانے بھرے پڑے ہیں وہ سب نولکشور کا احسان ہے وہ چاہے اُردو کی کتابیں ہوں یا عربی فارسی کی کتابیں حدیث وفقہ کی کتابیں سب نولکشور پریس سے چھپی ہوئی اور ہندوستان میں چھپ چکی ہیں۔ آج آپ کے پاس کوئی پریس نہیں ہے، نہ کوئی ادبی ادارہ ہے، نہ کوئی آپ کے پاس ایسا ریسرچ سینٹر قائم ہے جہاں اسکالرز بیٹھ کر ریسرچ کر سکیں،

امام تو بتا گئے کہ دیکھو ہمیں تھوڑی سی آزادی مل گئی تھی، جب ہمیں قید نہیں ملی تھی بنی اُمیّہ اور بنی عباس لڑ رہے تھے، ہم نے مدینے میں ایک اکیڈمی قائم کر دی تھی۔ جرمنی اسکالرز نے لکھا کہ جعفرِ صادق نے جو اکیڈمی بنائی اُس کو مذہبی انداز پر نہیں اُٹھایا بلکہ مضامین لکھوائے، ہر سبجیکٹ پر لکھوایا اور انعام بھی دیئے انعام دیتے تھے، مقابلہ کرواتے تھے اب جہاں جہاں سے بھی شاگرد آئے ہیں یونان، مصر اور ایران سبجیکٹ دیئے، کسی کو منطق، کسی کو کیمیا، کسی کو فلسفہ مقالے تیار ہو رہے ہیں اور آپ کے گیارھویں معصوم تک، یہ معصوم ہے جس نے تفسیرِ قرآن مکمل لکھوا دی اور ہم تک تفسیر جو پہنچی وہ اسی معصوم کی تفسیر ہے جو ہمارے پاس کچھ چیزیں بچی کھچی رہ گئیں ہیں۔

اور یہ امام حسن عسکریؑ کا معجزہ تھا کہ آیتوں کی تفسیر کو محفوظ کروا دیا اور اب تقریر کا رُخ دوسری طرف جا رہا ہے صرف اس لئے کہ معصوم کی عمر جو ہے وہ کل اٹھائیس سال ہے نویں امام کی عمر پچیس سال وفات کے وقت شہادت کے وقت امام حسن عسکری کی عمر اٹھائیس سال تھی، اب دیکھیں پچیس اور اٹھائیس کیا عمریں ہوتی ہیں لیکن اس اٹھائیس سال کی عمر میں بھی جو کام منصبِ امامت کے ساتھ تکمیل تک پہنچایا اور امامؑ سے آخری کام جو قدرت لے رہی ہے وہ یہ ہے کہ ابھی دسویں امام زندہ ہیں اور ابھی گیارھویں امام کی عمر جو ہے وہ انیس سال کی یا اکیس سال کی ہے اور امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے غلام بشر بن سلیمان کو بلایا اور کہا بشر بن سلیمان یہ دو اشرفی کی تھیلیاں اور یہ خط لے کر جاؤ اور سیدھے یہاں سے دجلہ کے کنارے جانا کچھ کشتیاں آرہی ہیں ایک کشتی آئے گی اور اُس پر سے ایک بردہ فروش اُترے گا اُس کے ساتھ کچھ کنیزیں ہوں گی، جوان

لڑکیاں ہوں گی اُن کنیزوں میں ایک کنیز کو تو دیکھے گا کہ جو بہت نحیف اور بیمار سی لگے گی لیکن کشتی سے وہ اُترے گی نہیں بلکہ بہت بول رہی ہوگی اور وہ رومی زبان میں بولے گی اور کبھی عربی میں بولے گی اور وہ بار بار یہ کہے گی کہ کوئی خریدار میری طرف نہ بڑھے مجھے خریدنے کی کوشش نہ کرے اور مجھے ہاتھ نہ لگائے چہرہ اُس کا نقاب سے چھپا ہوگا تم جانا اور اُس بردہ فروش سے یہ کہنا کہ اس کی قیمت کیا ہے تو وہ جو قیمت بتائے اُس کے حوالے یہ تھیلیاں کر دینا اور اُس کنیز کے حوالے یہ خط کر دینا۔ بشر بن سلیمان کہتے ہیں کہ امام کے ارشاد کے مطابق میں دجلہ کے کنارے پہنچا اور جیسا کہ امام نے ارشاد کیا تھا ایک کنیز جو ہے مسلسل رومی زبان میں اور عربی زبان میں بار بار بات کرتی ہے میں نے بڑھ کر اُس کے ہاتھ میں وہ کاغذ دے دیا اِدھر میں بردہ فروش سے قیمت چکانے لگا جب قیمت مکمل ہوئی جو بات طے ہوئی میں نے تھیلیاں اُس کے حوالے کیں اور اُدھر منظر میں نے یہ دیکھا کہ اُس کنیز نے اُس خط کو کھول کر اپنی آنکھوں سے لگایا، بوسے دیئے۔

اب وہ کنیز کو لے کر چلا تو اب بشر بن سلیمان پوچھتا ہے کہ کیا معجزہ ہوا تمہارے ساتھ میری سمجھ میں نہیں آیا، کہا ارے مجھے کوئی ہاتھ کیسے لگا سکتا تھا میں روم کے شاہ کی پوتی ہوں میرا نام ملیکہ ہے اور سنو میں یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ میرے دادا نے اپنے پوتے کے ساتھ یعنی میرے چچا کے بیٹے کے ساتھ میرے عقد کی تیاریاں کیں تھیں دربار سجا ہوا تھا، دارالحکومت میں دھوم دھام کے ساتھ میرے عقد کی تیاریاں کی جا رہی تھیں، دربار سجا ہوا تھا، چاروں طرف جہاں مہمان بیٹھے تھے، بڑے بڑے بت نصب کر دیئے گئے تھے اور جب

تخت پر، شاہی تخت پر بٹھایا گیا لاکر میرے چچا کے بیٹے کو اور چاہا پادریوں نے کہ اب نکاح کر دیں ایسے میں طوفان آیا آندھی آئی صلیبیں گر گئیں، بت فرش پر گر کر ٹوٹ گئے، پادریوں نے کہا یہ کیسی نحوست ہے، تو میرے دادا نے ارادہ بدلا اور میرے دوسرے چچا کے بیٹے کے ساتھ چاہا کہ شادی ہو جائے لیکن جب اُس کے ساتھ بھی یہی ہوا اور اسی طرح طوفان آیا تو اب میرے دادا نے ملتوی کر دیا کہ وہ میری شادی کریں اور اُس کے بعد اُسی رات کو میں نے خواب دیکھا کہ حضرت عیسیٰؑ آئے ہیں اور اُن کے ساتھ مسلمانوں کے نبی محمدؐ اور علی مرتضیٰؑ اُن کے وصی بھی آئے ہیں، جنابِ مریمؑ بھی آئی ہیں اور آتے ہی رسولِ خدا نے جناب عیسیٰؑ سے کہا کہ تمہارے نائب شمعون کی بیٹی سے میں اپنے فرزند حسن عسکری کا عقد کرنا چاہتا ہوں۔ نسل کیا ہے ماں کی طرف سے یہ کنیز نہیں ہے یہ روم کی شہزادی ہے اور ماں کی طرف سے اس کا شجرہ نائب عیسیٰؑ شمعون تک پہنچتا ہے اور باپ کی طرف سے اس کا شجرہ یعنی حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں امام حسن عسکری ہیں اور اسحاق کی نسل میں شاہِ روم ہے۔

ابراہیمؑ کے دو بیٹے اسحاق اور اسماعیل کی نسل کے سلسلے حسن عسکریؑ اور نرجس خاتون کی صورت میں اس طرح مل رہے ہیں یہ آلِ محمدؐ کے گھر کی آخری شادی ہے جو دنیا والوں نے دیکھی اسحاقؑ کی نسل میں نرجس خاتون ہیں اور بتایا کہ اُس کے بعد ختمی مرتبتؐ نے اجازت دی اور شمعون نے خواب میں کہا کہ میں خوشی سے اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوں اور اب میں نے اُس جوان کو دیکھا رسولؐ کے پہلو میں، جس کی عمر اکیس سال کی تھی اور وہاں پر عقد ہونے جا رہا تھا روم میں جہاں تخت بچھایا گیا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ وہیں کچھ فرشتوں نے لا کر

منبر رکھا اور نور کا عالم دیکھا میں نے اور اُس منبر پر جا کر تمہارے نبیؐ نے میرا عقد پڑھا اُس جوان کے ساتھ جس کا نام حسن عسکریؑ ہے اور جب خدمت میں آئیں تو فوراً امام علی نقی علیہ السلام نے اپنی بہن حکیمہ خاتون کے سپرد کیا عقد کرنے کے بعد اور کہا اس کی حفاظت کیجئے اس کے بطن سے آخری امام پیدا ہونے والا ہے۔

حضرت نرجس خاتون نے مزید اپنی روداد سنائی کہ جب میں بیماری ہوئی اور فکر میں رہنے لگی اور دعا کرنے لگی کہ ایک بار پھر اُس جوان کو خواب میں دیکھوں۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ رسولؐ کی بیٹی فاطمہؑ آئیں ہیں اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ ملیکہ بہت جلد تو سامرہ پہنچنے والی ہے اور تیری ملاقات میرے بیٹے سے ہوگی۔ لیکن ایسا کرنا کہ تیرا دادا اپنا لشکر بھیجنے والا ہے عرب پر حملہ کرنے کے لئے جب لشکر کے غلام اور کنیزیں نکلیں محل سے تو تو بھیس بدل کر اُن کنیزوں کے ساتھ شامل ہو جانا اور تو اس طرح دجلہ تک پہنچے گی اور دجلہ سے آکر ہمارا آدمی تجھے اُس جگہ تک پہنچا دے گا اور جب پہنچیں ملیکہ تو اب نرجس خاتون کا خطاب ملا اور گیارھویں امام کی زوجہ قرار پائیں اور ہمارا اور آپ کا آخری امام نرجس کی گود میں آیا۔ نرجس کی گود میں گویا گلِ نرجس کھل گیا اور اس شان سے کہ حکیمہ خاتون کو حجرے میں بھیجا تھا لیکن حکیمہ خاتون یہ کہتی ہیں کہ ایسا نور کا عالم ہوا کہ میرے اور نرجس کے درمیان ایک پردہ حائل ہو گیا اور جو پردہ ہٹا حجرے کا چراغ گل ہو گیا۔ لیکن روشنی تھی اب یہ پردہ ہٹا تو میں نے اُس بچے کو دیکھا جو زمین پر سجدہ کر رہا تھا اور آیات کی تلاوت کر رہا تھا یہ ہے شان حسن عسکری کے لعل کی اور اب اگر نظر آیا ہے بچہ تو گھر میں صرف کہ حکم یہ

ہے معتمد کا کہ گھر میں جو کنیز بھی جس کے یہاں ولادت ہونے والی ہو اُس کنیز کو گرفتار کرلیا جائے اب شاہی کی یہ پوری کوشش ہے اُسی طرح جس طرح نمرود عورتوں کو قتل کروا رہا ہے کہ ابراہیمؑ پیدا ہونے نہ پائیں اور وہاں دارالحکومت بابل سے دور پہاڑی کی ایک غار میں جنابِ تارخ اور جنابِ مثلی بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ بچہ سامنے انگوٹھا چوس رہا ہے اور جنابِ تارخ کہتے ہیں جنابِ ابراہیمؑ کے والد کہ مثلی تم نے اس بچّے کی پیشانی میں اس نور کو دیکھا، کہا ہاں نور تو میں نے دیکھا، یہ کیسا نور ہے؟ کہا سنو صحیفۂ الیاسؑ اور ادریسؑ میں یہ لکھا ہے کہ اس کی نسل میں آخری نبیؐ آنے والا ہے، یہ نور اِس کی پیشانی پر اُسی کا ہے اور بچّہ جو ہے وہ پروان چڑھ رہا ہے، نمرود کی حکومت کا خاتمہ کرنے کے لئے۔ اِسی طرح فرعون اس کوشش میں ہے کہ مصر کی عورتوں کو قتل کردیا جائے تاکہ موسیٰؑ پیدا نہ ہوسکیں لیکن قدرت کا نظام کہ بچہ آئے گا اور تیری گود میں پلے گا تو اب یہ قدرت کا نظام جہاں تک آئے گا اس لئے کہ اب آخری حجت ہے اور اب بس قیامت تک نہ کسی نبی کو آنا ہے نہ کسی امام کو آنا ہے بڑا اہم منصب ہے اس لئے قدرت کو بڑی حفاظت کرنی ہے تو اب نگاہوں سے پوشیدہ اور کوئی دیکھ نہیں سکتا کوئی مل نہیں سکتا اور اب یہ گیارھویں امام کا آخری وقت ہے۔ زہر دے دیا ہے خلیفۂ وقت نے زہر نے اثر کیا، اٹھائیس سال کی عمر آخری وقت ہے اور اب قریب جو ہیں وہ نرجس خاتون ہیں بال بکھرائے ہوئے، آنکھوں میں آنسو اور آپ کے ولیِ عصرؑ کو گود میں لئے ہوئے سات سال کی عمر ہے بچے کی اور اب نرجس خاتون بڑھ کر کہتی ہیں (بڑے غور سے آپ نے تقریر سنی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میرے نوجوان ذہن میں محفوظ رکھیں)۔ نرجس خاتون کہتی ہیں

میرے والی، میرے وارث، میرے سرتاج آپ تو دنیا سے جارہے ہیں اب اس بچے کی حفاظت کون کرے گا گھر کو گھیر لیا گیا ہے، فوجیں آچکیں ہیں اور یہ کہا ہے خلیفۂ وقت نے کہ گھر میں جو ہواُسے قتل کردیا جائے میں اپنی حفاظت کیسے کروں گی اور اس بچے کی حفاظت کیسے کروں گی۔ معصوم نے دیکھا، زوجہ سے کہا نرجس گھبراؤ مت اللہ میرے لعل کی حفاظت کرے گا لیکن اس وقت تم پچھلے دروازے سے نکل کر چلی جاؤ اور سامرے کے فلاں فلاں محلے میں فلاں فلاں گلی میں پہنچ کر یہ بچہ اشارہ کرے جس دروازے کی طرف اُس دروازے پر دستک دینا اور اُس گھر سے جو نکلے گا وہ تمہاری اور تمہارے بیٹے کی حفاظت کرے گا۔ جب تک کہ بیٹا جوان نہ ہوجائے۔ نرجس نے ہاتھ باندھ کر پوچھا کہ میرے والی اُس کا نام بھی بتادیں وہ کون بزرگ ہیں، کہا نرجس سنو اچھا تم سننا چاہتی ہو سنو میرے جد عباسؑ نے کربلا میں یہ قسم کھائی تھی کہ جب تک میں جیوں گا آلِ محمدؐ کی حفاظت کروں گا، اولادِ رسولؐ رہے گی حفاظت کا ذمہ ہم لیتے ہیں میرے جد عباسؑ کی اولاد میں ایک بزرگ ہیں جو بارھویں امام کی حفاظت کریں گے۔ نرجس تمہاری بھی حفاظت کریں گے۔

حفاظت کی ذمے داری کا منصب عباسؑ کی اولاد کے پاس ہے کہ آخری حجت کی وہ حفاظت کریں، حفاظت ہوئی اور اُس کے بعد آپ سنتے رہتے ہیں تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ یہ امام اُس کا وجود، اس کی عظمت صرف وہ موضوعات ہیں، وہ مسائل ہیں کہ جو فقہی مسائل کے پردے میں رہ کر بتائے ہیں ملاقات کے واقعات میں اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں ہیں، علاماتِ ظہور میں علاماتِ ظہور پر قیامتِ صغریٰ کے نام سے قمر

عباس زیدی صاحب نے کتاب بہت خوبصورت سی لکھ دی جو اُردو میں موجود ہے اور بچوں کو پڑھنی چاہئے جوانوں کو کہ جس میں علامات لکھی گئیں ہیں کب ظہور ہوگا اُس سے پہلے کیا کیا حالات پیدا ہوں گے تو یہ ساری تفصیلات کے لئے عشرے چاہئیں ایک تقریر میں بیان نہیں ہوسکتیں، تقریر کے آخر میں بتانا صرف یہ ہے کہ آٹھویں امام کے دور سے بنی عباس نے بار بار یہ دعویٰ کیا گیا کہ رسولؐ کی بیٹی کی اولاد وارثِ رسولؐ نہیں ہوسکتی، اس کا جواب کیا ہے اور قدرت نے کیا انتظام پہلے سے رکھا اب آپ غور کریں کہ وہ اللہ جس نے عیسیٰ کو زندہ رکھا وہ چاہتا تو نبوت کو ختم کرسکتا تھا یوسفؑ پر، وہ چاہتا تو موسیٰؑ پر ختم کرسکتا تھا۔ موسیٰؑ کو آسمان پر اٹھالیتا اُن کو زندہ رکھتا، یعقوبؑ کو زندہ رکھتا، شعیبؑ کو زندہ رکھتا، ایوبؑ کو زندہ رکھتا، داوٗدؑ یا سلیمانؑ کو زندہ رکھتا، یہ کس لئے بنی اسرائیل کی نبوت کو عیسیٰؑ پر ختم کر کے عیسیٰؑ کو زندہ رکھا اور آسمان پر اُٹھالیا۔ بس ایک جملہ ہے وہ کہہ کر آگے بڑھ جاؤں کہ یہ قدرت نے انتظام اس لئے کیا ہے تاکہ جب فاطمہؑ کا لعل آئے تو میں آسمان سے مریمؑ کے لعل عیسیٰؑ کو بھیجوں اور اگر دنیا اُس وقت بھی یہ دعویٰ کرے کہ بیٹی کی نسل سے کیسے امامت ملا کرتی ہے تو عیسیٰؑ پلٹ کر کہیں کہ جس طرح مجھے ماں کی طرف سے نبوت ملی ہے۔

یعنی بیٹی والے کی گواہی بیٹی والا دے تاکہ دنیا اُس دن کچھ نہ کہہ سکے کہ کیسے امامت نسل میں آئی۔ بیٹی والے کے سامنے دیکھ لو تو یہ انتظام ہے کہ باپ رکھا ہی نہیں گر باپ ہو جاتا تو کہیں نہ کہیں سے دنیا شجرہ ملا کر کہتی کہ عیسیٰ باپ کی طرف سے نبوت پا رہے ہیں اس لئے کہا باپ رکھیں گے ہی نہیں تاکہ رجسٹرڈ ہو جائے کہ ماں کی طرف سے نبوت پا رہا ہے پھر شک نہ کرسکو

آخری حجت پر اور وہ پیچھے نماز پڑھ کر بتا دے کہ یہ افضل ہے میں اس کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔

معصوم کہاں ہیں؟ اور اگر ہیں تو اُن کے ہونے سے فائدہ کیا ہے؟ صرف وہ سوالات ہیں کہ جن کے جوابات دیئے جا سکتے ہیں اور موضوع بنائے جا سکتے ہیں۔ اگر ہیں تو فائدہ کیا؟ اور کب آئیں گے؟ اب اس سے زیادہ مصیبت کا دور اور کیا ہوگا مسلمانوں کے لئے کہ یہ کیوں نہیں آتے؟ تو میں نے ابھی پچھلے جمعے کو امام بارگاہِ بوتراب میں مجلس پڑھتے ہوئے بعدِ نماز جمعہ یہ کہا تھا، وہی جملے دُہرا رہا ہوں کہ بھئی کیوں آ جائیں وہ یہ تو صحیح ہے کہ آپ دعا کرتے رہیں غافل نہ رہیں تاکہ یاد رہے اور بھولیں نہیں کہ امام جو ہے نہیں ہے بلکہ یاد رہے کہ ہمارا امام موجود ہے اور ہم یقین میں ہیں، ملتِ جعفریہ یقین میں ہے کہ امام موجود ہے دعا کرتے رہیں آنے کی لیکن کیوں نہیں آتے تو مسئلہ دراصل یہ ہے کہ جب نمرود نے آگ جلائی، لکڑیاں ڈالی گئیں، شعلے بلند ہوئے تو قدرت اگر چاہتی کہ یہ لکڑیاں ڈال رہے تھے آگ روشن کر رہے تھے تو اُن کے ہاتھ اللہ شل کر دیتا اور جب ابراہیمؑ کو منجنیق میں بٹھایا جا رہا تھا تو اُس وقت جب منجنیق گھوم رہی تھی اُس وقت نمرود کے درباریوں کے ہاتھ شل کر دیئے جاتے ابراہیمؑ آگ میں پھینکے ہی نہ جاتے لیکن نہیں قدرت نے یہ ہمیشہ کہا ہے کہ انسان کی حدیں جہاں تک ہیں وہ اپنی حسرتیں نکال لے، آگ جلا لے، نمرود منجنیق پر بٹھا لے جہاں انسانوں کی حدیں ختم ہوگئیں وہاں سے قدرت کی حدیں شروع ہوگئیں تم نے فضا میں پھینک دیا اب یہ ہماری ذمے داری کہ ہم آگ کو گلزار بنا دیں۔

جب قدرت یہ کہہ رہی ہے کہ اس کائنات کی آگ دشمنی کی آگ یہ ہر طرح

کی آگ ایک طرف اور یہ جو ایٹم اور اسلحے کی لڑائی کی آگ ہے اور یہ ہے کہ مغرب میں آگ نظر آئے گی علامات ہیں اور مشرق میں آگ نظر آئے گی تو اب نارِ نمرود بنالو، دنیا کی اپنی حسرتیں نکال لو، اللہ کا ارادہ ہے کہ جہاں سے تمہاری حسرتیں ختم ہوں گی وہاں سے مہدیؑ کو لا کر اپنی حدیں دکھائیں گے۔

اور فخرِ ابراہیمؑ آ کر اسی دنیا کی اس نارِ نمرود کو گلزارِ ابراہیمؑ بنا دے گا اور حق و انصاف سے دنیا کو بھر دے گا اور یہ دنیا خوبصورت بنا دے گا تو تم اپنی حسرتیں نکال لو ابھی تو تیسری عالمگیر جنگ کہاں لڑی گئی ہے، ابھی تو روس امریکہ اور چین کہاں کُودے سعودی عرب میں، ابھی وہ سیاہ جھنڈے کہاں نظر آئے، ابھی مسلمانوں کے ملکوں میں آپس میں لڑائیاں شروع ہوئی ہیں کہ وہ علامتیں قریب آتی جارہی ہیں اور اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ہیں تو پھر کہاں ہیں؟ لیکن جب پوچھا گیا تھا امام حسن عسکریؑ سے کہ جب وہ چھپ جائیں گے تو اُمت کو فائدہ کیسے پہنچائیں گے۔ ایک جملہ کہا تھا گیارھویں معصوم نے کہ میرا بیٹا غیبت میں رہ کر اپنی قوم کی اس طرح مدد کرے گا جس طرح بادل کے پیچھے رہ کر آفتاب روشنی پھیلاتا ہے تو اگر اب یہ دیکھنا ہے کہ مدد کس طرح ہوتی ہے تو تاریخ میں آپ واقعات دیکھتے چلے جایئے جن کے ساتھ تجربے ہوئے اُن سے جا کر پوچھ لیجئے اور ملتے ہیں تاریخ میں ایسے واقعات کہ کویت میں ایک صاحب تھے وہ ریٹائرڈ ہوئے تو علما سے مجتہدین سے پوچھا کہ میں نے بڑی رشوت لی میں نے بڑے گناہ کئے میں نے جھوٹ بھی بولا، گناہ کیسے معاف ہوں گے۔ علما نے یہ کہا کہ زیادہ سے زیادہ یہ کرو کہ پابندی سے پانچوں وقت کی نماز پڑھو نماز کوئی قضا نہ ہو اور اگر پیسہ ہو تمہارے پاس تو حج و زیارت کے لئے

جاؤ انشاء اللہ امید ہے کہ اللہ اپنی رحمت سے تمہیں نوازے گا اور گناہ معاف ہو جائیں گے، سب کچھ کیا نماز پابندی سے پڑھنے لگے اور اب زیارات کے لئے چلے پانی کے جہاز پہ بیٹھے، جہاز رواں ہے عرشے پر بیٹھے مسافروں سے بات کر رہے تھے کہ اچانک اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اذان کی آواز سنی تم نے تو ساتھیوں نے کہا کہ یہاں سمندر میں کہاں اذان کی آواز، کہا میں سن رہا ہوں، میں چلا اذان ختم پر ہے میں جا رہا ہوں اور یہ کہہ کر سمندر میں کود گئے بیہوش ہو گئے اب کہتے ہیں کہ میری آنکھ جو کھلی تو میں نے اپنے آپ کو ایک خوبصورت جزیرے میں پایا، سرسبز و شاداب جزیرہ عمارتیں دیکھیں تو بلند خوبصورت سفید عمارتیں آگے بڑھا تو اب شاہرائیں دیکھیں ایسی شاہرائیں کہ میں نے دنیا کے کسی ملک میں نہیں دیکھیں تھیں اور میں نے یہ دیکھا کہ بہترین سفید لباس میں پرنور چہرے لئے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ ایک بلندی کی طرف جا رہے ہیں میں نے نگاہ اُٹھائی تو اُس بلندی پر ایک خوبصورت مسجد نظر آئی بہت بڑی مسجد تھی اور لوگ اُس طرف جا رہے تھے تو میں نے ایک نورانی صورت بزرگ سے بڑھ کر پوچھا کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو انہوں نے کہا تمھیں نہیں معلوم کیا نئے آئے ہو اس جزیرے میں، مہینے کا ایک جمعہ ایسا ہوتا ہے کہ جس میں اس جزیرے میں امامؑ خود نماز پڑھانے آتے ہیں۔ آج کی نماز ہمارے امامؑ پڑھانے آئے ہیں۔ آج یہاں کا گورنر نماز نہیں پڑھائے گا۔ یہاں کا حکمران اُن کی ساتویں پشت میں ہے بلکہ آج وہ خود نماز پڑھائیں گے۔ چلو تم بھی چلو ایک کنارے جا کر کھڑے ہو گئے نماز ہوئی نماز تمام ہوئی اتنی دیر میں کسی نے آ کر کہا نام لے کر ان کا کہ تجھے امام بلاتے ہیں۔ چونکہ اب

یہ ایک چیز ہے علماء نے لکھا کہ جس وقت امامؑ سے ملاقات ہوتی ہے یا ہونے والی ہوتی ہے تو آدمی یہ بالکل بھول جاتا ہے کہ میں کون ہوں، کہاں ہوں اور کس کے سامنے ہوں۔ یہ ایک رعب ہے امامؑ کی ہیبت کا یا ایک معجزہ ہے جو علما نے لکھا ہے محرابِ مسجد کے پاس پہنچے دیکھا امام تشریف فرما ہیں، اب جمالِ امامت کی زیارت کی ہاتھوں کے بوسے لئے اور آنکھ سے آنسو جاری ہیں روتے جارہے ہیں، اُدھر امام مسکرائے اور کہا کہ امامِ وقت کے سامنے ہو تم۔ اگر کچھ دل میں خواہش ہو تو بیان کرو کوئی خواہش ہے۔ اب وہ انسان جو اچانک امامؑ کے سامنے پہنچ گیا ہو اور اُس سے امامؑ یہ کہے کہ کوئی خواہش بیان کرو تو کتنی مشکل منزل ہے خواہش کا بیان کرنا لیکن یہی پہچان ہے مومنِ کامل کی کہ وہ اپنے ہوش وحواس کو برقرار رکھ کے کچھ عرض کر سکے، ایک اور یاد آ گیا پہلے وہ سُن لیجئے لکھنؤ کا واقعہ ہے کہ پندرہ شعبان شب میں مشہور تھا کہ آدھی رات کو جو ولادت کا وقت ہے معصوم کی اگر رات بھر نمازیں پڑھتے رہو تو اُس وقت پر ایک نور سا چمکتا ہے یہ ولادت کا وقت ہے لحہ ہے اور اگر اُس نور کی چمک میں اگر کوئی دعا مانگ لو تو فوراً پوری ہو جاتی ہے تو غفرانمآبؒ نے اپنے دوست سے کہا کہ بھئی اس رات ہم جاگیں گے اور نمازیں پڑھیں گے، اُس نور کی چمک کو دیکھیں گے تا کہ دعا کریں رات بھر نمازیں پڑھیں اور نور چمکا انہوں نے بھی دعا مانگی دوست نے بھی دعا مانگی جب دعا تمام ہوئی تو اب پوچھا کہ تم نے کیا مانگا کہنے لگے پہلے آپ بتایئے آپ نے کیا مانگا کہنے لگے کہ نہیں آپ پہلے بتائیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے تو یہ مانگا کہ میرے جتنے باغات ہیں اُن سب میں اس سال ہر درخت میں قلمی آم، دسہری اور سفیدہ وغیرہ آئیں یہ دعا مانگی ہے پھر

غفرانمآب سے کہنے لگے آپ نے کیا مانگا کہنے لگے میں نے یہ مانگا کہ قیامت تک میرے خاندان میں میری نسل میں اجتہاد باقی رہے۔

تو اب مانگنے کا سلیقہ بھی آتا ہو، صرف یہ بتانا چاہ رہا ہوں کیا مانگا ہے اور کس منزل سے مانگا کہ کیا خواہش ہے دل میں، کہا مولا ایک خواہش ہے دل میں کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ میں پنجتنِ پاک کی زیارت کروں، کہا ہاں ہاں ہوسکتا ہے اور ایک بار امامؑ ہاتھ کو اُٹھایا، کہا میرے ہاتھ کی جانب دیکھو، اب یہ کہتے ہیں کہ میں نے ہاتھ پر نظر کی تو مجھے دور تک پانچ دَر وسیع تر نظر آئے اور اُن میں میں نے پانچ چہرے دیکھے۔ ایک چہرے کو نقاب میں چھپے ہوئے دیکھا، معصوم بولتے جا رہے ہیں کہ یہ میرے جد رسولؐ خدا ہیں، دیکھ رہے ہو نا تم، یہ میرے جد علیؑ ہیں، یہ میرے جد حسنؑ ہیں، یہ میرے جد حسینؑ ہیں تم نے دیکھا۔ اب یہ کہہ رہے ہیں کہ میں زیارت کرتا جا رہا تھا اور روتا جا رہا تھا۔ ایسے میں معصوم پوچھتا ہے کہ اب تو کوئی خواہش نہیں ہے دل میں اگر ہو تو بتا دو اب بتایئے کہ پانچ کی زیارت کرنے کے بعد اب دنیا میں کون سا ایسا انسان ہوگا کہ کوئی اور خواہش کرے، ہے کوئی آپ کے ذہن میں، جب انہوں نے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں ایک خواہش اور ہے مولاؑ اگر پوری ہو سکے، کہا کیا کہا مولا کربلا جا رہا تھا زیارت کرنے، قبرِ حسینؑ دکھا دیجئے۔ اب ہاتھ سے آواز آئی کہ چادر میں جو بی بی تھیں اُس نے مڑ کر رسولؐ سے یہ کہا کہ بابا آپ نے حسینؑ کے چاہنے والوں کو دیکھا حسینؑ کی زیارت کر لی مگر قبر سے کتنی محبت ہے کہ حسینؑ کو دیکھنے کے بعد بھی کربلا کو دیکھنا چاہتے ہیں، بابا آپ نے کربلا کی عظمت دیکھی میرے حسینؑ کی خاک کی عظمت دیکھی آپ نے۔ زیارت کے بعد واپس آئے تاریخ

میں واقعہ آیا ہے اور اب وہ جزیرہ جہاں یہ پہنچے تھے اُس کی تفصیلات علی بن فاضل نے دیں ہیں کہ کس طرح میں مصر پہنچا اور مصر سے میں اسپین پہنچا اور اسپین جب پہنچا تو وہاں میں نے کچھ مسافروں کو دیکھا اور وہ عجیب سے تھے تو لوگوں نے کہا کہ یہ رافضیوں کے جزیرے سے آئے ہیں میں اُن کے ساتھ ہو لیا میں وہاں پہنچا تو میں نے وہاں کے لوگوں سے یہ پوچھا کہ تمہارے لئے کھانے پینے کا سامان کہاں سے آتا ہے جزیرے والوں نے کہا کہ کچھ جہاز ہیں وہ ہر چھ مہینے کے بعد آتے ہیں اور غلہ پہنچا جاتے ہیں کہا اچھا اُس جزیرے تک گئے ہو، کہا وہاں کوئی جا نہیں سکتا۔ جہاز آتے ہیں کہتے ہیں کہ میں انتظار میں رہا چھ مہینے گزرے، جہاز آیا ایک بزرگ اُس پر سے اترے، اب جو میں نے دیکھا کہ ایک نہیں بلکہ سات جہاز تھے سفید رنگ کے، سات جہاز اناج اوپر سے اترا، کئی دن جہاز رُکے رہے، لنگر انداز رہے، جب وہ چلنے لگے میں نے اُن بزرگ سے کہا کہ آپ مجھے لے چلیں گے کہا ہاں مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ وہاں سے تمہیں ایک مسافر کو لانا ہے، کہتے ہیں میں جہاز پر بیٹھا سفر جاری رہا اور پھر اُس جزیرے میں اترا اور اُس جزیرے کی میں نے عجیب شان دیکھی، شاندار مسجد دیکھی، بلند عمارتیں دیکھیں، نورانی چہرے دیکھے اور اُن بزرگ کے ساتھ جو مجھے لے کر آئے تھے انہوں نے کہا چلو میں تمہیں نمازِ جمعہ میں لے چلتا ہوں جامع مسجد، کہتے ہیں میں گیا اور نماز پڑھانے والے نے نمازِ جمعہ واجب کی نیت سے پڑھائی میں بڑا حیران ہوا، نماز ختم ہوئی جنہوں نے نماز پڑھائی تھی میں اُن کی خدمت میں گیا انہوں نے مجھے بلایا میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ تعارف کرواؤں کہا ان کا نام ہے شمس الدین، ان کے والد

امامِ زمانہ کی ساتویں پشت میں ہیں اور اس جزیرے کے حکمراں ہیں۔ امام کے پانچ بیٹے ہیں اور جن کی اولادوں کی ہر جزیرے میں حکومتیں ہیں ایک جزیرہ نہیں ہے امام کے پاس وہ جزیرہ الگ ہے جس کا نام وادیٔ خضرا ہے اور اُس کا ترجمہ گرین لینڈ ہوتا ہے اور اب دنیا ماننے کے لئے مجبور ہوگئی ہے۔ ثبوت پیش کرتا ہوں تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ شاید کوئی ثبوت مانگے آج سے سولہ سال پہلے جب میں نے یہ بات پڑھی کہ وادیٔ خضرا دراصل گرین لینڈ ہے تو لوگ سمجھے نہیں تھے بات اور اب ذاکرین منبر سے پڑھنے لگے کہ ہاں گرین لینڈ جو ہے وہی وادیٔ خضرا ہے، وادی گرین لینڈ خضرا، خضرا کے معنی سبز خضرا یعنی ہرا گرین معنی ہرا۔ اب لے کر جہاز جب یہ جا رہے تھے علی بن فاضل کو تو یہ کہتے ہیں کہ میں نے سمند سفید دیکھا اور جب جزیرے میں پہنچا تو بلند ترین برف کی دیواروں سے جزیرے کو ڈھکا ہوا پایا، یہ روایت میں الفاظ موجود ہیں۔ گرین لینڈ کی تفصیل پڑھنا چاہیں تو پڑھ لیں کہ روشنی سی کبھی چمکتی ہے جزیرے میں، جو جہاز اُدھر کا رُخ کرتا ہے ڈوب جاتا ہے، نہ ہوائی جہاز جا سکتا ہے، نہ پانی کا جہاز جا سکتا ہے اور برف کی دیواریں اُس جزیرے کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ چاند تک پہنچنے والے، ستاروں پر کمندیں ڈالنے والے زمین کے اِس خطے میں نہ پہنچ سکے۔ پہنچیں تو کیسے پہنچیں اس لئے کہ کوئی چمک دیکھ رہے ہیں جزیرے سے اور یہ چمک جو آ رہی ہے اب یہ آپ کو جو سنا رہا ہوں نیویارک ٹائمز اخبار کی کٹنگ میرے پاس موجود آپ دیکھ سکتے ہیں اور بیان اُس کا کہ نیویارک میں ساحلِ سمندر پہ بڑی مارکیٹیں اور دکانیں ہیں اُن میں ایک ایسی بھی مارکیٹ ہے کہ اگر کوئی جائے تو دنیا کی ہر جگہ کا کفن وہاں سے

خرید سکتا ہے۔ اُس دکان کا مالک دکان پر بیٹھا تھا اُس کی دوکان کے دو حصے تھے ایک طرف صابن کی بھٹی تھی جس کی دیکھ بھال کرتا تھا اور ایک طرف کفن کی دوکان تھی۔ ایسے میں ایک شخص آیا اور اُس نے کہا ہمیں عربی کفن چاہئے کفن دیا تو یہ حیرت سے اُسے دیکھنے لگا اور کہا شکل وصورت سے تم کچھ ہمیں نئے سے لگ رہے ہو بہت سے ملکوں کے لوگ ہم نے دیکھے ہیں لیکن تمہارا لباس، تمہاری شان وشوکت تم کہاں سے آئے ہو۔ چونکہ اب دنیا کو بتانا اس لئے بھی ظاہر ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ سامنے کبھی تم نے دیکھا ہے، سمندر سے جاتے ہوئے یہ وادیٔ خضرا جس کا نام گرین لینڈ ہے کہا ہاں، کہا وہاں تو کوئی جا نہیں سکتا، وہاں تو آبادی نہیں ہے، وہاں تو پورے جزیرے میں برف جمی ہوئی ہے، کہا دیوانے ہو وہاں تو خوبصورت شہر ہے، سڑکیں ہیں مکانات ہیں اور آج امام کی طرف سے جو گورنر ہیں اُن کے ایک غلام کا انتقال ہوا ہے اور اُس کے لئے کفن لینے آیا ہوں، یہ کہتا ہے مجھے بھی لے چلو اُس جزیرے میں مجھے بھی لے چلو، اُس جزیرے میں کہا بھائی اجازت تو نہیں ہے کسی نئے آدمی کے لئے اچھا اگر تم چلنا چاہتے ہو تو ساحل تک چلو میں ابھی جاتا ہوں اور واپس آتا ہوں اگر اجازت مل گئی تو ہم تمہیں لے جائیں گے۔ اب یہ کہتا ہے کہ میں ساحل پر گیا تو میں نے عجیب وغریب جہاز دیکھا سائنس نے بڑی ترقی کر لی اور دنیا کے ہر ملک کے جہاز میری نظر سے گزرے لیکن جب یہ سفید جہاز میں نے دیکھا تو میں حیران رہ گیا۔ اتنا بڑا خوبصورت جہاز کہ آج کے سائنس دان تو ایسا جہاز نہیں بنا سکتے اب وہ کہتے ہیں کہ وہ سوار ہوا، جہاز نگاہوں سے غائب ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد سمندر کی لہروں پر سے جہاز ابھرا واپس آیا اور وہ شخص جہاز

سے اترا اور کہا ہم نے خدمت میں عرض کیا تھا وہاں کے حکمراں سے لیکن وہاں سے اجازت نامہ تمہارے لئے نہیں آیا، اس لئے تم واپس جاؤ تم نہیں جا سکتے اُس جزیرے میں، کہا کیوں کہا دیکھو بات یہ تھی کہ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ تم جہاں جانا چاہتے ہو اُس کی لگن تمہارے دل میں ہوگی، لیکن تم جانا تو چاہ رہے تھے لیکن دل میں سوچتے ہوئے یہ آ رہے تھے کہ ارے میں آگ روشن کر کے بھٹی میں آیا ہوں، کسی خادم کو بتایا نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بھٹی میں آگ لگ جائے، تم اپنی تجارت کے بارے میں سوچ رہے تھے، اس لئے جو دنیا کے بارے میں سوچتا ہے وہ جزیرے میں نہیں جا سکتا اور تمہاری بھٹی میں آگ لگ چکی ہے۔ یہ واپس آیا تو حقیقتِ حال سامنے تھی اور اب جو بیان دیا تو اخبار میں چھپا تو اب دنیا کو یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ پہچان لو یہاں پر ہیں تم پہنچ نہیں سکتے۔

میرا وقت پورا ہو گیا بلکہ پانچ منٹ اوپر ہو گئے اور تقریر کو میں نے ختم کیا۔ اب وہ شخص جو پہنچا ہے علی بن فاضل وہ کہتا ہے کہ میں نے بلندی پر ایک ایسی عمارت دیکھی اور اُس کے بارے میں میں نے پوچھا تو شمس الدین نے کہا کہ کبھی تم چلے جانا اور جا کر دیکھ آنا۔ یہ کہتے ہیں میں گیا تو یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے شمس الدین نے کہا کہ دیکھو یہاں سے مجھ کو احکامات ملتے ہیں اور یہاں ایک حجرہ ہے وہاں ایک طاق ہے اور وہاں دو آدمی حفاظت کرتے ہیں حجرے کی اور وہاں پر خط مل جاتا ہے وہ خط ہم تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

خط کے ذکر پر ایک بیمار بیٹی کا خط یاد آ گیا جو مدینے سے صغرٰا بی بی نے اپنے پدرِ گرامی حسینؑ ابنِ علیؑ کو لکھا تھا۔

مقاتل کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ تمام بھائیوں، بہنوں اور

بھتیجوں اور بیٹیوں اور بیٹوں کو اپنے ہمراہ لے کر مدینے سے نکلے مگر فاطمہ صغراؑ کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ بحر المصائب میں لکھا ہے کہ حسینؑ ابنِ علیؑ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب میں عراق پہنچوں گا تمہارے بھائی علی اکبرؑ کو بھیجوں گا وہ تم کو لے جائیں گے، پھر فاطمہ صغراؑ کو اپنے بابا کی کوئی خبر نہیں ملی، مخزن البکا اور اسرار الشہادت اور بحر المصائب میں لکھا ہے کہ فاطمہ صغراؑ نے اپنے بابا کے نام خط بھی لکھا جس کا کوئی جواب بی بی کو نہیں ملا، یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ خون آلود پرندہ فاطمہ صغراؑ کے گھر کی دیوار پر آ کر بیٹھا۔

۲۸ رجب ۶۰ ہجری محلہ بنی ہاشم میں سواریوں کا انتظام تھا عماریاں اور کجاوے دروازے کے پاس لگا دیئے گئے تھے، حضرت عباسؑ تلوار کھینچ کر قناتوں کے گرد ٹہلنے لگے، حضرت علی اکبرؑ مکان میں آئے، صغراؑ نے علی اکبرؑ کو دیکھا تو ہاتھ پھیلا کر بھائی کی طرف بڑھیں، دو محبت کرنے والے بھائی بہن بچھڑنے کے لئے گلے مل رہے ہیں:-

پاس آن کے اکبرؑ نے کی یہ پیار کی تقریر کیا مجھ سے خفا ہو گئیں صغراؑ مری تقصیر
چلّانے لگی چھاتی پہ منہ رکھ کے وہ دلگیر محبوب برادر ترے قربان یہ ہمشیر
صدقے ترے سر پر سے اُتارے مجھے کوئی
بل کھائی ہوئی زلفوں پہ وارے مجھے کوئی

پیارے مرے بھیا مرے مہرو علی اکبرؑ چھپ جائیں گے نظروں سے یہ گیسو علی اکبرؑ
یاد آئے گی یہ جسم کی خوشبو علی اکبرؑ ڈھونڈھیں گی یہ آنکھیں تمہیں ہر سُو علی اکبرؑ
دل سینے میں کیونکر تہہ و بالا نہ رہے گا
جب چاند چھپے گا تو اُجالا نہ رہے گا

کیا گذرے گی جب گھر سے چلے جاؤ گے بھائی کیسا مجھے ہر بات میں یاد آؤ گے بھائی
تشریف خدا جانیے کب لاؤ گے بھائی کی دیر تو جیتا نہ ہمیں پاؤ گے بھائی

کیا دم کا بھروسہ کہ چراغ سحری ہیں
تم آج مسافر ہو تو ہم کل سفری ہیں

بھیا مری تنہائی پہ آنسو نہ بہاؤ وہ دن ہو کہ پھر خیر سے اس شہر میں آؤ
ہر چند یہ مشکل ہے کہ جیتا ہمیں پاؤ صدقے گئی پھر آنے کا وعدہ کئے جاؤ

حضرت علی اکبرؑ اور جنابِ فاطمہ صغراؑ کے رونے کا کیا ذکر ایسا روئے کہ جنھوں نے دونوں کو پالا تھا وہ منھ پھیر کر ہٹ گئے، سب کی آنکھوں سے ساون کی جھڑیاں برس رہی تھیں۔ فاطمہ صغراؑ نے علی اکبرؑ سے کہا بھیا بابا کو تو روک نہیں سکتی مگر تم نہ جاؤ، علی اکبرؑ اور زیادہ روئے، کہا بہن دل نہیں مانتا اِس مصیبت اور اس خطرناک سفر میں بابا کو تنہا چھوڑ دیں، صغراؑ نے کہا اچھا وعدہ ہی کرتے جاؤ کہ جہاں آرام سے ٹھہرو گے وہاں ہمیں بلا لو گے، علی اکبرؑ نے وعدہ کیا صغراؑ ہم تمہیں لینے آئیں گے۔

اِدھر بیبیاں ناقوں پر سوار ہوئیں، قافلہ روانہ ہوا، کربلا کے مسافروں نے الفراق، الفراق، الوداع، الوداع کہتے ہوئے سرحدِ مدینہ تک راہ طے کی تھی دیکھا صغراؑ قافلے کے پیچھے پیچھے روتی چلی آتی ہیں، امامؑ نے پوچھا صغراؑ اب کیوں آئیں، صغراؑ نے کہا بابا دل چاہتا ہے کہ پھر ایک بار سب کو دیکھ لوں، حضورؑ نے حکم دیا، ناقے بٹھا دیئے گئے، قناتیں کھنچ گئیں، صغراؑ ہر ایک سے ملنے لگیں، زینبؑ سے رخصت ہوئیں، چھوٹی بہن سکینہؑ سے ملیں یہاں تک کہ جناب ربابؑ اور علی اصغرؑ سے گلے ملنے کی نوبت آئی، سر سینے سے ہٹایا ہی تھا کہ ماں کی

گود میں نظر پڑ گئی، دیکھا علی اصغرؑ آنکھیں کھولے بہن کو پاس سے دیکھ رہے ہیں، صغراؑ نے ہاتھ پھیلا دیئے، بہن کی محبت ننھے دل میں انتہا کی تھی، ہمک کر بہن کی آغوش میں چلے آئے اور بہن کے گلے سے لپٹ گئے، جب دیر ہوئی ربابؑ نے گود میں لینا چاہا مگر علی اصغرؑ نہ آئے، صغراؑ نے کہا اے مادرِ مہربان مجھ سے اصغرؑ کو زبردستی نہ لیجئے اگر خود سے چلے آئیں تو لے لیجئے، یہ ملنا آخری ملنا ہے مجھ سے معصوم بچّے کا دل نہ توڑا جائے گا۔

زینبؑ بلاتی ہیں، سکینہؑ ہاتھ پھیلاتی ہیں مگر علی اصغرؑ بہن کے شانے سے سر نہیں اُٹھاتے، جب زینبؑ کو یقین ہو گیا کہ علی اصغرؑ بہن کی گود سے نہ آئیں گے، بھائی کو بُلایا، زینبؑ کے پاس آئے، مگر روتے ہوئے ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہوئے اور آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے، سر جھکائے ہوئے علی اصغرؑ کے قریب آئے اور کان میں جھک کر کہا کہ اے میرے ننھے مسافر بابا تیری طرف سے بھی تو عہد کر چکا ہے کیا اُمّت کے بخشوانے کو نہ چلو گے، اگر تم صغراؑ کے پاس رہ جاؤ گے تو گلے پر تیر کون کھائے گا اور حسینؑ تلوار سے قبر کس کی کھودے گا، یہ سننا تھا کہ علی اصغرؑ بے تاب ہو کر حسینؑ کی آغوش میں آ گئے۔

قافلۂ حسینی روانہ ہو گیا، قافلے کی گرد اُڑتی رہی اور صغراؑ کے سر پر پڑتی رہی، مسافر چلے گئے، دن گذرتے رہے صغراؑ کو مسافروں کی یاد آتی رہی، صغراؑ کو اپنے بھیا علی اکبرؑ پر بھروسہ تھا کہ اب آتے ہوں گے مجھے لینے آئیں گے، انتظار میں دن گذرتے رہے، علی اکبرؑ کو بھی صغراؑ سے کیا ہوا وعدہ یاد تھا، عاشور کے دن علی اکبرؑ کو صغراؑ کی یاد اُس وقت بہت آئی جب میدانِ شہادت کے لئے روانہ ہو رہے تھے اور بڑے بھائی سیّد سجّاد کے گلے مل کر روتے ہوئے کہہ رہے تھے مدینے

واپس جا کر میری بہن صغراؑ کو سب کچھ بتا دیجئے گا۔

اس معرکے سے جب ہو وطن آپ کا جانا صغراؑ کو کئی بار کلیجے سے لگانا
کہنا کہ بہن پھر گیا بابا سے زمانا وعدہ تو کیا تھا پہ نہ تم تک ہوا آنا
شبیرؑ پہ فوجوں کی گھٹا چھا گئی صغراؑ
آنے ہی کو ہم تھے کہ اجل آگئی صغراؑ

علی اکبرؑ سینے پہ سناں کھا کر مقتل میں سو گئے، آقائے دربندی کتاب "اسرار الشہادت" میں لکھتے ہیں کہ فاطمہ صغراؑ اپنے مسافروں کے انتظار میں ہر روز گھر کے دروازے کے پاس آیا کرتی تھیں کہ شاید کوئی بابا کی خبر لایا ہو، جب کافی عرصہ گذر گیا اور ان کے بابا کی طرف سے کوئی اطلاع نہ آئی تو صغراؑ نے آہ و بکا شروع کردی اور اپنے بابا کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنے حالات لکھے اور پھر بابا کی جدائی کی وجہ سے رونے لگ گئیں، ایک اعرابی قاصد نے صغراؑ کے رونے کی آواز سُن لی اور بڑا متاثر ہوا اس نے پوچھا تو پتہ چلا یہ حسینؑ کی بیٹی ہے جو بابا کے فراق میں رو رہی ہے، قاصد نے بلند آواز سے دروازے پر صدا دی السّلام علیکم یا اھل البیت النبوۃ و معدن الرسالۃ اور کہا میں قاصد ہوں کربلا جانا چاہتا ہوں اگر کوئی ضرورت ہو تو بیان فرمایئے، جنابِ صغراؑ نے آواز سنی تو دوڑ کر دروازے کے پاس آگئیں اور سلام کا جواب دیا اور کہا اے قاصد میں امام حسینؑ کی بیٹی ہوں جب وہ عراق تشریف لے گئے تو میں بیمار تھی مجھ کو جدۂ ماجدہ اُمّ سلمٰی کے پاس چھوڑ گئے تھے اب مجھ میں بابا کی جدائی برداشت کرنے کی طاقت نہیں رہی اور میں نے ایک خط لکھا ہے اور چاہتی ہوں

کہ کوئی بابا کے پاس پہنچا دے، قاصد نے وہ خط لے لیا اور بروز عاشورہ امام حسینؑ کی جنگ کے وقت کربلا پہنچا اور امام حسینؑ کے سپرد کر دیا امام حسینؑ نے اس خط کو کھولا اور پڑھا تو بہت روئے پھر اہلِ حرم کے پاس تشریف لائے اور ان کو خط پڑھ کر سنایا وہ بھی بہت روئے اور پھر یہ ظاہر نہیں ہوا کہ وہ قاصد انسان تھا یا فرشتہ شہید ہو گیا یا نہیں، ایک روایت یہ ہے کہ صغراؑ کا خط پہنچانے والے جبریلِ امیں تھے جو اس گھر کے پرانے خادم ہیں۔

مقتل مفتاح البکا اور ریاض القدس میں روایت ہے کہ جب امام حسینؑ نے ھل من ناصرٍ ینصرنا کی نِدا دی تو کسی نے آپ کی آواز پر لبیک نہ کہا، صرف فضا و ہوا نے لبیک کہا مگر اُسی وقت امام حسینؑ نے صحرا کی طرف دیکھا تو ایک ناقہ سوار آتا ہوا نظر آیا، جب قریب آیا تو امام حسینؑ پر سلام کیا اور کہا اے فرزندِ رسولؐ! میں آپ کی بیمار بیٹی فاطمہ صغراؑ کا خط لایا ہوں اور قاصد نے امام حسینؑ کے ہاتھ اور پاؤں کے بوسے لینا شروع کیا۔ قاصد سے خط لے کر امام حسینؑ خیموں کے پاس تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا اے زینبؑ، اُم کلثومؑ، اے رقیہ، اے ربابؑ آؤ تم کو بشارت ہو کہ فاطمہ صغراؑ نے تمہاری طرف خط بھیجا ہے، تمام شہزادیاں درِ خیمہ پر جمع ہو گئیں، امام حسینؑ نے بیمار شہزادی کا خط پڑھ کر سنایا۔

''فاطمہ صغرا بنتِ حسینؑ کی جانب سے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں بابا جان آپ پر میرا سلام ہو اور میرے چچا عباس بن امیر المومنینؑ پر بھی میرا سلام ہو پھر میرے تمام بھائیوں اور بہنوں پر میرا سلام ہو پھر میرے شیر خوار بھائی علی اصغرؑ پر میرا سلام ہو، بابا آپ سب میری طرف سے ایک ایک مرتبہ میرے

شیر خوار بھائی کا بوسہ لیں، آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ جب آپ عراق میں قیام فرمائیں گے تو بھیا زین العابدینؑ یا چچا عباسؑ کو بھیج کر مجھے بلالیں گے، بھیا علی اکبرؑ نے بھی وعدہ کیا تھا کہ میں صغراؑ تم کو لینے آؤں گا، میرا انتظار طویل ہو چکا ہے اور میرا شوقِ دیدار زیادہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ میں ہلاکت کے قریب پہنچ گئی ہوں اور موت کی منتظر ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

صغراؑ کا خط سُن کر اہلِ حرم میں ماتم و کہرام بپا ہو گیا، مقتل عین البکا میں ہے کہ جب قاصد نے خط پیش کیا اور امام حسینؑ کو تمام احوال سے آگاہ کیا تو عرض کی کہ مولا میری ایک اور حاجت بھی ہے امام نے فرمایا وہ کیا، قاصد نے کہا کہ آپ کی بیٹی فاطمہ صغراؑ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ان کی طرف سے جناب عباسؑ کے ہاتھ اور جناب علی اکبرؑ کی پیشانی کا بوسہ لوں، امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے قاصد میرے ساتھ آ، امام حسینؑ اس کو لے کر جنابِ عباسؑ کی دست بریدہ لاش پر آئے اور فرمایا اے عباسؑ فاطمہ صغراؑ کا قاصد آپ کے ہاتھ چومنے آیا ہے، آپ کے ہاتھ کہاں گئے، پھر امام حسینؑ رونے لگے، اس کے بعد علی اکبرؑ کی لاش پر آئے اور شہزادے کے سر کو گود میں لیا اور فرمایا اے میرے نورِ نظر تمہاری بہن نے اس قاصد کو تمہاری پیشانی اور آنکھوں کا بوسہ لینے کے لئے بھیجا ہے مگر میں کیا کروں تمہاری آنکھیں خون سے بھری ہوئی ہیں تمہاری پیشانی زخمی ہے۔

اہلِ حرم کا لٹا ہوا قافلہ جب مدینے واپس آیا، صغراؑ نے جوانوں کو نہ پایا، پتہ چلا حسینؑ شہید ہو گئے، عباسؑ، علی اکبرؑ، قاسمؑ، عونؑ و محمدؑ سب مارے گئے، پھوپھی سے علی اصغرؑ کو پوچھا معلوم ہوا، حرملہ کے تیر سے شہید ہو گئے، صغراؑ نے پھر اپنی دو بہنوں کا حال پوچھا، سکینہؑ کہاں ہے؟ پھوپھی نے بتایا سکینہؑ قید خانے میں

گھٹ گھٹ کر مرگئیں، فاطمہ صغراؑ کی ہم سن ایک بیٹی امام حسنؑ کی تھیں جن کا نام میمونہ تھا، فاطمہ صغراؑ اُن سے بہت مانوس تھیں اور اُن سے بہت محبت کرتی تھیں، فاطمہ صغراؑ نے پوچھا پھوپھی میری چچازاد بہن اور میری پیاری سہیلی میمونہ کہاں ہیں، پھوپھی نے کہا کہ راستے میں اونٹ سے گریں اور اونٹ کے قدموں سے پامال ہوکر شہید ہوگئیں۔ یہ سنتے ہی فاطمہ صغراؑ غش کر گئیں اور ان کی بیماری اتنی شدید ہوگئی کہ تین روز کے بعد چاہنے والوں کو یاد کر کے روتے روتے انتقال کر گئیں۔ ''الطراز المذہب'' میں فاطمہ صغراؑ کی وفات کا تذکرہ ہے۔

اودھ کے بادشاہ نصیرالدین حیدر کے زمانے میں فاطمہ صغراؑ کا تابوت اُٹھتا تھا اور وہ خود جنابِ فاطمہ صغراؑ کی وفات کا حال اپنے کہے ہوے مرثیے میں پڑھتے تھے۔

یادِ پدر میں فاطمہؑ آخر کو مر گئی ۔۔۔ فرقت میں اپنے باپ کے جی سے گذر گئی
مرنے کی اس کے خلد میں جس دم خبر گئی ۔۔۔ کیا خوش نصیب تھی کہ وہ پیشِ پدر گئی

اہلِ حرم نے ماتمِ صغریٰ بپا کیا
خلدِ بریں میں شیرِ خدا نے بکا کیا

سامانِ دفن عابدِ بیمار نے کیا ۔۔۔ زینبؑ نے اپنے ہاتھ سے غسل وکفن دیا
بانوؑ نے اس کے مرنے سے خونِ جگر پیا ۔۔۔ سجادؑ کہتے تھے کہ میں دکھ سہنے کو جیا

عابدؑ یہ کہہ کے خاک پہ تیورا کے گر پڑے
بیماری کے سبب سے وہ غش کھا کے گر پڑے

ماتم تھا اہلِ بیتؑ کا صغراؑ کی لاش پر ۔۔۔ منہ پیٹتی تھی کوئی پٹکتی تھی اپنا سر
کہتی تھی کوئی ہائے میری پارۂ جگر ۔۔۔ صغراؑ کے مرنے کی جو خبر پہنچی گھر بہ گھر

میں کیا کہوں جو اہلِ محلہ کا حال تھا
جینا ہر اک بی بی کو اپنا وبال تھا

تربت بنا کے صغراؑ کی سجادؑ نوحہ گر   کرنے لگے بیاں یہ منھ رکھ کے قبر پر
اے مبتلائے درد وغم اے عاشق پدر   اب سوئے گی تو چین سے بیکس کے سینے پر

دنیا میں اتنی زیست کا ہرگز مزا نہیں
مجبور ہوں میں کیا کروں آتی قضا نہیں

اس جا سے روتی پیٹتی وہ ساری بیبیاں   آئیں بہ سوئے روضۂ پیغمبرِ زماں
تربت پہ جب نبیؐ کے وہ آئیں بیچاریاں   نامِ حسینؑ لے لے کے وہ کرنے لگیں فغاں

کہتی تھی رو رو زینبِ بیکس دہائی ہے
بے جرم رن میں مارا گیا میرا بھائی ہے

روتی تھیں سب وہ اس طرح آپس میں کرکے بین   کہتی تھی کوئی اکبرؑ و اصغرؑ کوئی حسینؑ
رو رو کے سرخ کرتی تھی زینبؑ جو اپنے نین   تربت میں روحِ احمدِ مرسل کو تھا نہ چین

زینبؑ پیاس بھائی کی جب یاد کرتی تھی
روحِ بتولؑ نالہ و فریاد کرتی تھی

❀❀❀

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی کتابیں

نمبر	کتاب کا نام	صفحات	قیمت
	......《سوانح حیات》......		
۱۔	سوانح حضرت فاطمہؑ (انڈونیشیا پیپر)	1040	700/=
۲۔	ایران کی شہزادی جنابِ شہربانوؑ	472	400/=
۳۔	شہزادہ قاسمؑ ابنِ حسنؑ (جلد اوّل)	640	500/=
۴۔	شہزادہ قاسمؑ ابنِ حسنؑ (جلد دوم)	400	500/=
۵۔	سوانح حیات شہزادہ علی اصغرؑ	960	800/=
۶۔	اُمّ البنینؑ	400	300/=
۷۔	سوانح حیات حضرت اُمِّ کلثومؑ	544	600/=
	......《تاریخ》......		
۸۔	شہزادہ قاسمؑ کی مہندی	400	500/=
۹۔	شہزادی زینبؑ اور تاریخ ملکِ شام	224	200/=
۱۰۔	امام حسنؑ کی فتح اور دشمنِ خدا کی شکست	144	200/=

۱۱۔	غمِ حسینؑ اور عزاداروں کی شفاعت	224	200/=
۱۲۔	ذوالجناح	720	600/=
۱۳۔	شہیدِ علمائے حق	144	200/=
	......《ادبیات》......		
۱۴۔	معصوموں کا ستارہ شہزادہ علی اصغر (فرنچ سے ترجمہ)	288	300/=
۱۵۔	اردو غزل اور کربلا	240	200/=
۱۶۔	احساس (علمی، ادبی مضامین)	384	300/=
۱۷۔	نوادراتِ مرثیہ نگاری (جلد اوّل)	338	300/=
۱۸۔	نوادراتِ مرثیہ نگاری (جلد دوم)	368	300/=
۱۹۔	کلامِ ضمیر (مرثیے، نوحے، سلام)	304	200/=
۲۰۔	شعرائے اُردو اور عشقِ علیؑ	912	500/=
۲۱۔	شاعرِ اعظم (میر انیسؔ)	720	500/=
۲۲۔	میر انیس کی شاعری میں رنگوں کا استعمال	416	300/=
۲۳۔	میر انیس بحیثیت ماہرِ حیوانات	408	400/=
۲۴۔	میر انیسؔ (انگلش)	366	500/=
۲۵۔	اُردو مرثیہ پاکستان میں	544	500/=
۲۶۔	خاندانِ میر انیسؔ کے نامور شعرا	992	500/=
۲۷۔	ضمیرِ حیات	1232	1000/=

۲۸۔	دبستانِ تاریخ	968	700/=
	......《عشرۂ مجالس》......		
۲۹۔	عظمتِ حضرتِ زینبؑ (۱۵ مجالس)	368	300/=
۳۰۔	حضرت علیؑ میدانِ جنگ میں	224	200/=
۳۱۔	معراجِ خطابت (۵ جلدیں)	(مکمل سیٹ)	400/=
۳۲۔	حضرت علیؑ کی آسمانی تلوار ذوالفقار	368	300/=
۳۳۔	امام اور امت (اُردو)	272	200/=
۳۴۔	امام اور اُمت (انگریزی ترجمہ)	307	200/=
۳۵۔	احسان اور ایمان	336	200/=
۳۶۔	ولایتِ علیؑ	336	200/=
۳۷۔	مجالس محسنہ (جلد اوّل)	400	200/=
۳۸۔	مجالس محسنہ (جلد دوم)	368	200/=
۳۹۔	معجزہ اور قرآن	320	200/=
۴۰۔	ظہورِ امام مہدیؑ	272	200/=
۴۱۔	عظمتِ صحابہ	288	200/=
۴۲۔	تاریخِ شیعیت	304	200/=
۴۳۔	قاتلانِ حسینؑ کا انجام	352	250/=
۴۴۔	علم زندگی ہے	352	300/=

۴۵۔	عظمت حضرت ابوطالبؑ	296	250/=
۴۶۔	اسلام پر حضرت علیؑ کے احسانات	257	250/=
۴۷۔	قرآن کی قسمیں	344	250/=
۴۸۔	معرفتِ الٰہی اور سیرتِ معصومینؑ	256	300/=
۴۹۔	بت شکن اور بت تراش	304	300/=
۵۰۔	انسان اور حیوان	272	300/=
۵۱۔	اقوامِ عالم اور عزاداریٔ حسینؑ	304	300/=
۵۲۔	علیؑ وارثِ انبیاءؑ	328	300/=
۵۳۔	محسنین اسلام	312	300/=
۵۴۔	عورت اور اسلام	256	300/=
۵۵۔	حیاتِ حضرتِ عباس علمدارؑ	312	300/=
۵۶۔	علی وسیلۂ نجات	288	300/=
۵۷۔	حسینی معاشرہ اور تاریخ انبیاء	320	300/=
۵۸۔	سیرتِ معصومینؑ	384	300/=

عشرۂ مجالس شائع ہو گیا ہے
عشرۂ مجالس
حیاتِ امام حسینؑ
یکم تا ۱۰ محرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء
......بمقام......
امام بارگاہ آلِ عباؑ گلبرگ کراچی
......انیسِ خطابت......
علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی